شاہ بہاؤالدین باجن
حیات اور گجری کلام
ڈاکٹر شیخ فرید
حضرت پیر محمد شاہ، درگاہ شریف ٹرسٹ

شاہ بہاء الدین باجن

حیات اور گجری کلام

ڈاکٹر شیخ فرید

حضرت پیر محمد شاہ درگاہ شریف ٹرسٹ

سلسلۂ مطبوعات درگاہ شریف نمبر ۷

بہاؤالدین باجن۔ حیات اور گجری کلام کی ترتیب تدوین اور اشاعت میں
نیشنل آرکائیوز آف انڈیا (حکومت ہند) کی مالی تعاون شامل ہے

سن اشاعت ________ ۱۹۹۲ء

کتابت ________ محمد حنیف انصاری

طباعت ________ خطیب کتاب گھر اینڈ پرنٹرس
خاص بازار تین دروازہ احمد آباد

قیمت ________ Rs. 70/-

ناشر:۔ ________ محمد بھائی لوٹی والا
سکریٹری حضرت پیر محمد شاہ درگاہ شریف ٹرسٹ
پانکور ناکہ احمد آباد
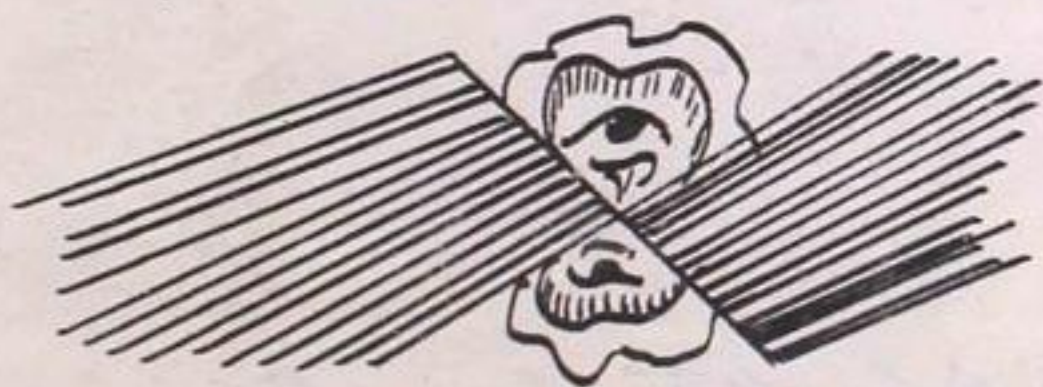
شاہ بہاء الدین باجنؒ ۔ سوانح حیات اور گجری کلام ۔

فہرست

مقدمہ

ڈاکٹر ضیاءالدین دیسائی

قدیم اردو کی شاخ زبان گوجری یا گجری کے شعرائے متقدمین میں شاہ بہاءالدین باجن کا نام سر فہرست ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق (اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا حصہ) اور قدیم اردو کے سب سے بڑے محقق حافظ محمود خان شیرانی مرحوم (مقالات شیرانی، جلد اول) سے لیکر ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی (سخنوران گجرات)، جمیل جالبی (تاریخ ادب اردو جلد اول) اور ڈاکٹر شیخ فرید (کتاب ہذا) تک اس موضوع پر قلم اٹھانے والے سب محققین زبان و ادب اردو نے شاہ باجن کے حالات اور کلام کے بارے میں خامہ فرسائی کی ہے۔ ان میں جیسا کہ ڈاکٹر شیخ فرید نے لکھا ہے شیرانی صاحب نے ان کے حالات اور کلام پر سب سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ شیرانی صاحب غالباً سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے باجن کے حالات خود ان کی تصنیف خزائن رحمت اللہ کے ہی (اول الذکر نے ناقص اور موخر الذکر نے مکمل) نسخوں کے مطالعے کے بعد مقالے قلم بند کیے جنھیں شیرانی صاحب کے مقالے کا تکملہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ شیرانی صاحب نے باجن کے ایک قدیم ترین ماخذ حسن غوثی مندوی کے تذکرۂ گلزار ابرار کا بھی جو باجن کے سن پیدائش اور وفات کا واحد ماخذ ہے۔ حوالہ دیا تھا لیکن چونکہ موصوف کے سامنے غیر مطبوعہ گلزار ابرار یا اس کے مطبوعہ اردو ترجمہ اذکار ابرار (آگرہ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء) کا نسخہ موجود نہ تھا اس لیے وہ اس کتاب سے استفادہ نہ کر سکے۔ شیخ فرید صاحب نے اذکار ابرار سے بھی استفادہ کیا ہے۔ شیخ فرید کا مقالہ جو بعنوان "شاہ بہاءالدین باجن حالات اور ہندوی کلام" کے عنوان سے "دکنی اردو" مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار دلوی (بمبئی، ۱۹۸۰ء) میں شایع ہوا تھا۔ کتاب زیر اشاعت میں مقدمے کے طور پر شامل ہے۔ یہ مدنی صاحب کے مقالے سے زیادہ مفصل ہے۔

خزانۂ رحمت کے بالاستیعاب مطالعے سے معلوم ہوا کہ باجن کے بعض حالات غالباً غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز ہوئے ہیں۔ اور خود باجن کے بیانات سے ان کی زندگی کے حالات خصوصاً تاریخ پیدائش، عمر، سفر و سیاحت، ارادت وغیرہ کے زمانے کے تعین میں کافی پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں اور دشواریاں پیش آتی ہیں اور ان کی طرف آج تک کسی کی نظر نہیں پڑی، قارئین اور محققین کے استفادہ کے لیے یہاں ان کا اجمالاً ذکر کرنا مناسب نہ ہوگا۔

باجن اپنے والد بزرگوار حاجی معز الدین زایر الحرمین کو خزانہ کے اعراس نامہ والے حصے میں "دانشمند عرف پیر قتال" کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور انکی شہادت کی تاریخ "رجب ۷۹۶ھ

۹۴ ۶۱۳ دیتے ہیں۔ یہ شہادت دار الحرب میں احمد آباد (یعنی گجرات) کے علاقے میں ہوئی تھی۔
(ص ۴۹۶)۔ یہ تاریخ صحیح نہیں معلوم ہوتی جیسا کہ سطور آیندہ میں بتایا جائے گا۔ اس اعراس نامہ والے
حصے میں باجن کے خاندان کے اِن افراد کے نام بھی ملتے ہیں: باجن کے بڑے بھائی شیخ راجن،
ان کی جدہ بی بی کمال، ان کی والدہ بی بی خاتون، ان کی ہمشیرہ اخا بی بی۔ ان کی تاریخ
و ماہ وفات تو درج ہے۔ لیکن سنین وفات نہیں دئے۔ (خزانہ ص ۸۳۱۔۔ ۸۳۰۔ ۸۲۱)
شیرانی صاحب باجن کے ایک بھائی کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان کا نام شیخ مینا لکھتے ہیں۔
یہ صحیح نہیں۔ شیرانی صاحب کو غالباً خزانۂ رحمت اللہ کی اس عبارت سے سہو ہوا جس میں
باجن انکو "برادرم شیخ مینا" (شیخ میاں نہیں) لکھتے ہیں۔ باجن دو تین جگہ صریحاً انہیں ابن عم
یعنی چچا زاد بھائی کہتے ہیں۔ (ص ۸۱۲، ۵۲۴) شیرانی صاحب کی نظر سے یہ حصے نہیں گذرے نہ
وہ اس اعراس نامہ والا حصہ جس میں باجن اپنے اس چچا زاد بھائی کا پورا نام اور سنِ وفات اس
طرح دیتے ہیں: شیخ محمد مینا برادر طریقی و ابن عم ایں فقیر باجن بتاریخ دسیوم جمادی الاول
۸۸۴ھ/۹، ۱۴، ۶ اربع وثمانین وثمان مایہ (ص ۸۳۴) اسی طرح باجن اپنے ایک مرید امیر قدی
کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جو فارسی کے شاعر بھی تھے۔ باجن نے خزانۂ رحمت اللہ میں ان کا ایک
شعر بھی نقل کیا ہے۔ (ص ۱۰۷) شادیاباد مانڈو میں واقع باجن کے پیر کے والد اور سلطان احمد
شاہ گجراتی کے پیر شیخ عزیز اللہ متوکل کے مزار سے متصل خانقاہ کے خادم فقراء یعنی سرگروہ
بقول شیخ فرید خواجہ لکھن تھے جو غالباً سہو قلم ہے۔ ان کا نام مخطوطے میں خواجہ مکھن قلم بند
ہوا ہے۔ (خزانہ ص ۸۶) اسی طرح شیرانی صاحب کو ظاہراً اپنے ناقص نسخے کی بنا پر باجن کے
چچا زاد بھائی شیخ ابو احمد عطاء اللہ کے لقب یا عرف کے بارے میں سہو ہوا ہے۔ نیز شیخ
عطاء اللہ کی موسیقی میں مہارت والا باجن کا بیان جو انہوں نے نقل کیا ہے۔ وہ گنجلک سا ہے
شیرانی صاحب نے اس بیان کو اس طرح نقل کیا ہے:- .... بندگی شیخ
عطاء اللہ الملقب بشیخ رتن کہ ایشان در موسیقی و در جمیع علوم ما دانشمند بودند کہ سرود ہای
ایشان در عالم خدا ظہور و مشہور و مقبول اند۔ (مقالات ص ۱۴۶) خزانہ کے کراچی والے
نسخہ میں یہ عبارت صحیح طور پر اس طرح ملتی ہے:- بندگی شیخ عطاء اللہ الملقب بشیخ عطن
در علم موسیقی و در جمیع علوم دانشمند بودند و پردہای سرود کہ بستہ اند در عالم

مشہور و مقبول است" (۱۰۶۔۹) شیخ عطن اپنے والد اور عم بزرگوار کی طرح حضرت رکن الدین کان شکرؒ کے مرید تھے۔

حضرت کان شکرؒ کے دوسرے مریدوں میں باجن، ایک بزرگ بندگی قطب الدین شاطبی کا ذکر کرتے ہیں جن کا اصل نام قاضی سوندھو (خالص مقامی زبان کا لفظ) تھا۔ ان کے بارے میں خزانہ کے کراچی والے نسخہ کی یہ عبارت "شاطبی کہ ظہور یافتہ از بندگی قاضی سوندھو" کچھ ناقص اور غلط معلوم ہوتی ہے۔ غالباً شاطبی سے پہلے لفظ "شرح" چھوٹ گیا ہے۔ اس صورت میں بقول باجن بندگی قاضی سوندھو نے شرح شاطبی لکھی تھی۔ اور غالباً اسی وجہ سے وہ قاضی سوندھو عرف قطب الدین شاطبی کہلاتے ہوں گے۔ شرح شاطبی کا ایک نہایت اچھا اور قدیم نسخہ اس کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہؒ میں موجود ہے۔ جو بدقسمتی سے ناقص الطرفین ہونے کی وجہ سے اس کے شارح یا کاتب کا نام اور اس سن کتابت پردۂ اختفا میں ہیں۔ اس مخطوطے کا خط نویں صدی کے گجرات کے عربی فارسی کتبات جیسا ہے۔ اور اس کے دو صفحوں پر سلطان احمد شاہ گجراتی ($\frac{\text{۸۱۳ھ}}{\text{۱۴۱۰ء}}$ — $\frac{\text{۸۴۶ھ}}{\text{۱۴۴۲ء}}$) کی جو شیخ عزیز اللہ متوکل یعنی قطب الدین شاطبی کے برادر طریقی یا پیر بھائی کا مرید ہے، مہر ثبت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شرح شاطبی کا یہ نسخہ اس بادشاہ کے عہد یا اس سے قبل لکھا گیا ہوگا۔ کوئی تعجب نہیں کہ اس شرح شاطبی کے مصنف یہی قطب الدین شاطبی ہوں۔ اور شرح شاطبی کے مصنف ہونے کی وجہ سے شاطبی کے لقب سے زبان زد عام ہو گئے ہوں۔

لیکن سب سے اہم چیز جس کی طرف فاضل محققین کی توجہ مبذول نہیں ہوئی۔ وہ خود باجن کے پیدائش، وفات، ارادت، سیر و سیاحت، ورود و قیام برہان پور (جہاں باجن کا مزار واقع ہے۔) وغیرہ کے سن یا زمانے کی صحیح تعین ہے۔ خود باجن کے بیانات نے اس معاملے کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ راقم کے فاضل دوست پروفیسر شیخ محمود حسین نے جنھوں نے خزانۂ رحمت اللہ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ نجی گفتگو میں اس بارے میں نہایت اہم نکات کی نشان دہی کی جن کی تفصیلات میں جانے کی یہاں نہ ضرورت ہے۔ نہ موقع لیکن ان کا اجمالاً ذکر ضروری ہے۔

شیخ فرید انور مدنی صاحب گلزار ابرار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ باجن ۷۹۰ھ /

۱۳۸۹ء میں احمد آباد میں پیدا ہوئے لیکن اس وقت شہر احمد آباد کا وجود تک نہ تھا۔ پھر خود باجن اپنے والد کے انتقال کے وقت یعنی ۷۹۳ھ/۱۳۹۱ء (خزانہ ص ۴۲۱) میں چار سال کے تھے۔ (ایضاً ص ۵۱) نہ کہ پندرہ سال کے جیسا کہ شیخ فرید صاحب لکھتے ہیں۔ اس حساب سے باجن کا سن ولادت ۷۸۹ھ/۱۳۸۷ء قرار پائے گا۔ سوائے کہ مراد یہ ہو کہ والد کے انتقال کے وقت وہ چارہویں سال کے تھے۔ پھر جب باجن پندرہ سال کے ہوئے تو انہوں نے اپنی والدہ سے کسی بزرگ سے اپنی نسبتِ ارادت کرانے کا ذکر کیا۔ ان کی والدہ نے جواب میں کہا کہ چونکہ تمہارے والد حاجی معزالدین مخدوم جہاں نیاں سید جلال الدین حسین بخاریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اور ان کے پوتے سید برہان الدین عبداللہ قطب عالم جنھوں نے مجھے اپنی بہن بنایا ہے اور جن کی خدمت میں تمہارے والد تم جب چار سال کے تھے۔ تمہاری درازی عمر کی دعا کرانے لے گئے تھے۔ وہ یہاں (یعنی احمد آباد میں) موجود ہیں تمہیں ان کا مرید بننا چاہیے چنانچہ وہ باجن کو حضرت قطب عالم کے پاس لے گئیں۔ اور اندر جاکر اپنے آنے کا منشا بیان کیا۔ حضرت قطب عالمؒ نے انہیں یہ جواب دیا کہ اس بچے کی ارادت ہماری طرف نہیں ہے پروفیسر شیخ محمود حسین بجا طور پر جتاتے ہیں کہ خود حضرت قطب عالمؒ کی پیدائش ۱۴ رجب ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء اور وفات ۶۷ سال کی عمر میں ۸ ذی الحجہ ۸۵۷ھ/۱۴۵۴ء میں واقع ہوئی تو پھر حاجی معزالدین (م ۷۹۳ھ/۱۳۹۱ء) اپنے خوردسال بیٹے کو ان کے پاس درازی عمر کی دعا کرانے کیسے گئے۔ جب کہ اس وقت خود حضرت قطب عالم کم و بیش باجن کی ہی عمر کے ہوں گے۔ اسی حساب سے باجن کو پندرہ سال کی عمر میں حضرت قطب عالمؒ صاحب کی خدمت میں بغرض ارادت لے جانا محل نظر ٹھہرتا ہے۔

اسی طرح بقول خود باجن جب ان کی عمر چالیس سے اوپر کی ہوئی ان کے پیر شیخ رحمت اللہ وصال فرما چکے تھے۔ اور ان کا سال وصال ۸۷۷ھ/۱۴۷۲ء (سبع و سبعین و ثمان مایہ) ہے نہ کہ ۸۶۷ھ/۱۴۶۲ء جیسا کہ شیخ فرید نے لکھا ہے (ص ۷۴) یا ۸۹۷ھ/۱۴۹۲ء جیسا کہ مظہر محمود شیرانی نے تحریر فرمایا ہے۔ (مقالات ص ۲۴۴ نوٹ ۱) اس کے معنی یہ ہوئے کہ باجن کی ولادت ۸۳۰ھ/۱۴۲۶ء سے قبل ہوئی۔ پروفیسر شیخ محمود حسین صاحب کے خیال میں جس سے راقم کو بھی اتفاق ہے۔ ان کی ولادت ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء کے لگ بھگ ہوئے

کا قوی امکان ہے۔ یہ زیادہ قرین قیاس اس لئے بھی ہے کہ اس وقت حضرت قطب عالمؒ صاحب کی عمر بھی پینتالیس سال کی ہوگی جب وہ مسند ارشاد وہدایت پر متمکن ہو چکے ہونگے۔

یہی مسئلہ باجن کے سفر اور ورود برہان پور وغیرہ کے زمانے کا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر امور کے زمانہ کے تعین میں کافی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہاں ہم بخوف طوالت صرف دو ایک ہی ایسے مسائل کا ذکر کریں گے۔ باجن کے برہان پور کے زمانۂ ورود اور مدت قیام کے تعین کرنے میں شیخ فرید صاحب نے کافی محنت کی ہے۔ لیکن اس کے مفروضہ کے شاہ باجن کے موجودہ مزار کے احاطہ میں واقع مسجد ان کے لئے تعمیر ہوئی اسکی حقیقت یا بنیاد نہیں ہے۔ اس مسجد کی تعمیر یا اس کے وقف کے یوں دو میں سے ایک کتبہ میں بھی باجن کا سرے سے نام بھی موجود نہیں نہ ان کے مسجد سے بلا واسطہ یا کسی قسم کے بھی تعلق کا کوئی اشارہ تک ملتا ہے۔ اس لئے مسجد کی تاریخ تعمیر یعنی ۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء کو باجن کے ورود برہان پور کے زمانہ سے کسی طرح سے جوڑنا صحیح نہیں۔ یہاں ایک اور غلطی کا ازالہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بقول مدنی صاحب باجن کے مزار کے متصل برہان پور کے بادشاہ آعظم ہمایوں عادل خان نے ایک شاندار مسجد تعمیر کی۔ یہ صحیح نہیں۔ مسجد کا بانی جیسا کہ شیخ فرید نے لکھا ہے ملک الشرق تاج بن کیلا تھا البتہ برہان پور کے بادشاہ کے عہد میں مسجد کے تعمیر ہونے کا کتبے میں ذکر ضرور پایا جاتا ہے۔

پھر متصل مزار مسجد تعمیر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مزار کی تعمیر مسجد سے پہلے عمل میں آئی جو صحیح نہیں۔ بہر حال باجن کے ورود برہان پور کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ بقول خود ان کے وہ اپنے پیر کے زندگی میں ہی دہلی اور شمالی ہند کے دیگر شہروں اور خراسان کے چند شہروں کے سفر میں مصروف تھے۔ خراسان میں ان کو حج بیت اللہ اور روضۂ نبوی کی زیارت کے لیے جانے کا ارادہ ہوا۔

حضرت رسالت پناہؐ اور اپنے پیر کی توجہ کر کے مراقبہ کیا۔ اور معلوم کیا کہ ان کے پیر کا وصال ہو چکا ہے۔ اور انھیں اپنے وطن فوراً واپس جانے کی ہدایت ہوئی چنانچہ وہ وہیں سے احمد آباد کے لیے روانہ ہو گئے۔ واپسی پر وہ سیدھے اپنے پیر کے مزار پر گئے

جہاں انہوں نے خرقہ اور فرمان خلافت حاصل کیا۔ اور اسی وقت انہیں اپنے پیر کی طرف سے قبر میں ندا کی صورت میں باجن کا لقب ملا۔ ان کے پیر شیخ رحمت اللہ کا وصال ہی ۸۰۷ھ / ۱۴۰۲ء میں ہوا تو اس سال یا اس سے قبل باجن کا برہان پور جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نہ صرف یہ بلکہ وہ اپنے پیر کے وصال کے بعد ایک مدت تک احمد آباد ہی میں مقیم رہے ہیں۔ خزانۂ رحمت اللہ میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک روز انہیں خیال آیا کہ اب جب کہ ان کی عمر چالیس سے زیادہ ہو گئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ سفر آخرت پیش آ جائے۔ اسی رات ان کے پیر نے خواب میں بشارت دی کہ تمہارے والد کی عمر ایک سو پچاس سال کی تھی اور تمہاری عمر ایک سو بیس سال کی ہے۔ اس لئے سفر آخرت کا کوئی اندیشہ نہیں اور تمہارا مقام برہان پور رہے اور تمہارا وصال بھی وہیں ہوگا۔ پھر "بعد از موت"، وہ بقول صاحب گلزار ابرار بیدر، دولت آباد، مانڈو کے سفر گئے اور واپس گجرات میں آکر آٹھ سال احمد آباد میں گذارے۔ اس کے بعد وہ برہان پور گئے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ اپنے پیر کے وصال یعنی ۸۰۷ھ / ۱۴۰۲ء کے کئی سال بعد برہان پور پہونچے۔ مدنی صاحب اور شیخ فرید نے صاحب گلزار ابرار کے حوالے سے لکھا ہے کہ باجن اپنے پیر کے وصال کے بعد چند سال اپنے پیر کے بھتیجے (صحیح چچا زاد بھائی) شیخ عطار اللہ کی خدمت میں گذارے۔ خزانۂ رحمت اللہ میں اسکی طرف کوئی اشارہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا۔

علمی دنیا میں خزانۂ رحمت اللہ گوجری زبان کے نمونوں کے قدیم ماخذ اور باجن ایک گوجری صوفی شاعر کی حیثیت سے روشناس ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس شہرت نے بہاؤ الدین باجن کی دوسری خوبیوں اور کمالات پر پردہ ڈال دیا ہے۔ ان کی اس ضخیم کتاب سے (نسخۂ کراچی تقریباً ساڑھے آٹھ سو صفحوں پر محتوی ہے) باجن کی غیر معمولی تبحر علم اور بے انتہا وسعت مطالعہ کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ باجن کو گوجری اور فارسی کے علاوہ عربی زبان و ادب پر قدرت کامل حاصل تھی۔ قارئین خود کتاب زیر اشاعت کے مطالعے سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ باجن نے کس طرح اور کس جانفشانی اور عرق ریزی سے اپنی کتاب میں اپنے پیر کے اقوال اور احوال سے کہیں زیادہ کلمات اور مناقب

مشائخ متعدد کتب معتبرہ سے جمع کر کے ان کی چھان بین کرنے کے بعد ان کو قلم بند کیے ہیں۔
انہوں نے جن کتابوں اور بزرگوں سے استفادہ کیا ہے۔ اسکی فہرست ملاحظہ ہو۔ تفسیر عباسی، تفسیر زاہدی، تفسیر ضحاک، تفسیر مغنی، صحیحین، بیان الفقہ از ابواسحٰق، فتاوی حجت، فتاوی حمادیہ، کشف المحجوب، کفایت شعبی، مواقیت، عوارف المعارف، تمہیدات عین القضات ہمدانی، رسالہ قشیریہ، عقیدۂ حافظ، شفاء ایمان نسب، رسالہ شمسیہ، گلشن راز، کنز، قدوری، ھدایہ، بزدوی، احیای علوم الدین، کیمیائے سعادت، رسالہ غوث الاعظم لوایح قاضی حمید الدین ناگوری، مرصاد العباد، ذخیرۂ خوارزم شاہی، مفتاح الجنان، وسیلۃ القلوب، تحفۃ التوحید، دلیل الحاجات، روح الارواح، حکایات الصالحین، توقیع العارفین خزینۂ مناقب، رموز الواہلین، مقصد الاقصیٰ، تجنیس خانی، منافع، اوراد خواجہ معین الدین چشتیؒ، اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی، ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء، ملفوظات برہان الدین، ملفوظات شیخ لطیف الدین دریانوش، تذکرۃ اولیاء عطارؒ وغیرہ۔

جن بزرگوں اور صوفی حضرات کے اقوال و بیانات وارشادات و مناقب بیان کیے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں: شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معروف کرخیؒ، سفیان ثوری، ابوحفص، حسین ابن منصور حلاج، شیخ عیسیٰ معاذ رازی، خواجہ جنید، شیخ بایزید بسطامی، شیخ علی دقاق، شیخ یحییٰ ترمذی، امیر مغربی، خواجہ حبیب عجمی، ابوعلی جرجانی، ابوسعید ابی الخیر، شیخ احمد غزالی، محمد حسین مکی، خواجہ معین الدین چشتیؒ، شیخ جمال الدین ہانسوی، حضرت نظام الدین اولیاء۔ برہان الدین غریب، شیخ زین الدین، مولانا وجیہہ الدین چندیری، مخدوم سید جلال الدین بخاریؒ، مخدوم سید محمد بن سید خواجہ وغیرھم۔

اس کے علاوہ باجن نے بہ کثرت فارسی شعراء کے کلام سے بھی اپنے بیان کی توضیح وتشریح کے لیے استفادہ کیا ہے۔ ان میں نامعلوم شاعروں کے علاوہ شیخ سعدی شیرازی، خواجہ حافظ، خواجہ کرک، امیر خسرو، مولانا رومی، جامی، مسعود بک وغیرہ شامل ہیں۔ باجن نے اپنے متعدد فارسی اشعار بھی اسی طرح نقل کیے ہیں۔ جن میں انکی دو غزلیں بھی شامل ہیں۔ اسی طرح باجن نے کئی جگہ عربی اشعار سے کام لیا،

ان سب کو بخوف طوالت یہاں درج کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

نتیجتاً خزانۂ رحمت اللہ گوجری ادب کے ایک قدیم ترین ماخذ کے علاوہ موضوع کے تنوع کے اعتبار سے بھی نہایت ہی اہم حیثیت کی مالک ہے۔ کتاب زیر اشاعت کے مقدمہ میں درج شدہ خزائن کی فہرست مطالب سے یہ بات واضح ہوگی۔ شغل، ورد، اوراد، اسرار و رموز معرفت، اصطلاحات صوفیہ اور دیگر نکات تصوف، و عرفان کے علاوہ خزانۂ پنجم میں جو دعوات، ادعیہ، حرزیات، و حزبیات کا مفصل بیان ہے۔ اس سے شاہ باجن کی ہمہ گیر شخصیت اور وسیع معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلاخوف و تردید کہا جاسکتا ہے کہ خزائن رحمت اللہ نہ صرف باجن کے، اپنے سلسلہ چشتیہ کے مریدوں اور معتقدوں کے لئے جن کے ارشاد و ہدایت کے لئے اصل میں یہ کتاب باجن نے تالیف کی ہے۔ بلکہ تصوف و عرفان الٰہی میں بالعموم دلچسپی لینے والوں کے لئے بھی ایک مستند کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ خزائن کی اس خوبی کی طرف تصوف اور صوفیائے کرام کے حالات قلمبند کرنے والوں کی توجہ مبذول نہیں ہوئی۔

خزائن کو جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا گیا ہے باجن کے گوجری کلام کے ماخذ کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔ غالباً یہ اولین کتاب ہے جس میں اس کے شاعر مصنف نے اپنی کتاب کے آخر میں ایک علیحدہ باب (خزینۂ ہفتم) میں اپنا گوجری کلام ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ گویا گوجری اشعار کی تدوین کا اس میں ہمیں قدیم ترین نمونہ ملتا ہے۔

گوجری کلام کے سلسلہ میں ایک اور اہم چیز جس پر باستثنائے شیرانی صاحب فاضل محققوں کی نظر نہیں پڑی وہ خزانۂ رحمت اللہ میں نقل شدہ دیگر بزرگوں کا ہندوی یا گوجری کلام ہے۔ شیرانی صاحب نے اس کتاب کے اپنے ناقص نسخہ سے شیخ حمید الدین صوفی ناگوری، شیخ فرید الدین گنج شکر وغیرہ کے کچھ ہندوی فقرے اور دوہرے نقل کئے ہیں۔ لیکن خزائن میں خود شیخ فرید الدین گنج شکر کے مزید کلام کے علاوہ حضرت نظام الدین اولیاء اور ان کے مرید باجن کے پیر کے جد امجد شیخ محمد الملقب شیخ لطیف الدین دریا نوشش، حضرت قطب عالمؒ وغیرہ کے دوہے اور شیخ یحییٰ منیری بہاری کا فسون وغیرہ درج ہیں۔ ان کے علاوہ کم از کم نصف درجن کے قریب نامشخص بزرگوں کے

ہندوی یا گوجری کلام کے نمونے ملتے ہیں جن کو باجن نے اپنے بیان کی توضیح و تشریح کیلئے نقل کیا ہے۔ یہ بلاشبہ نوھیں صدی ہجری یا اس سے قبل کے ہیں۔ راقم بخوف طوالت یہاں صرف خزائن کے کراچی والے نسخہ کے اوراق کا جہاں یہ اشعار اور نمونے ملتے ہیں۔ حوالہ دینے پر اکتفا کرتا ہے: حضرت گنج شکر وغیرہ کا کلام: صفحہ ۵۱، ۱۰۱، ۱۱۴، ۲۱۸، ۳۱۸ وغیرہ پر ہے۔ نامشخص بزرگوں کے گوجری اشعار: ۲۸، ۴۰، ۵۹/۹۶، ۲۷۲، ۵۱۲ وغیرہ پر ہیں۔

ان کے علاوہ خزائن رحمت اللہ میں باجن نے ذکر و ورد کے ہندی کلموں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ مثلاً: "ھون"، "وھی ہے"، "یہی ہے"، "اھیں ہے"، "ایہان تو"، "ادھی"، وغیرہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے دیگر علاقوں میں نہیں تو کم از کم گجرات اور برہان پور کے علاقے میں صوفی سلسلوں میں ہندوی یا گوجری زبان میں ذکر و اشغال کا رواج تھا۔

نیز باجن خزائن میں مقامی زبان کے جسے عموماً ہندوی کہتے ہیں۔ متعدد الفاظ استعمال کئے ہیں مثال کے طور پر ہیر کی (ٹٹی)، ٹھگ، بجنتر (مزامیر)، ھیۓ (دل)، منڈل (راجہ خوب) سنیلا (چیچک)، پیٹر (درد)، کاتھہ، سپاری، کہرل (بادن)، بھانبھنی، انبولی، سودھا وغیرہ۔ اس طرح مختلف نسخہ جات، تراکیب وغیرہ والے حصے میں بے شمار جڑی بوٹیوں، اشیار اور مختلف چیزوں کے صرف مقامی نام دئے ہیں جنکی طویل فہرست تیار کی جاسکتی ہے۔

خزائن رحمت اللہ کی تاریخی اہمیت پر کتاب ہذا کے مصنف شیخ فرید صاحب نے مستقل عنوان کے تحت کافی روشنی ڈالی ہے۔ راقم یہاں باجن نے ضمناً جو ایک نہایت اہم اطلاع بہم پہنچائی ہے اسکی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے۔ باجن اپنے پیر کے والد بزرگوار شیخ عزیز اللہ متوکل رح کے مزار واقع مانڈو کے بیان میں ایک نہایت اہم انکشاف کرتے ہیں۔ کہ پایان روضۂ مخدوم شیخ عزیز اللہ سلطان احمد شاہ گجراتی کے بیٹے مبارک خان کا چبوترہ ہے۔ تاریخ کے اوراق اس گجراتی شاہزادے کے نام سے نا آشنا ہیں۔ چہ جائے کہ اس کے مدفن اور دیگر حالات سے۔ ادھر دو سال پہلے شاہزادے کے وجود کا گجرات کے سابر کانٹھا ضلع قصبہ پرانتیج کی ایک مسجد کے کتبے کے ذریعے پتہ چلا جو اس وقت تعمیر ہوئی تھی جب شاہزادہ مبارک خان اس نواح کا حاکم یا گورنر تھا۔ اس کے علاوہ اس شاہزادے کے بارے میں کچھ اور معلوم نہ تھا۔

خزائن سے ہمیں پہلی مرتبہ اس شاہ زادے کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف دانشمند اور دلنشیں سیرت تھا۔ بلکہ وہ حافظ قرآن اور قاری سبع قرأت تھا۔ شیخ فرید کے اقتباس میں لفظ حافظ چھوٹ گیا ہے۔ اسی طرح خزائن رحمت اللہ سے ہی گجرات کے مشہور وزیر اور امیر ملک عماد الملک ملک شعبان کے بارے میں پہلی مرتبہ یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی شیخ رحمت اللہ سے نسبت ارادت رکھتا تھا۔ اس کتاب میں گجرات اور مالوہ کے چند ایسے امیروں کے نام بھی ملتے ہیں جن کے بارے میں تاریخ کی کتابیں خاموش ہیں۔

جیسا کہ شیخ فرید صاحب نے لکھا ہے باجن اپنے کلام کو جکری بزبان ہندوی کہتے ہیں۔ قدیم اردو یا گوجری کی اس صنف سخن کی ابھی تک تشفی بخش وجہ تسمیہ سامنے نہیں آئی۔ نہ اسکے بارے میں خاطر خواہ تحقیق ہوئی ہے۔ شیرانی صاحب نے اسے ذکر یا ذکری کی ہندوستانی اثرات میں بگڑی ہوئی شکل قرار دیا ہے۔ اور یہ تاویل عام طور پر صحیح مانی جاتی ہے۔ ڈاکٹر مدنی نے ایک اور وجہ تسمیہ بیان کی ہے اور وہ یہ کہ اگر جکری کے درمیان حرف کو "گ" پڑھا جائے تو جگری کے معنی جگر یا دل سے نکلی ہوئی بات ہوں گے۔ جیسے موسیقی میں جگری اس لے کو کہتے ہیں جو از خود دل سے نکلی ہوئی ہو یعنی اکتسابی نہو۔ اسی طرح جگری اشعار کے معنی جو دل سے آمد کیوجہ سے نکلے ہوں۔ ہو سکتے ہیں۔ (سخنوران، ص ۵۰) ڈاکٹر گیان چند جین ان دونوں تاویلات کو بیان کرتے ہوئے شیرانی صاحب کی تاویل کو صحیح گردانتے ہیں۔

ایک عرصہ ہوا راقم کے ذہن میں ایک اور تاویل آئی تھی جس کا ذکر وہ نجی صحبتوں میں فارسی کے اساتذہ اور دیگر محققوں سے کرتا رہا ہے۔ لیکن اپنے خیالات کو قلمبند نہ کر سکا۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر وہ جکری کے وجہ تسمیہ اور اسکے صحیح تلفظ کے بارے میں اپنے خیالات کو اختصار کیساتھ محققین کے سامنے پیش کرتا ہے۔

راقم کے خیال میں لفظ جکری نہ ذکر یا ذکری کی بگڑی ہوئی شکل ہے نہ اس کا دوسرا حرف گاف فارسی ہے۔ بلکہ یہ لفظ دراصل چکری (چ۔ک۔ر۔ی) ہے جیسے کسی کاتب نے حرف چ کے تین نکتوں میں سے ایک کو حرف ج کے نیچے اور دو کو یائے تحتانی کے دو نکتوں کی شکل میں یعنی جکری لکھا اور یہ املا چل پڑا اور رائج ہو گیا۔

جکری صوفیانہ گیت ہے جو مختلف راگ راگنیوں اور پردوں میں تصنیف ہوتا تھا۔ اور جسے باقاعدہ موسیقی دان قوال گاتے تھے۔ صوفی شاعروں کے ساتھ عموماً قوال ہوتے تھے۔ مثلاً باجن کے معاصر قاضی محمود دریائی (م سنہ ۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء) جن کی جکریاں بقول شیخ عبد الحق محدث دہلوی صاحب اخبار الاخیار (بہت مطبوع، موثر اور بے تکلف ہیں اور جن سے وجد کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ ہر وقت ان کے خاص قوال رہتے تھے۔ جو انکی تصنیف کردہ جکریاں حسب موقعہ اور محل گا کر سناتے تھے۔ جکری کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ وہ اہل دل پر وجد کی حالت طاری کر دے اور جن پر یہ حالت طاری ہوتی تھی وہ رقص میں آجاتے تھے۔

جکری کو اردو کی دوسری اصناف سخن سے مشخص کرنے والی اس رقت آور اور وجد آفرین خصوصیت سے راقم کے ذہن میں یکایک یہ خیال آیا کہ اس لفظ کا تعلق فارسی یا عربی سے نہیں لیکن ہندوی سے ہی ہے اور وہ جکری نہیں بلکہ چکری ہو۔ منظوم صوفیانہ کلام یا گیت جو کسی ایک راگ یا راگنی کے تحت باندھا جاتا تھا۔ بعض سلسلوں کے بزرگوں کے حلقوں میں مزامیر کے ساتھ گایا جاتا تھا اور اسے سن کر حلقے بنائے ہوئے یہ حضرات پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ اور وہ بے اختیار رقص کرتے گول گول گھومتے یا چکر لگاتے تھے۔ اس حالت کو فارسی زبان میں "بہ چرخ آمدن" کے محاورے سے ادا کیا جاتا ہے۔ خود باجن نے اپنے پیر کے خرقہ حصول کے حالات بیان کرتے ہوئے اس اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب وہ اپنے پیر کے وصال کی خبر پا کر احمد آباد واپس لوٹے اور ان کے مزار پر حاضری دی تو وہاں ان کے پیر کے چچازاد بھائی شیخ عطاء اللہ بھی جن کے سپردان کا خرقہ اور فرمان خلافت ہوا تھا موجود تھے۔ انہوں نے اپنے گھر سے اس امانت کا بستہ منگوا کر کھولا اور خرقہ ان کے پیر کی قبر کو پہنایا (نہ کہ قبر پر رکھا جیسا کہ مدنی صاحب[۴۴] کی تصنیف کردہ گوجری نظم (جکری) گانا شروع کیا جب وہ اس سخن پر پہنچے کہ

شاہ رحمت اللہ ھمنہ بلاؤ	تم باج لاگوں کس کے پاؤ
تو قبر سے ندا آئی کہ	باجن لاگے میرے پاؤ

۴۴۔ اور شیخ زید نے لکھا ہے) اور فرمانِ خلافت اس کے پاس رکھا اور قوالوں نے باجن

یہ سن کر باجن پر رقت طاری ہوئی اور وہ وجد میں آگئے، ساتھ ساتھ خرقہ بھی قبر مبارک سے اچھل کر صوفیوں کیطرح (باجن کے گرداگر) چکر لگاتا رہا (اصل صوفی وار چرخ می زد) پھر ندا آئی کہ میپوشش کر حق تست (یعنی لو کہ یہ تمہارا حق ہے) باجن نے اپنے دونوں ہاتھ اونچا کئے اور خرقہ نے خود بخود اپنے آپ کو باجن کے بدن کو پہنا دیا (خزانہ ص ۶۵)

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ نظم کی یہ مخصوص صنف کا تعلق صوفیوں کے وجد و رقص سے ہے اور اس لیۓ راقم کے دماغ میں ہر وقت یہ خیال گشت کرتا رہا کہ لفظ جکری اصل میں چکڑی ہونا چاہیۓ۔ لیکن چونکہ اس بارے میں کسی قطعی نیصلہ پر آنے کیلیۓ مزید ثبوت یا کم از کم قرائن درکار تھے۔ اس لیۓ وہ اپنے خیالات کو صفحۂ قرطاس پر لانے سے احتراز کرتا رہا۔

اس دوران ۱۹۹۰ء میں گجرات ودیاپیٹھ کے شعبۂ ہندوستانی، اردو کی جانب سے گوجری سیمینار پروفیسر محی الدین بومبے والا کی سربراہی میں منعقد ہوا اس میں بڑودہ مہاراجہ سیاجی راؤ یونیورسٹی کے شعبۂ ہندی کے صدر پروفیسر ڈاکٹر رمن لال پاٹھک نے بحث مباحثہ کے دوران بتایا کہ گجرات کے ہندو شعرار نے بھی اس صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اور وہ اسے چکڈی یا چکڑی کہتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ ان شعرار چکڈی یا چکڑی نظموں پر گجراتی زبان میں ایک مضمون بھی شائع کر چکے ہیں۔ موصوف کے مذکورہ مضمون میں اس صنف سخن کو گجراتی رسم الخط میں (چکڈی یا چکڑی) لکھا ہے۔ گجراتی زبان میں لفظ چکڑ سنسکرت کے لفظ چکر سے آیا ہے جو فارسی کے لفظ چرخ کی ایک شکل ہے۔ اس کے معنی چکر یا گول گول گھومنا، حلقوں میں پھرنا وغیرہ ہوتے ہیں گجراتی میں اسکا تصغیر چکڑ ڈی ہے جس کا مخفف ہی چکڈی یا چکڑی ہے۔

مندرجہ بالا حقیقت کے پیش نظر کہ گجرات کے سنت شاعروں نے بھی صوفیانہ گیتوں کو جکری سے نہیں بلکہ چکڈی یا چکڑی سے موسوم کیا اور لکھا ہے راقم کے خیال کو تقویت ملی اور اسکی ایک اور جگہ سے تائید ہوئی۔ حضرت شاہ عالم بخاری (م ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء) کے ملفوظات الموسوم بہ جمعات شاہیہ کی جلد ششم کے علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری کے مخطوطے میں اس صنف کا بار بار ذکر ملتا ہے اور ہر جگہ اس کو جکری یا جکری نہیں لیکن چکری لکھا ہوا پایا گیا ہے۔

یہ نسخہ غالباً گیارہویں صدی کے وسط کا ہے۔ غرض راقم کے خیال میں بالخصوص گجرات کے ہندو شعراء کے چکڈی یا چکڑی املاء کے پیش نظر اس صنف سخن کو چکری یا چکڑی کہا اور لکھا جاتا رہا ہوگا اور بعد میں کسی کاتب نے جیسا کہ مخطوطات میں دیکھا گیا ہے۔ جیم فارسی کو جیم عربی سے لکھنا شروع کیا اور چکری کی جگہ جکری کا املاء رائج ہو گیا۔

یہاں ایک اور غلط فہمی کیطرف اشارہ بے جا نہو گا۔ عام طور پر خزانۂ رحمت اللہ کو ملفوظ سمجھا اور کہا جاتا ہے جو اس کے محتویات کے پیش نظر صحیح نہیں ہے۔ یہ فوائد الفواد، خیر المجالس، جوامع الکلم یا جمعات شاھیہ کی طرف پیروں کے صرف ارشادات یعنی ملفوظات کا مجموعہ نہیں ہے۔ لیکن باجن کے پیر کے سلسلہ کے مریدوں اور معتقدوں کے رشد وارشاد کے لئے اپنے پیر اور ان کے آبا و اجداد کے حالات اور اقوال، مختلف صوفی سلسلوں اور متعلقہ امور کے مسایل، اوراد، اشغال وغیرہ پر مشتمل ایک مستقل تصنیف ہے۔ اس میں باجن کے پیر کے براہ راست اقوال وارشادات بہت کم نقل ہوئے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ سالکان طریقت، مریدوں اور معتقدوں کے دنیوی مفاد کی چیزیں مثلاً ادویہ، تراکیب نسخہ جات وغیرہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اسے تصوف کا رسالہ، دستور العمل کہہ سکتے ہیں ملفوظ نہیں۔

آخر میں قدیم اردو یا کہی گوجری میں دلچسپی رکھنے والے علمی حلقوں کی (گجرات میں تو ایسا کوئی حلقہ باقاعدہ طور پر وجود میں آیا ہی نہیں ہے۔) اس بے توجہی کی طرف یہاں اشارہ کرنا بے جا نہوگا کہ انہوں نے شیرانی صاحب کے اس بیان کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جو ان کے سنہ ۱۹۳۰ء میں شایع شدہ مضمون "اردو کے فقرے اور دوھرے آٹھویں اور نویں صدی ہجری کی فارسی تصنیفات سے" میں ملتا ہے۔ انھوں نے اس وقت فرمایا تھا کہ ہم بالفعل انھی نمونوں پر اکتفا کرتے ہیں یہ مضمون مزید تلاش وتحقیقات کا متقاضی ہے .... اس تمام سلسلۂ ادب جو ہندوستان میں آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں بہ ذیل تصوف تالیف ہوا ہے اگر باقاعدہ تحقیق وتلاش سے کام لیا جائے تو بے شمار اور ایسے فقرے ہمیں نظر آئیں گے (مقالات ۱م ۱۵۶) شیرانی صاحب کے اس بیان کی تصدیق گجرات کے نویں اور دسویں صدی کے کئی بزرگوں کے ملفوظات میں

ملتے ہیں۔ تفصیلات میں جانے کا یہ موقعہ نہیں لیکن اس موضوع میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ جمعات شاہیہ کی مذکورہ بالا جلد میں خود حضرت شاہ عالم بخاریؒ کی بچپن میں کہی ہوئی گوجری نعتیہ نظم کے چھ شعر پائے جاتے ہیں۔

اس بے اعتنائی کے پیش نظر ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر شیخ فرید کی مساعی جمیلہ قابل صد مبارک باد ہیں۔ ہمیں ان کی شاہ بہاء الدین باجن کے حالات اور ان کی تصنیف خزائن رحمت اللہ کے مفصل جائزہ پر مشتمل اس کتاب کو جو اردو ادب میں بلاشبہ ایک گراں بہا اضافہ ہے ہمیں یقین ہے کہ علمی حلقوں میں تحسین کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ اردو زبان وادب کے محققین عموماً اہل گجرات خصوصاً شیخ فرید کے زیر بار احسان ہیں کہ انھوں نے خزانہ رحمت اللہ کے نسخوں کا سراغ لگایا اور ایک مکمل نسخہ کا زیروکس حاصل کر کے اس کا بغور مطالعہ کیا اور گوجری اشعار کے متن کا دیگر نسخوں سے نہایت جانفشانی او عرق ریزی سے مقابلہ کر کے یہ کتاب تالیف فرمائی۔ بدقسمتی سے پچھلے چند سال سے موصوف فالج میں مبتلا ہیں جسکی وجہ سے وہ اپنی اس تالیف پر نظر ثانی نہ کر سکے۔ ورنہ نقش ثانی یقیناً اس نقش اوّل سے بہتر ہوتا۔ بہرحال راقم کے لیے بھی اس کتاب کی تالیف اور اشاعت باعث مسرت ہے۔

حسن اتفاق سے درگاہ حضرت پیر محمد شاہؒ ٹرسٹ کتب خانہ جسکے زیر اہتمام یہ کتاب شایع ہو رہی ہے۔ اس شطاری سلسلہ کے بزرگ حضرت پیر محمد شاہ المتلخص باقدس کی یادگار ہے جو خود فارسی اور دکنی گوجری زبانوں میں شعر کہتے تھے اور جو صاحب تصانیف ہیں۔ گجرات کے محسن اور اس کتابخانہ سے جن کا قریبی تعلق رہا ہے وہ مرحوم مولانا سید ابو ظفر صاحب ندوی نے حضرت پیر محمد شاہؒ کے حالات تذکرۂ اقدس کے نام سے شایع کئے ہیں، اور انکی دیگر تصنیفات عشق اللہ وغیرہ بھی درگاہ کمیٹی کی جانب سے شایع ہوئی ہیں۔

اس کتاب میں کوئی شک نہیں کہ کتاب ہذا کی اشاعت ایک بیش بہا علمی خدمت ہے جس کے لئے ٹرسٹ کے ٹرسٹی صاحبان، مینجنگ کمیٹی کے چیرمین صاحبان، ممبر صاحبان، لائبریری کمیٹی کے چیرمین صاحبان، ممبر صاحبان اور کمیٹی کے کارمند حضرات

کے علاوہ اس اشاعتی اور تالیف و تدوین کے پروگرام کے روح رواں پروفیسر محی الدین بمبے والا صرف گجرات میں ہی نہیں بلکہ شبہ قارہ ہند و پاکستان و بنگلادیش کے اردو زبان اور ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے شکریہ کے مستحق ہیں۔

حضرت شاہ بہاؤالدین باجن

۷۹۰ھ ۹۱۲ھ

حالات و ہندوی کلام

اردو زبان کے آغاز و ارتقاء کے مختلف نظریات اردو کی لسانی اور ادبی تاریخ کے دلچسپ مباحث ہیں۔

اردو کب پیدا ہوئی ؛ کہاں پیدا ہوئی ؟ کس علاقے کی زبان اور بولی پر اس کی بنیاد ہے اس میں پہلے شعر کہے گئے یا نثر لکھی گئی ؟ پہلی غزل / مثنوی کس نے کہی ؟ نثر کا پہلا مصنف کون ہے ؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان امور پر فکر انگیز تحقیقات کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ آئے دن علمی اور ادبی انکشافات سے نئی باتیں سامنے آتے جاتی ہیں۔ تحقیق کا دروازہ کھلا ہوا ہے اس میں کوئی بات حرفِ آخر کی حیثیت نہیں رکھتی۔

اردو زبان کے اوّلین نقوش صوفیائے کرام کے ملفوظات میں ملتے ہیں۔ ان بزرگوں نے دین کی تبلیغ اور اپنے پیغامات و تعلیمات کے اظہار و ابلاغ کے لئے اس زبان کو اپنا ذریعہ بنایا اور اس زبان کو ادبی سطح پر لانے کی سعی بلیغ کی۔ ان ملفوظات میں اس زبان کے قدیم ترین نمونے ملتے ہیں۔ جو لسانی اور ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔

مولوی عبدالحق صاحب نے " اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا حصّہ " میں لکھا ہے ۔

" و توہم نہ کنند کہ اولیا اللہ بغیر از زبان عربی تکلم نہ کردہ ۔ زیرا کہ جملہ اولیا اللہ در ملکِ عرب مخصوص نہ بود۔ بلکہ بہر ملک کہ بودہ زبان آں ملک را بکار بردہ اند و گمان نکنند کہ شیخ اولیا اللہ قطب الاقطاب خواجہ بزرگ معین الحق والملۃ والدین قدس اللہ سرہ بدیں زبان سخن فرمودہ بعد ازاں حضرت خواجہ

گنج شکر زبان ہندی و پنجابی بعضے از اشعار نظم فرمودند۔ چنانکہ در مردم مشہور اند۔ از دوہرہ سورٹھ و امثال آں نظم نمودہ۔ ہم چناں ہر یکے از اولیا، بدیں لسان تکلم می فرمودند تاکہ عہد خلافت ایشاں با تحقق مدقق رسید دوے دریں زبان بسیارے از مصنفات و رسائل و مطولات تصنیف و یکے از مصنفاتِ وے اکھروتی است۔" [1]

حالات: نویں صدی ہجری کے مشہور صوفی بزرگ شاہ باجنؒ کا نام شاہ بہاؤ الدین اور والد کا نام حاجی معز الدین اور لقب و تخلص باجن ہے۔

حاجی معز الدین مولانا احمد مدنی کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہ موصوف نے اپنے ملفوظ "خزائنِ رحمت" میں اپنا سلسلۂ نسب یوں بیان کیا ہے۔

"بہاؤ الدین الملقب بہ باجنؒ ابن معز الدین ابن علاؤ الدین ابن شہاب الدین ابن شیخ عبد الملک المعروف بہ شیخ ملک و قبیل ملک شاہ ابن احمد القریشی الخطابی ابن اعظم"۔ [2]

یہ سلسلۂ نسب اس طرح حضرت آدم علیہ السلام تک چلا جاتا ہے۔ سلسلہ میں اسماء کے اختلافات کے بارے میں مرقوم ہے کہ۔

"پس از عدنان اسامی بسیار اختلاف است و پیش از عدنان اکثر اختلاف نیست۔" [3]

عاشقِ رسول مولانا احمد مدنی کے متعلق صاحب گلزارِ ابرار نے لکھا ہے کہ ابو مدین کے مریدوں میں سے تھے۔ عارف کامل اور زاہد مرتاض تھے۔ علم حدیث اور تفسیر میں انھیں طولیٰ حاصل تھا

رسالہ ص۳۔ انجمن ترقی اردو علی گڑھ ۔ اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ ص۳۔ عبارت میں شعر کبیر کی تفصیل کتاب یا مضمون

[1] (footnote text as above)

[2] خزائنِ رحمت (قلمی) ص۱، تاریخ برہان پور ص۱، اذکار ابرار ص۱۴۲، گلزار ابرار (قلمی) ورق ۱۳۰

[3] خزائنِ رحمت ص۱۱

علم حدیث کی اکثر مشکل مقامات پر حضور سرورِ کائنات صلعم سے حاصل کر لیا کرتے تھے ہمیشہ نصف شب گذر جانے کے بعد روضۂ اقدس پر آستانہ بوسی کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور حرم محترم کے دروازے کھل جاتے تھے۔ [1]

ایک مرتبہ مولانا احمد مدنی کے دل میں سیر و سیاحت کی خواہش پیدا ہوئی۔ اپنے فرزند شیخ عبدالملک یا ملک شاہ کو ہمراہ لیا چند عزیز ہم سفر طلبہ بھی ہمراہ تھے۔ عراقین، خراسان، ماوراء النہر اور سندھ کی سیر کرتے ہوئے دہلی آ پہنچے۔ دہلی میں چند سال حدیث کا درس دیا دہلی کا بادشاہ ان کا معتقد ہو گیا۔ اور ان کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی" [2]

چند سال بعد مولانا احمد مدنی اپنے ہمراہیوں کے التماس پر اپنے وطن واپس چلے گئے اور شیخ ملک نے دہلی کو اپنا وطن بنا لیا [3]

شیخ عبدالملک کے یہاں شیخ شہاب الدین اور شیخ شہاب الدین کے یہاں شیخ علاؤالدین اور شیخ علاؤالدین کے یہاں حاجی معزالدین فرزند پیدا ہوئے۔ [4]

اس متقی اور متورع خاندان کے چشم و چراغ حاجی معزالدین مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کے مرید تھے۔ سات مرتبہ حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہو چکے تھے۔ تین حج تنہا کئے۔ اور باقی اپنی والدہ کے ساتھ ادا کئے۔

بزرگوں کے وطن کے دیدار کی تمنا نے حاجی معزالدین کو سفر حجاز پر اکسایا۔ انتظام کر کے گجرات پہنچے تو اس کی دامن گیر خاک نے انھیں عیال داری میں پھنسا دیا۔

احمد آباد میں ۹۰۰ھ میں شاہ باجن پیدا ہوئے۔ جب ان کی عمر چار سال کی ہوئی تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ خزائن رحمت میں وصال کے وقت ان کی عمر ۱۵۰ سال بیان

---

[1] ترجمہ گلزار ابرار، اذکار ابرار صـ۲۱۲، گلزار ابرار ورق ۱۳۹

[2] خزائن رحمت "صـ۵۹" بادشاہ دہلی بسیار معتقد شد و دختر خود را بہ پسر ایشاں کارِ خیر کردہ دادہ۔
تاریخ برہان پور صـ۱۰۲ تذکرۂ اولیائے دکن [3] خزائن رحمت صـ۵۹

[4] خزائن رحمت صـ۵۹ اولیائے دکن ۱۳۹ اسال صـ۱۸۸

کی گئی ہے [۱]

دیگر تذکرہ نویسوں کے بیانات میں اختلاف ہے [۲] شاہ باجن کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں تذکرے خاموش ہیں۔ خزائن رحمت کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو عربی فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ ہندوی زبان بھی خوب جانتے تھے۔

ارادت و بیعت: صاحب خزینۃ الاصفیا [۳] نے شاہ باجن کو شیخ عزیز اللہ متوکل کا مرید لکھا ہے مگر وہ خود اپنے "خزائن رحمت" میں شیخ رحمت اللہ سے اپنی ارادت کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور بار بار خود کو شیخ رحمت اللہ کا غلام اور مرید لکھتے ہیں۔ خزائن رحمت میں انھوں نے اپنی ارادت کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ میں پندرہ سال کا ہوا تو میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ مجھ کو مرید کرا دیں۔ اس وقت ان کی والدہ نے ان کے بچپن کا واقعہ بیان کیا کہ "تمہارے والد حاجی معزالدین مخدوم جہانیاں کے مرید و خلیفہ تھے ان کے پوتے سید برہان الدین قطب عالم احمد آباد میں تھے۔ اور ان کی والدہ کو بہن کہتے تھے ایک روز حاجی موصوف کے ہمراہ سید قطب عالم کے گھر گئے۔ حاجی موصوف نے خدا سے اس فرزند کی درازی عمر کی درخواست کی۔ حضرت نے نام دریافت کیا تو عرض کیا کہ اس کا نام بہاؤالدین ہے۔

سید موصوف نے بہاؤالدین ذکریا کہہ کر یا ذکریا کہہ کر سر اٹھایا اور ملتانی زبان میں کہا

"اسار بابہاؤالدین اللہ لود وسو تہائی"

"اور میٹھے چاول کھلا کر رخصت کر دیا" [۴]

یہ شاہ باجن کے بچپن کا واقعہ ہے جب شاہ باجن نے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی تو ان کی والدہ نے سید برہان الدین قطب عالم سے مرید ہونے کا مشورہ دیا۔

---

[۱] خزائن رحمت ص ۵۸ تاریخ برہان پور ۹۱۲ھ ارسال ص ۱۰۲

[۲] مثلاً اذکار الابرار ایک سو چالیس سال ص ۲۱۲

[۳] خزینۃ الاصفیا ص ۱۳۱ جلد اول (شیخ علی متقی کے بیان میں) اخبار الاخیار ص ۲۱۲

[۴] تذکرہ اولیائے دکن ص ۱۰۹، تاریخ برہانپور ص ۱۰۲، اذکار ابرار ص ۲۱۳ (۱۳۱ سال)

وہ اپنی والدہ کے ہمراہ ان کے گھر گئے۔ والدہ نے اندر جا کر حضرت قطب عالم سے انہیں مرید کرنے کی درخواست کی۔ شاہ باجن جماعت خانہ میں تھے۔ انہوں نے شاہ موصوف کو دیکھ کر کمال حیرت سے ان کی بزرگی اور عظمت کی تعریف کی اور فرمایا کہ ان کی ارادت ہماری طرف نہیں ہے۔

ان کی والدہ نے ناراض ہو کر ان کے یہاں آنا جانا بند کر دیا۔ سید برہان الدین نے لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ فرزند کو مرید نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہیں سید موصوف نے شاہ باجن کو مرید کرنے کے لئے طلب کیا وہ آمادہ ہو گئے۔

شاہ باجن کے چچا زاد بھائی شیخ میاں، شیخ رحمت اللہ کے مرید تھے اور وہ اپنے مرشد سے ملنے جا رہے تھے باصرار شاہ باجن کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا وہ اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر وہاں چلے گئے۔ شیخ رحمت اللہ کے جماعت خانہ میں پہنچے۔ شیخ موصوف گھر میں تھے ان کو اطلاع دی گئی خادم نے آکر کہا وضو کر کے آتے ہیں جیسے ہی شیخ رحمت اللہ جماعت خانہ میں آئے شاہ باجن کی نظر ان کے قدموں پر پڑی وہ سجدہ میں گر گئے۔ شیخ رحمت اللہ نے ان کو مرید کیا اور انہیں اپنی کلاہ پہنا دی۔

اکیس برس تک شیخ کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا اور ولایت کے درجہ پر پہنچے پھر اجازت لے کر خشکی کی راہ سے سفرِ حجاز پر روانہ ہوئے دہلی سے خراساں پہنچے خراساں سے زیارت کعبہ کو روانہ ہوئے وہاں مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت سرورِ کائنات نے ان کے پیر سے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے مرید سے کہہ دیں کہ حج قبول ہوا۔ اب لوٹ کر برہان پور خاندیس میں قیام کریں اور طالبان علم و عرفان کی ہدایت و رہنمائی کریں۔[1]

اس کی تعبیر انہوں نے پیر کی رحلت سے کی۔

---

[1] تذکرۂ اولیائے دکن ص ۱۸۹،
اذکار ابرار ص ۲۱۳
گلزار ابرار ورق ۱۳۹ اب ، خزان رحمت ص ۷۵

شیخ رحمت اللہ کے کوئی فرزند نہ تھا۔ انھوں نے اپنے بھتیجے شیخ احمد عطاء اللہ ابن شہر اللہ کو ایک خاص خرقہ سپرد کیا کہ وہ اسے شیخ باجن تک پہنچا دیں۔ جب شاہ باجن نے ہندوستان کی طرف مراجعت کی تو شیخ رحمت اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔

خانقاہ میں پہنچے اور آستانہ بوسی کا شرف حاصل کیا۔ شیخ ابواحمد نے خرقہ اور فرمان ان کو دے دیئے شاہ باجن نے خرقہ قبر پر اور فرمان قبر کے پاس رکھدیا اور مؤدب کھڑے ہو گئے۔ قوالوں نے گانا شروع کیا جب اس سخن پر پہنچے ؎

شاہ رحمت اللہ منجہ پی بلاؤ
تم باج لاگوں کس کے پاؤ

تو قبر سے ندا آئی

باجن لاگے تیرے پاؤں [1]

اس روز سے باجن ان کا لقب مشہور ہو گیا۔

چند سال انھوں نے شیخ احمد عطاء اللہ کی خدمت میں گزارے۔ ایک روز احمد آباد میں انھیں خیال آیا کہ ان کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو گئی ہے۔ شاید ان ایام میں سفر واقع ہو جائے اس رات شیخ رحمت اللہ کو خواب میں دیکھا کہ صحن میں کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔

"ای شیخ باجنؒ عمر پدر شما صد و بیست سال است، مقام شما در شہر برہانپور است، وصال شما ہما بجا خواہد شد" [2]

شیخ باجن کی عمر کا بڑا حصہ سیاحی میں گزرا وہ سندھ سے خراسان تک اور دکن سے سیلون تک سفر کر چکے تھے۔

---

[1] تذکرہ اولیائے دکن ص۱۰۹ — اذکار ابرار ص۲۱۳
گلزار ابرار ورق ۱۳۹ ب — خزائن رحمت ص۷۵

[2] خزائن رحمت ص۱۳

"ایں فقیر از طرف سندھ تا خراسان و از طرف دکن تا سیلان مسافرت نمود"۱
سلطان غیاث الدین (۸۷۳ - ۹۰۵ھ) کے زمانہ میں وہ شیخ عزیز اللہ متوکل
کے روضہ کی زیارت کے لئے مانڈو بھی گئے تھے۔

ایک مدت کے بعد انہیں روضہ خلد باد عرف روضہ میں واقع شیخ برہان الدین اور
شیخ زین الدین کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہونے کا خیال آیا تین رات تک جو معاملہ پیش
آیا اس کو یوں بیان کیا ہے۔

"ہمدر داں سہ شب متواتر در معاملہ فرمودند کہ وصال ما شدہ است' امانت بہ
شماست و شہر برہان پور حوالہ شما کردیم و اجازت نامہ نوشتہ دادند"۲

ان دنوں شیخ جیون حضرت برہان الدین غریب کے روضہ کے امیر تھے۔ ان کو
حضرت موصوف نے خواب میں فرمایا کہ شیخ باجن زیارت کے لئے آرہے ہیں ان کو امانت دے
دیں جب شیخ باجن وہاں پہنچے تو انھوں نے تاخیر کی خواب میں ان کو تاکید کی گئی دوسرے
دن امانت ان کے سپرد کردی۔

اس کے بعد شیخ برہان الدین نے شاہ باجن سے معاملہ میں فرمایا کہ برہانپور ہمارا مقام
ہے اسے ہم نے تمہارے سپرد کیا۔

اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"بعد ازاں حضرت شیخ برہان الدین ایں فقیر را در معاملہ فرمودند کہ برہان پور
مقام ماست حوالہ بہ شما کردیم" ایں فقیر را وداع کردہ بہ برہان پور فرستادند"۳

وہ دولت آباد سے بیدرہ پہونچے۔ بیدر میں شیخ منجھلے منصور زماں مسعود بک
کے خلیفہ تھے ان کی خدمت میں چلہ کشی کی اور خرقہ مسعودی حاصل کیا۔

---

۱ خزائن رحمت ص۲۷

۲ خزائن رحمت ص۴۷

۳ خزائن رحمت ص۴۷

پھر وہ گجرات لوٹے اور یہاں آٹھ سال تک خلوت و ریاضت کی [۱]

اس کے بعد برہان پور میں قیام کے دیرینہ فرمان کی تعمیل کا وقت آیا۔ وہ برہانپور کی طرف متوجہ ہوئے اور خانہ پورہ (نو تعمیر برہان پورہ) میں قیام کیا۔ شہر کے حکام اور مشائخ کرام انہیں شہر میں لائے، یہاں ان کے واسطے گھر، خانقاہ اور جامع مسجد تعمیر ہوئی۔

برہان پور میں قیام :-

برہان پور میں شاہ باجن کے قیام کی مدت کا تعین مشکل ہے۔ چالیس برس کی عمر میں احمد آباد کے خواب، سفر اور بعد میں آٹھ سال تک قیام احمد آباد کو محسوب کیا جائے تو تقریباً ۵۵/۶۰ سال ہوتے ہیں گویا انھوں نے عمر کا نصف سے کم حصہ یہاں گذارا [۲]

اگر تعمیر مسجد سن بنیاد ۸۸۸ھ سے ۴/۵ سال قبل برہان پور میں اقامت گزینی کا شمار کریں تو تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ برہان پور میں وہ زہد و عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے اور رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے۔

برہان پور میں شیخ حسام الدین (متوفی ۹۶۰ھ) نے علی متقی کو ان کا مرید کرایا

" اولاً پدر والا قدر او را در عمر ہفت سالگی بخدمت شاہ باجن کہ در برہان پور سکونت داشت مرید کرد " [۳]

شاہ باجن نے بقیہ عمر طالبان علم و معرفت کی رشد و ہدایت میں خانقاہ میں بسر کی۔ ان کی ذات تصوف اور علم باطن کی سر چشمہ تھی اس سے ہزاروں سالکانِ معرفت فیضیاب ہوئے۔ برہان پور انکے فیوض و برکات کے انوار سے منور ہو گیا اور یہ فیض آج تک جاری ہے۔

---

[۱] اذکار ابرار ص ۲۱۳

[۲] شاہ باجن، تاریخ پیدائش ۷۹۰ھ، تاریخ وفات ۹۱۲ھ

[۳] خزینۃ الاصفیاء، ص ۴۲۲ شیخ علی متقی ۸۸۵ھ میں برہان پور میں پیدا ہوئے۔

(بحوالہ اخبار الاخیار ص ۳۰۹)

وفات:۔ شاہ باجن سنہ ۹۱۲ھ میں واصل بحق ہوئے [۱] قطعات تاریخ وفات ملاحظہ ہو

شاہ باجن در زمانش قطب بود   رخت خود را چوں بسوی حق ربود
از سر افسوس شد تاریخ آں   شاہ باجن عاشق اللہ بود
شاہ باجن نزد شاہ بی چگون محبوب شد   سال تاریخ وصالش در حروف خوب شد

مقبرہ:۔

برہان پور میں شاہ باجن کا مقبرہ زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ مقبرہ ایک وسیع احاطہ کے شمالی مشرقی گوشہ میں ایک خانقاہ سے متصل ہے۔ احاطہ میں مغربی رخ پر عالیشان سہ دری مسجد ہے۔ سنگِ سیاہ کی مسجد اور مقبرہ فاروقی دور کی تعمیری یادگار ہیں۔ عادل شاہ فاروقی کو شاہ موصوف سے گہری عقیدت تھی۔ مسجد کی دو ممتاز خصوصیات سادگی اور استحکام ہیں ایک پالش نے اس کی خوبصورتی کو چھپا دیا ہے۔

بیان خانقاہ و درگاہ شریف:

مسجد سے متعلق دو کتبات ہیں۔ ایک کتبہ مسجد میں ستون پر ہے اور دوسرا احاطہ کے جنوبی رخ کے باب داخلہ پر لگا ہوا ہے۔ دروازہ کا یہ کتبہ ملبہ میں پڑا ہوا تھا مسجد کی مرمت کے دوران اسے اٹھا کر دروازہ پر لگا دیا گیا ہے۔

باب داخلہ کا کتبہ تعمیر مسجد سے متعلق دو سطروں کا ہے۔

سطر ۱: بنیٰ هذا المسجد فی زمن خان الاعظم وخاقان المعظم عادل خان زاد اللہ علوہ تاج ابن کیلا حسنۃ اللہ

سطر ۲: ورجاء علیہ قال علیہ السلام من بنیٰ مسجد اللہ بنی اللہ لہ قصراً فی الجنۃ فی شہود سنۃ سبع سبعین وثمان مائۃ

دوسرا کتبہ مسجد میں ایک ستون پر ہے چھ سطروں پر مشتمل کتبہ کے سرنامہ پر طغری

---

[۱] تاریخ برہان پور صد ۱۰۳

میں تاج کی شکل میں ایک عبارت ہے ۔ یہ حکم جس کی خواندگی سطور ذیل میں پیش کی جا رہی ہے ۔

ھو اللہ

روز عید

علی

حسن

حسین

جشن عید

شور عید

سطر ۱: این مثال واجب التعظیم از بندگی حضرت اعظم ہمایوں ادعا یانا اصحاب مستاجر و عہدہ

سطر ۲: داران وزارت دامت تائیدہم بعزیز دانند چند دکاں از اں ملک الشرق

سطر ۳: تاجکیلہ بجہت ارباب مسجد کہ بنائے جدید ملک الشرق مذکور راست انعام عاطفت فرمودہ

سطر ۴: سبیل عہدہ داران دیوان وزارت و اصحاب مستاجراں کہ باز گرد و بیر اموں بازار

سطر ۵: مذکور نگردند یابی وجہ تشویش و مزاحمت نہ دہند ہر چہ حاصل بازار مذکور باشد در ہر سالے در موجب جائز ۔

سطر ۶: دادہ دارند بمزید تاکید محتاج نگردیدہ حکم پروانۂ معظم و مثال مکرم توجہ کنند تا پسندیدہ افتد ۔

شمالی رخ پر سنگی حجروں کی ایک خانقاہ ہے جو موجودہ احاطہ کے بیرونی جانب شمال کی طرف رخ کئے ہوئے ہیں ان سے احاطہ کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ ان کے نشانات بھی اب زمانے نے مٹا دیئے ہیں ۔

ان حجروں کے بعد چند قبریں اور ایک مقبرہ ہے ۔ گنبد کے داخلی دروازے پر ایک رباعی کندہ ہے ۔ رباعی کے ارد گرد خوبصورت رنگین چینی پتھروں سے بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں یہ کاشی کاری کا عمدہ نمونہ ہے ۔ رباعی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے ۔

اے پسر روی متاب از نظر درویشاں کہ نظر ہا تو بیابی ز درِ درویشاں
ظلم اعدا جو بود درِ درویش در آ کہ مرادات بیابی ز درِ درویشاں

مشرقی رخ پر ایک خانقاہ ہے جنوبی رخ پر ایک بلند چبوترہ پر چند قبریں ہیں مسجد سے متصل گلی میں شاہ عبدالحکیم ابن شاہ باجنؒ کا مزار ہے۔ ان کی ایک قلمی یادگار "حاشیہ تلخیص المفتاح" کتب خانہ درگاہ برہان الدین راز الٰہی (برہان پور) میں محفوظ ہے ان کے صاحبزادے شیخ فرید صاحبِ تصنیف تھے ان کی تخلیقات نظم و نثر کا پتہ نہ چل سکا۔ صاحبِ گلزارِ ابرار نے لکھا ہے کہ فارسی اور عربی کی بہت سی مبسوط کتابوں کا انتخاب اس طرح کیا ہے کہ وہی انتخاب ان مبسوط کتابوں کے معانی کا فائدہ دیتا ہے۔ فارسی میں شعر بھی کہے تھے۔"[۲]

گلزار ابرار قلمی ورق (۳۹۶) اور ثمرات المحیات (مرتبہ عاقل خاں رازی قلمی) کے چند نمروں میں شیخ فرید کا ذکر ملتا ہے۔

عزت اللہ خاں (نبیرۂ شاہ باجن) کی فقہی تصانیف مراۃ المسائل[۳] فقہ حنفی پر ایک مبسوط کتاب ہے۔

صاحب تذکرۂ اولیائے دکن نے انوار الاخبار اور مشکوٰۃ النبوۃ کے حوالے سے شاہ باجن کی اولاد میں سے ایک صاحب تصنیف فرزند شاہ اسد اللہ کا ذکر کیا ہے۔ شاہ اسد اللہ کے لڑکے قدرت اللہ زیر نظر ملفوظات کے کاتب ہیں۔

سجادہ نشینوں کی غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے خانقاہ اور حجروں کی حالت شکستہ ہو گئی ہے مختلف اسناد سے جو راقم کے پاس ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مقبرہ کی نگرانی کے لئے راویر، خانہ پور سنکھیڑا وغیرہ کے علاقے شاہ جہاں اورنگ زیب اور شاہ عالم نے جاگیر میں دئے تھے ان جاگیروں کو ان کے مالکوں نے مع اسناد فروخت کر ڈالا۔

۱ے حالات اذکار ابرار ص ۲۶۵

۲ے اذکار ابرار ص ۶۰۳

۳ے مراۃ المسائل پر ملاحظہ کیجئے، راقم کے مضامین۔ سب رس جون ۵۹ء اور مجلہ علوم اسلامیہ علیگڈھ

خزانۂ رحمت

اجمالی خاکہ : شاہ باجن نے ملفوظ کا نام "خزائن رحمت اللہ" لکھا مگر عام طور پر خزانۂ رحمت کے نام سے مشہور رہے۔

شاہ باجن نے اس تصنیف کا نام اپنے پیر و مرشد کے نام کی رعایت سے رکھا لیکن ان کے ذہن میں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت (۹۹) بھی ہوگی۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ

سن تصنیف :- خزائنِ رحمت میں سنِ تصنیف کا کہیں مذکور نہیں ہے۔ خزائن ششم میں دانت کے درد کی دوا کے ذیل میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ ؎

"درگجرات سود باجی گویند و در برہان پور انبولی گویند"

گمان غالب ہے کہ سیر و سیاحت کے بعد جب برہان پور میں سکونت اختیار کر لی تھی اس کتاب کی تسوید شروع کی۔

برہان پور میں ملک الشرق تاج بن کیلانے شاہ صاحب کے لئے ایک مسجد، خانقاہ وغیرہ ۸۸۸ھ میں تعمیر کروائی تھی اس سے تین چار سال قبل وہ برہان پور آ گئے ہوں گے۔

(۲) ملفوظ میں شیخ عزیز اللہ اور شیخ رحمت اللہ کی وفات کا ذکر ہے۔ شیخ عزیز اللہ کا انتقال ۲۳ / صفر ۸۵۱ھ کو ہوا۔ شیخ رحمت اللہ کا وصال ہوا ۱۹ / جمادی الآخر ۸۶۷ھ کو ہوا۔ شیخ کے وصال کے بعد احمد آباد سے دکن اور دکن سے خانہ پور (برہان پور) پہنچے۔

سلطان محمود خلجی کو مغفور لکھا ہے۔ سلطان کی تاریخ وفات ۱۹ / ذی قعدہ ۸۷۳ھ ہے

(۳) سلطان قطب الدین احمد بن محمد شاہ گجراتی کو ایک جگہ مرحوم لکھا ہے۔ سلطان نے ۲۳ / رجب ۸۶۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ رحمت اللہ کے وصال کے بعد جب شاہ باجن برہان پور آکر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے تو ۹۳۰ھ کے بعد ملفوظ کی ترتیب شروع کی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ضخیم ملفوظ کی ترتیب و تکمیل کس سنہ میں ہوئی۔

سببِ تالیف:۔

مؤلف نے شیخ رحمت اللہ کے بعض کلمات اور مشائخِ سلف کے کلمات و مناقب جو کتب معتبرہ سے جمع کئے تھے مرتب کر کے رسالہ کا نام "خزائن رحمت اللہ" رکھا تاکہ اس خانوادہ کی ارادت مند مستفیض ہو سکیں۔

"ایں فقیر بہاؤ الدین الملقب بہ باجن کہ غلام سلطان المشائخ المفتقر الی اللہ شیخ مخدوم رحمت اللہ قدس اللہ سرہ العزیز است۔ بعض کلمات از زبان حضرت ایشاں و از کلمات مشائخ سلف و مناقب ایشاں کہ منقول از کتب معتبرہ جمع کردہ بود و آں چہ طبع ایں فقیر گنجید و سنجید تحریر یافت و ایں رسالہ را خزائن رحمت رحمت اللہ" نام نہاد ... باعث نوشتن ایں رسالہ آں بود کہ مریدان و معتقدان ایں خاندان کرام ارشاد بگیرند"

زیرِ نظر رسالہ کی زبان سادہ اور آسان ہے تاکہ عوام و خواص آسانی سے سمجھ سکیں۔

خزائنِ رحمت اللہ سات خزائن پر مشتمل ہے۔

خزانۂ اوّل:

خزانۂ رحمت اللہ کے خزانۂ اوّل میں چار مناقب ہیں۔

منقبتِ اوّل میں شیخ رحمت اللہ کے تفصیلی حالات اور دیگر مناقب بیان کئے گئے ہیں

منقبتِ دوم میں شیخ عزیز اللہ کا بیان ہے۔

منقبتِ سوم میں شیخ لطیف الدین دریا نوش کے مکمل حالات درج ہیں۔

منقبتِ چہارم میں محمد ابن زاہد یوسف چشتی، شاہ جلال اور شیخ فرید گنج شکر کا بیان ہے۔

انبیائے کرام میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت ایوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضور سرورِ کائناتؐ کا ذکر ہے۔

خزانۂ دوم: حضرت اہلِ طریقت کے احوال کا ذکر مفتاح [۳۵] میں عنوانات کے تحت مذکور ہے۔

خزانۂ سوم: خزانۂ سوم میں اہلِ حقیقت کے حالات فتح میں بیان کئے گئے ہیں۔

خزانۂ چہارم: خزانۂ چہارم میں چھ مفتوح ہیں۔ ان میں دل و روح کے اسرار، عشقِ حقیقی، معرفتِ صفات و مراتب تجلیات کلیہ، طالبانِ معرفت، اصطلاحاتِ صوفیا، وغیرہ کا ذکر ہے۔

خزانۂ پنجم: خزانۂ پنجم میں ذکر و اوراد، دعوات و ادعیہ، حرزیات و جرزیات کا تفصیل سے بیان ہے۔ اوراد کے فوائد و انواع، تعویذات، حرزیات، طلسمات افسوں اور ان کی انواع ادعیہ، دعوت سورہ کلام اللہ، دعوت آیات کلام اللہ، دعوت اسماء اللہ، دعوت ادعیہ، دعوت حرزیات دعوت جرزیات کا تفصیلی ذکر مرقوم ہے۔

خزانۂ ششم: خزانۂ ششم میں نماز اور دعاؤں کے مہینے دن اور اوقات اور دیگر تفصیلات مندرج ہیں بزرگانِ کرام، انبیائے علیہ السلام کی وصال کی تاریخیں ہیں۔

خزانۂ ہفتم: خزانۂ ہفتم میں شاہ باجن کے اشعار ہیں اس خزانہ کا تعارف یوں کرایا گیا ہے

> "در ذکر اشعار کہ مقولہ ایں فقیر است بزبان ہندوی جگری خوانند وقولان ہند آنرا در پردہ ہا و سرودہا نوازند، بعضے در مدح پیرو دستگیر و وصفِ روضۂ ایشاں و وصفِ خود کہ مقامِ وطن گجرات است و بعضے در ذکر مقصد مقصوداتِ مریداں و طالباں و بعضے در ذکر عشق و محبت دریں خزینہ بالتفصیل جمع کردہ شد بنام پردہ ہا و سرودہا۔

خزانۂ رحمت کے خطی نسخے

ایک تعارف: خزانۂ رحمت اللہ ایک مرید کا نذرانۂ عقیدت ہے تقریباً نو سو صفحات پر مشتمل ہے اس کے زیادہ نسخے نہیں ہوں گے ۔ راقم کو اس کے ذیل کے نسخوں کا علم ہے ۔

(۱) **نسخۂ اوّل** مملوکہ مولوی سید احکام اللہ صاحب مرحوم صاحب برہان پور ناقص الآخر ہے ۔ باب چہارم کے آخر تک ہے ۔

(۲) **نسخہ دوم** مملوکہ سید محمد مطیع اللہ صاحب راسند (برہان پوری) لفف آخر یا مکمل املا کی خصوصیات کے پیش نظر قدیم نسخہ ہے ۔

(۳) **نسخہ سوم** مملوکہ بشیر محمد خاں وکیل (مرحوم) برہان پوری)
انتہائی بدخط نسخہ ہے آخر میں ترمیمہ نہیں ہے ۔ کرم خوردہ اور آب زدہ ہے درمیان سے اکثر اوراق غائب ہیں اور ایک دوسرے سے چپکے ہوئے ہیں ۔ متن میں خامیاں ہیں ۔

(۴) **نسخہ چہارم** ۔ نسخۂ شیرانی
پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی پہلے شخص ہیں جنہوں نے شاہ باجن پر سب سے زیادہ لکھا ہے ۔ ان کا نسخہ "گلستانِ رحمت" بارہویں صدی کے خاتمہ کا لکھا ہوا ہے جو سخت غلط ہے اس کی املائی خصوصیات نویں صدی ہجری کے نوشتہ بحر الفضائل سے مماثل ہیں [۱]

نسخہ پنجم انجمن ترقی اردو ۔ کراچی نسخہ
یہ نسخہ ڈاکٹر عبد الحق صاحب کو برہان پور سنہ ۱۹ یا ۲۱ء میں دستیاب ہوا ۔
راقم کے پیشِ نظر اس کا ZEROX ہے
اصل مخطوطہ کرم خوردہ ہے اس حصہ میں لکیریں اور نقطہ قرات متن کی مشکلات میں اضافہ کرتے ہیں ۱۲۵۹ھ کا نقل شدہ ہے ۔ ترقیمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے شاہ باجن

---

[۱] اس نسخہ کا حوالہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے اپنے مقالے "اردو املا کی تاریخ" میں دیا ہے ۔
معارف جون ۱۹۵۱ء علمی نقوش ص ۱۰۰

کے خاندان کے ایک فرد قدرت اللہ بن اسد اللہ نے نقل کیا ہے۔ اس نسخہ کی املائی کیفیات نویں صدی ہجری کے نصف اوّل کی ہیں۔ مثلاً گاف پر مرکز نہیں ہے۔

بائے معروف اور یائے مجہول میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ہائے ہوز اور ہائے مخلوط میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حروف نفی نہ کو اکثر ملا کر لکھا گیا ہے

ٹ، ڈ، ڑ کے نشان ط کے لئے چار نقطے ہیں :: اس طرز میں بھی باقاعدگی نہیں ہے۔

الف با مد کی بجائے دو الف ہیں۔

حروف مشدد کو دوبارہ لکھا ہے۔

گمان غالب ہے کہ خزائن رحمت اللہ کا کوئی قدیم نسخہ خاندان میں محفوظ ہوگا۔ پہلی یا دوسری نقل اشاعت ہوگی؟ اس کو محفوظ کرنے کے لئے قدرت اللہ نے زیر نظر نسخہ نقل کیا۔ اسد اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) کی وفات کے ۶۰ سال بعد یہ نسخہ نقل کیا گیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جس نسخے سے یہ نقل کیا گیا ہے وہ کس سنہ کا مکتوبہ تھا۔ کاتب کی ضعیف العمری، ہاتھ میں رعشہ کی تکلیف کے اثرات متن سے ظاہر ہیں بعض الفاظ کو جوں کا توں لکھ دیا گیا ہے۔

وہ عمر کے اس منزل میں تھے جہاں ہر بات جاننے کا ادعا ہوتا ہے اور جاننے کا تفاخر جاننے کے دروازے بند کر دیتا ہے اسی پندار میں زیر نظر نسخہ نقل کیا گیا ہے۔

برہان پور کے نسخۂ اوّل کے متن میں اور اس کے متن میں معمولی سا فرق ہے۔

خزانۂ رحمت کی تاریخی اہمیت

تاریخی لحاظ سے خزائن رحمت اللہ ایک اہم اور جامع ملفوظ ہے۔ اس میں صاحب ملفوظ شیخ رحمت اللہ، شیخ عزیز اللہ، جامع ملفوظ حضرت شاہ باجن کے علاوہ کئی بزرگوں کے جستہ جستہ حالات اقوال اور ارشادات ضمنی طور پر منقول ہیں۔ حضرت گنج شکر، شیخ لطیف الدین اور شیخ حمید الدین اور شاہ باجن کے کلام واقوال کے مستند نمونے ملتے ہیں۔

خزانہ ششم میں صدہا بزرگان کرام کی تاریخ وفات درج ہے گویا وہ حصہ گنجینۂ تواریخ ہے۔

ملفوظات میں تاریخی اشارات بھی پائے جاتے ہیں۔ واقعات کا بیان ہے البتہ کمی یہ ہے کہ اس عہد کے دستور کے مطابق واقعات تو قلمبند کر دیے گئے ہیں مگر تاریخ درج نہیں کی گئی اگرچہ اس میں اشکال درپیش ہوتے ہیں لیکن واقعات کے تطابق اور دیگر متعلقات پر نظر رکھنے سے صحیح تاریخ معلوم کی جا سکتی ہے اور واقعات کے تجزیہ میں بڑی مدد ملتی ہے۔ چند اشارات ملاحظہ کیجیے۔

خزانۂ اوّل میں شیخ رحمت اللہ کی حیا و آداب کے ضمن میں سلطان قطب الدین کی مجلس علماء و مشائخ کا ذکر ہے۔ اس مقام پر سلطان کو "مرحوم" لکھا ہے۔

سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی نے سات برس سات ماہ سلطنت کرنے کے بعد ۲۳ رجب ۸۶۳ھ کو وفات پائی۔

ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ دیکھئے۔

سلطان محمود: سلطان محمود بن محمد شاہ گجراتی حضرت شیخ رحمت اللہ کا مرید اور معتقد تھا۔ ایک مرتبہ حضرت موصوف نے گجرات کی سلطنت کی اس کے حق میں پیش گوئی کی تھی سلطان قطب الدین بن محمد شاہ کی وفات کے بعد کوئی اور بادشاہ ہوا۔ سلطان محمود کی والدہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی اور پیش گوئی کی یاد دہانی کی۔ حضرت موصوف نے چند روز توقف کرنے کے لئے کہا

چند روز بعد سلطان محمود بادشاہ بن گیا [1]

خزانہ اوّل کے قسم دوم میں شیخ عزیز اللہ کے مختلف مقامات کے سفر اور قیام ماندو کا تذکرہ ہے۔

خواجہ رکن الدین کان شکر قدس سرہ کے انتقال کے بعد شیخ عزیز اللہ متوکل نہروالا عرف پٹن سے ماندو اور ماندو سے احمد آباد آئے۔ یہاں شیخ احمد کھٹو سے ان کی ملاقات ہوئی جن کا انتقال ۱۴ر شوال ۸۴۹ھ کو ہوا۔ چند روز بعد وہ بھڑوچ چلے گئے وہاں سے ندرا باد ہوتے ہوئے شادی آباد (ماندو) پہنچے اور بالائے قلعہ قیام کیا۔ وہیں ان کا روضہ ہے جس کی زیارت کے لیے شاہ باجن، سلطان غیاث الدین (۸۷۳ - ۹۰۵ھ) کے دورِ حکومت میں ماندو گئے تھے شاہ موصوف نے سلطان مذکور کے عدل و انصاف معارف پروری اور فقرا دوستی کی تعریف کی ہے

شادی آباد (ماندو) کے علماء و اکابرین (شیخ نور الدین محدث میاں جیو سید فرزند خواجہ لکھن جو اس وقت بقید حیات تھے) وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے شاہ موصوف نے قلعہ ماندو کے چار حوض کا ذکر کیا ہے۔

ناظرین کرام کی دلچسپی کی خاطر شاہ موصوف کی زبانی اس مقام کا خاکہ درج ذیل ہے۔

"(شیخ عزیز اللہ) بالائی قلعہ مندو سوار شدند و مقام خود را بالائے چہار حوض ساختند رہتیہ و تینہ بجامینہ اور شکر تلاؤ و ایں درویش بزیارت شیخ مخدوم عزیز اللہ مشرف گشتہ و چہار حوض مذکور بدیں طریق واقع است:"

سہ حوض یکجا جاری ہستند و جامینہ موازنہ یک تیر پرتاب جدا واقع شدہ است در میان ایں حوضہا ہیچ فرق ... است و بہ صفت جوئی ہائی بہشت است

---

[1] خزانۂ رحمت قلمی ص ۱۱ - ۱۲

"کوئی اور" سے مراد سلطان داؤد بن احمد شاہ ہے جو سلطان قطب الدین کے بعد تخت نشین ہو اور سات روز سلطنت کرنے کے بعد معزول کر دیا گیا۔ تاریخ فرشتہ جلد اوّل ص ۲۹۱

کہ ہر چہار بجا جاری ہستند و در میان خویش جمع نمی شوند۔ ہم چنیں حوضہائے شیریں و پاک و لطیف ہستند و آب شکر تالاب ہمچو شربت است و آب رہتیہ شیر است و آب توتیہ ہمچو شہد است و آب جامعیہ ہمچو شراب طہور است در روضہ الشیخ المتوکل مخدوم شیخ عزیز اللہ ہمچو بیت المقدس است و پایان روضہ الشیخ چبوترہ پسر سلطان احمد شاہ گجراتی اسمہ مبارک خان دانشمند و درویش سیرت و سبع قرأت قاری بود۔"

خزانۂ اول قسم سوم میں شیخ عزیز اللہ کی رحلت کا ذکر ہے۔ مرقوم ہے کہ وفات ۲۳ صفر ۸۱۵ھ) سے قبل انھوں نے اپنے فرزندوں و مریدوں کو توکل و قناعت، بدعات سے احتراز اور خدا ترسی کی ہدایت کیں۔ ان کی وفات کے تیسرے روز سلطان محمود خلجی "مغفور" (متوفی ۱۹ ذی قعدہ ۸۷۳ھ) کے حکم اور شیخ کی وصیت کے مطابق شیخ سعد اللہ اور شیخ رحمت اللہ قلعہ سے نیچے اتر آئے۔

کلامِ باجن کا لسانی جائزہ

شاہ باجن کا کلام:

قدیم اردو ہندوی کا مستند نمونہ ہے انھوں نے اپنے کلام کو ہندوی، ہندی، گجری، گوجری کہا ہے دہلوی نہیں۔ ان کے ملفوظات خزانۂ رحمت اللہ میں دہلوی لفظ کہیں نظر نہیں آیا۔

پروفیسر شیرانی مرحوم کا خزانۂ رحمت کا جو نسخہ موسوم بہ گلستان رحمت تھا [۱] وہ بارہویں صدی کے خاتمہ کا سخت غلط نسخہ تھا۔ ناقص الآخر تھا [۲]

ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کو ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۱ء میں برہان پور سے خزانۂ رحمت اللہ کا ایک قلمی نسخہ ملا تھا وہ نسخہ ان کے مطالعہ میں برابر رہا ہے اس میں کہیں بھی دہلوی لفظ لکھا ہوا نہیں ہے [۳]

پروفیسر شیرانی نے پنجاب میں اردو (ص ۴۰ ص ۳۳) اور مقالات شیرانی جلد (ص ۲ ص ۱۶۹ ص ۱۶۸ ص ۳۰۱ ص ۱۶۷) میں شاہ باجن کے کلام کو دہلوی لکھا ہے۔

ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کے حصہ میں شاہ باجن کے کلام کو دہلوی نہیں لکھا۔ تاریخ برہان پور کے مصنف کے قول (کہ اس زمانہ میں ملک ہند کی طرز زبان) اور پنجاب میں اردو سے چند اشعار نمونہ کے طور پر لکھ دیے ہیں [۴]

---

[۱] گلستان رحمت ۲۲۸۲ء ۵۲۸۹

[۲] پنجاب میں اردو ص ۱۱۲

[۳] جمیل جالبی صاحب نے تاریخ ادب اردو میں تین چار مقامات پر شاہ باجن کے کلام کی زبان کو دہلوی کہا ہے جس نسخہ سے انھوں نے وہ حوالے دیے ہیں اس میں کہیں بھی دہلوی مرقوم نہیں ہے ترقیمہ کی عبارت بھی وہ نقل کرتے ہیں۔ تاریخ ادب اردو جمیل جالبی ص ۵۶ ص ۱۰۰ ص ۱۰۸

[۴] اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا حصہ ص ۲۷ تاریخ برہان پور اردو ادب

ڈاکٹر زور کے پیش نظر بھی خزانہ کا کوئی نسخہ نہ تھا۔ پنجاب میں اردو میں دیئے گئے کلام کے نمونے سے انھوں نے اس کو قابل قدر اور معتبر تسلیم نہیں کیا۔ ڈاکٹر زور کی اس قابل اعتراض رائے پر تنقید کرتے ہوئے پروفیسر شیرانی نے لکھا ہے۔

"اس عہد میں اردو کی یہ حالت نہیں تھی کہ داغ و امیر کی شیوہ بیانی کی چشم داشت کی جائے۔" [۱]

پروفیسر نجیب اشرف ندوی مرحوم کے کتب خانے کئی قلمی نوادرات تھے مگر خزانہ رحمت اللہ کا نسخہ نہ تھا انھوں نے ڈاکٹر عبدالحق اور پروفیسر شیرانی کے بیان پر اکتفا کیا [۲]

سید محمد مطیع اللہ راشد برہان پوری نے ان کو منتخب کلامِ باجن کی ایک نقل ڈاکٹر مدنی صاحب کے لیے بھیجی تھی۔ وہ نقل مدنی صاحب کو ان کے انتقال کے بعد ملی [۳]
اس کی تفصیل انھوں نے سخنورانِ گجرات میں لکھی ہے۔

ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب نے اپنی گرانقدر تصنیف "مقدمہ زبانِ اردو" کے علاوہ اپنے لسانی مقالات میں کئی مقامات پر شاہ باجن کے کلام کو دہلوی کہا ہے [۴] لیکن ڈاکٹر صاحب کے پیشِ نظر خزانہ رحمت اللہ کا کوئی قلمی نسخہ نہ تھا۔

انھوں نے پروفیسر شیرانی کے قول اقتباس پر بھروسہ کیا۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ

"شیرانی صاحب کی تحریر کی ہر ہر سطر کو مستند اور معیاری قرار دیا جاسکتا ہے اور قرار دیا گیا ہے [۵] شیرانی صاحب کے پاس بارہویں صدی کے خاتمہ کا مکتوبہ سخت غلط تھا اشتباہ ہے کہ بزبان دہلوی کا عنوان بعد کا اضافہ الحاق ہو۔
راقم کے پیش نظر جو نسخے ہیں ان میں یہ لفظ دہلوی نہیں ہے [۶]

---

۱ مقالات شیرانی ص ۳۰۲

۲ تاریخ ادب اردو علیگڈھ ص ۹۸ ص ۱۰۶ ص ۱۰۷

۳ سخنوران گجرات ص   ۴ مقدمہ ص ۱۲۳ ص ۱۳۱ (لسانی مقدمہ تاریخ اردو ادب ص ۳۰ علیگڈھ)

۵ مقالات شیرانی ص ۳ مقدمہ   ۶ داستان زبان اردو ص ۵۲ ص ۱۰۳

مخطوط خزائن رحمت اللہ کے غائر مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ باجن نے اپنے کلام کو ہندوی، ہندی، گجری کہا ہے۔ سطر ذیل میں چند مقامات نقل کئے جاتے ہیں۔

اشعار کہ مقولہ ایں فقیر است بزبان ہندوی عکری خوانند و قولان ہندآں را صہ پردہای سرودی نوازند۔

ہمدریں محل بزبان ہندوی گفتہ است

اللہ سینے جیکو ہوئے   اللہ اور سب جگ اس کا ہوئے

من مراد گھر بیٹھے پاوے   تب اس مار سکے نہ کوئی

بزبان ہندی کسے گفتہ است

دوھرہ : ستر ہس سہیلیاں تری انٹھارہ لک

سایٹں کبری کارتے چھوترا شہر بلخ

قوالاں گفتار ایں فقیر کہ بزبان ہندی کردہ شدہ است می گفتند و قوالاں چوں بایں سخن رسیدند۔

شاہ رحمت اللہ سبہ ملاو   تم باج لاگوں کس کے پاؤ

از قبر مبارک ندا رسید   باجن لاگے تیرے پاؤ۔

ھندوی:

سید جلال خبر جیبوں پائے   باٹ دہلی کے جیبو ستہ لائے

اینہار ہے ہوں کیا کچھ پالوں   جہاں مکلں جائے تہاں ہو جایوں

شیخ نصیر الدین دیے بڑائی

سید جلال خلافت پائی!

خانوادہ بزبان ہندگہرانہ است

بندگی شیخ العالم لنگر جہاں شیخ فرید گنج شکر بزبان ہندی بموافق ایں فرمودند

راول دیول ہمی بجائے   بھاٹا پہنا رو کھا کھائے

ہم درویشنہ ایہی ریت   پانی لوریں ہورمیت

ایں درویش بموافق ایں ہم ہمی گوید

راول دیول ہم نہ پوجنہ | بوجہ لڑائی ہم نہ لوجنہ
بیٹھے اچھے ٹھنڈی چھار نہ | جے کچھ دیوے سوہی کھانہ

ایں فقیر بموافق ایں بزبانِ ہندی گفتہ۔

تیرے پنتھ کوئی چل نہ سکے | جو ئے چلے سو چل چل تھکے
پڑھ پنڈت کھوتیں دھویاں | سب جانہ سب سدھ بدھ کھویاں
سب جوگیوں جوگ بسارے | سب بیتی تپ بے کارے
ایک درشنی درشن کھولے | سر ننگے پالوں کھولے
ایک سیوری ہوئے کر سیو کرنہ | ہوئے ہر پتنی کیا دکھ ہرنہ
ایک درویش ہوئے کر آئے | ہوئے قلندر روپ بھرائے
ایک ابدال ہوئے ابد ہوئے | ایک باندی ہیں با ہا ہوئے
ایک کھلے ہوئے دیوانی | ایک باول منڈہ رانی
ایک ماتی ہوئے ارارا دیں | بے سدھ ہو ہو جاویں
ایک جھنگم جٹا دھاری | ہور سندولس اندھیاری
ایک کاپری ہوئے کر کینہ | منڈہ سیویں بجتے جنیہ
ایک مندر کنکل کیل کرنہ | ایک بھونک باونی بھوتیں دھرنہ
ایک رہیں اپاسی رات نہ جاگنہ | ایک ہوئے بھکھاری بجتے مانگنہ
یوں لوٹی لوٹی ہوئے کرے | سب رل رل کھل کھل کھوئے کرے
دے مکت منہیں یوں دیکھے | ارے باجن توکس لیکھے

بزبان ہندی ایں فقیر گفتہ:

کہت ہمارے جی کر بینہ لوہو پیرے نیچ | اوکے اک پرم کے نینہ سنہ یہ کھینچ
در جن دیوی راج میت بچارے در بنز | جن سر ہوئے کاج تن سر لائے را بینہ

ترجمہ او بزبانِ ہندی گفتہ شدہ است:

سب رس پانی پہنچے جیوں جانے سب کوئے

جنہ رس پانی پہنچے وہ رس کیا ہوئے

درخیال ایں درویش ہر چیز یکہ آمدہ است نوشتہ شدہ است

ساجن اپنے پرم تھنے اک رس اپایا

اس رس سینے باندہ کر ایک گوہر بنایا

درنہ جو کیتی تیج کے تب گوہر کلیا

کلیا گوہر نرم ہوئے تب پانی چلیا

میٹھے کھٹے سبھیں رس ہور رنگ بھرائے

پانی سینتن باندہ کر سب روپ بنائے

یا نہر کورے نا لھے وہ لاکھنہ جاوے

پانی کیرے نا تو تھنے ہووے موتی لکاوے

سرجن ہم کون بہر ہر دم بلائیں پرم بہت جلائیں

مٹکے مٹکے مات بہر پرم پلائیں

باجن کون تل آ ... جدانہ ناکہیں

دنہ جگ بہتیر پانی راکہیں

پانی رس جے دیکھے کوئے

اس پرم تھنے پانی ہوئے

درمعراج ایں فقیر بزبان ہندی چیزے گفتہ است

محمد ص جگ کا موہن رے مصطفےٰ جگ کا موہن رے

کاندھے سوہے کا بنلی رے سر پر سوہے تاج

لٹکت آوے نبی محمد جس کا رن معراج

جبرئیل جب آئے کرے رے چومنے تیرے پاؤ

اوکھڑ رے میرے لاڈشہ رانا تو تیرے چاؤ

دھن جینیں را بے آمنہ رے شاہ عبداللہ باپ
جس کارن سارا عالم سرجا نبی محمدؐ آپ
باجن تیرے پاؤں تلھیں رے یہ جیو وارڈے
جی جگ پاوے گھرے دونہ نینہ بھر بھرلئے

گجری:

میرانؔ وے رے سب باتوں کا رکھوال
اوگھٹ گھاٹ اوتارن ہار
بکٹ ڈونگری اوچگھ کانٹیاں باگ بسیں جس ٹھاؤں
تس بن کھنڈ کا تو ہی راجا واری تیرے جاؤں
گھر آنگن، جنگل اور ڈونگر باجن من ایکساں
باہر کھینر تون رکھوال نا کوئی تیرا نگہوان

درزبانِ ہندی گفتہ آید:

گجری: من کا کہیا ناں سنے گر تپ سے چیلا اس کنے
بھور گھر بکار ادھارے تجھے بھوجن کیا جن مارے
آدیس کہیں سبہ لوگا یہ جوگی راول جوگا:

صفتِ دنیا ایں درویش بزبانِ ہندی گفتہ است

گجری:

یہ فتنی کیا کسے ملتی ہے جب ملتی ہے تب چھلتی ہے
آں چھیل بہوت چھلائے آں روکر بہوت رولائے
آں جھوکر بہیتے کھائے ان بہت گھیرے پارے
اس بلگے دے آں جھارے جے رہے اسی ہتے ٹارے
اس کاج جی پتنہ ترسنہ جگ ملے اس سنہ بلسنہ
یہ فتنی انھوں بنا دے جگ پاس نا نہہ کی آوے

جے اسکوں کدھی نہ لورے   جو ملے لو تب جھورے
جے دیکھت اس ہتے بھاگے   یہ نیلج ان سوں لاگے
دیکھ باجن یہ تو جھوٹی
مکھ موں میٹھی من سوں تیتھی
یہ آہے ایسی ڈیٹھی

....

قاطع آزا بزبان ہندی ٹھگ خوانند۔

گجری: جے لوں آہے بدکا راوٗ
اوڑ ہناں دیکھ پساریں پاوٗ
شریعت کے لوں پال کھوڑ   لو تجہ جنم نہ لاگے کھوڑ
طریقت آہے نبی کا فعل   نکہیں بات نہ آھے کھیل
حقیقت اہے دریا بے کنار
بہوت ڈوبے کچھ اترے پار

درزبانِ ہندی گفتہ شدہ است ے

خیال:

ساجن میرا جیو منہ اہے   اپنا ناؤں وہ آپیں کہے
انکھیاں کا منجہ روشنی جو آوے   کالو کوئی کیوں رے سناوے
اہے جیب کیوں لیوے تیرا ناوں   جیو منہ آہے تیرا کھاٹ لوں
کوئی نہ جانے جیوے کیا   جس منہ آہے ساجن ایسا
اکھیدا بھیدا دشٹ اہے
باجن بھید کوئی نکہے!!

دیگر ذکر بزبان ہندی طرف دل ہوں و طرف آسمان لوں و بار طرف آسمان لوے
طمنوا ضرب ہوں یا دیگر بگوید۔

راست دوہی ہے و در چپ یہی ہے
و در دل ضرب کند ایں ہے

دیگر بگوید

در راست بگوید اینہاں لون
و در چپ اینہاں لون
و در دل ضرب کند اینہاں لون
و در جانب قبلہ اینہاں لون
و در طرف آسماں ! اینہاں لون

ہمیں مضمون بزبان ہندی گفتہ شدہ است ؎

دوہرہ :

جب راوت جانوہ جھوجھ ہیں باجن تب تو گھوں جائیں
جھوجھ جیت کر یا ہرنہ تب ہوئے یا چھین آئیں

در زبانِ ہندی مزامیر را بجنتر گوبند ؎

بھونرا لیوے پھول رس رسیا لیوے باس
مالی سینچے آس کر بھونرا کھڑے اداس
بھونرا بیوے پھول رس رسیہ ہیوے کھان
مالی دہیں ہے واکا بوجھ لیہ سجان

زبان کا جائزہ :

باجن نے اپنے کلام کی زبان کو ہندوی، ہندی گجری کہا ہے۔ ان کے کلام میں ہندی محاورات اور اسلوب کا پرتو ہے۔ تصوف کے اسرار و رموز کو ہندی رمز و کنایہ میں بیان کیا ہے، سادہ اور سلیس لفظوں کی ترتیب ایک خاص لے پیدا کرتی ہے۔ لے موسیقی کا جزو اعظم ہے یہ غنائی کیفیت ایک خاص تاثیر پیدا کرتی ہے۔ باجن کے کلام میں آج بھی وہی دلکشی ہے۔ ان کے یہاں فکر و فن کی تمام روایات ہندی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

منزل منزل جہاں اترول تجہ کارن ہوں جوگ لیا

گجراتی:

ہوتوں جاسیوں بڑیا ہتیں رے
کہئی ایون کبھی ہووی کرا
تیرو نام کریم دستار

ملتانی:

گھر آنگن ڈونگر باجن میں یکساں توں

باجن کے کلام میں ہندی الفاظ کی کثرت ہے۔ پوربی، گجراتی، راجستھانی وغیرہ کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔

منہ ہوں بھر لیںوں تیرا ناؤں
گجراتی ۔ ملتانی ۔ پنجابی

کہیں زبان بے حد صاف ہے جیسے

ع "روشن گنبد برسے نور"

کلام میں عربی فارسی الفاظ بھی استعمال کئے ہیں مگر ہندی وزن میں ان کو پیش کیا گیا ہے۔
کہیں فارسی محاورات کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

- شیخ مشائخ رہتہ جاگنہ جوگی جھنگم چنیہ
- دے ورناں جو برسے مینہہ

عجمی روایت دیکھئے۔

- باز رسید ہوائے زمستاں نالے ندیاں بھر پور چلے
- خندہ گریاں بادل بریاں
- شراب محبت بھر بھر پیالے آتش عشقنے نقل نوالے

رقصیدن سے رقصے سنجیدن سے سنجے
- نماز گزاردن سے نماز گزارنا
- روزہ داشتن سے روزہ دھرنا

هندی تراکیب:

پھل باری	مٹھ بولا	جت نیٹھی
نردھارا	اوتارن بار	رکھوار

لسانی جائزہ: خزائن رحمت اللہ کی زبان عام فہم اور سلیس ہے۔ مختلف مقامات پر "خیالِ خام" عنوان کے تحت اپنے خیالات کا اظہار عام زبان میں کیا ہے ان کے مخاطب عوام تھے لسانی لحاظ سے ملفوظات نہایت اہم ہیں۔ اردو کے قدیم ترین روپ کا مستند نمونہ ہیں نویں صدی ہجری کے نصف آخر کی زبان کے کینڈے کا پتہ چلتا ہے۔ جے جو / کتے سے / اہے ہے منہ منئیں، میں / آپیں، اپیں، آپ / جکہ کچہ کچھو، کچھ / اگیں، اگہو، آگے / پاچھیں، پیچھے / سرکھیا سرکیا / چھوٹک، چھٹکارا / لہنا، لینا / پہلو، پہلے / منجہ مجھ / تیلع ترنع / جیوجی / ناں نہیں / ناؤں ناؤ نام / کتھا لوں کتھیا ؤں استھان / کت کون سا / کھوت بہوت بہیت بہت / لوہو لوھو لہو / دنہ دولوں / ہوزاور / نانگے ننگے۔

الفاظ کی جمع:

(ا) برج کی طرز کی

کلالوں، کلالنہ / درویشوں درویشنہ / باپ باپنہ / راتوں راتنہ / اوروں اورنہ لوگوں / لوگن / لوگاں۔

(ب) پنجابی طرز کی:

کانٹے، کنٹیاں / آنکھیں، انکھیاں

جمع مضارع

دھریں، دھرنہ / کریں کرنہ / بلیں بلنہ / تریں ترنہ / تپیں تپنہ / پڑیں پڑ جاگیں جاگنہ / مانگیں مانگنہ / لوریں لورنہ / دریں درینہ / چھوڑیں چھوڑنہ۔

اسماء ضمائر:

یہ، ایہ، یو / اے، ان، اپون، او، وو، وے، لوتی، تہیں (توہنیں) / تج، تجھ، منجھ

مجلہ / ہے

وہ الفاظ جو مسلسل استعمال کئے گئے ہیں:۔

دسنا۔ دشتار بے۔ سیونا، لہنا۔ لبے۔ اچھانا۔ اچھے۔ لبلانا۔ اپاوے۔ سوہے لانگھا۔ ابے۔ اکٹھے۔ کیتا۔ لوانا۔ لوائے۔

ھائے مختتمہ پرختم ہونیوالے الفاظ:۔

کلالنہ۔ لوکنہ۔ کرنہ۔ دھرنہ۔ انہ۔ جنہ۔ نبینہ۔ لمبیہ۔ باتونہ۔ دینہ۔ رانبہ۔ کھانہ لورنہ۔ ترسنہ۔ بلسنہ۔ دریرنہ۔ جاگنہ۔ تپنہ۔ پرنہ۔

مصمتوں میں "ہ" کی تخفیف

کتا، کھتا، بیلا، پہلا / کورے، کھورے / گور، گھور / بری، بھری /

صوتی اعتبار سے مصمتوں کو تخفیف:۔

بہتر۔ کبتر۔ بھینز۔ اندر / آواز / گور، گھور / ڈربڈا، دربدا

صوتی بندیلیاں:۔

بھاٹا۔ بھٹا / لاگا۔ لگا / لاگے۔ لگے / کاندھے کندھے

مسموع اور غیر مسموع کے تقلیبی صوتی:۔

مسیت۔ مسجد / نگہ وان۔ نگہبان

ھندی صرف کے تصرف کی مثالیں:

فارسی اور عربی الفاظ کی برنغ کے مطابق جمع

کافر۔ کافرنہ / عاشق۔ عاشقنہ / درویش۔ درویشنہ

ھندی مضارع سے:

رقص سے رقصے بنالیا۔ جو دھمکے۔ ٹھمکے اور جھمکے کے ساتھ استعمال کیا گیاہے۔ فارسی لفظ میان (درمیان) کو میانے بنالیا۔

فارسی محاورات کے ترجمے:۔

روزہ داشتن۔ روزہ دھرنہ / نماز گزاردن / نماز گزارنا / زکوٰۃ دادن۔ زکوٰۃ دینا

مخصوص حروف کا استعمال :۔

سنے ۔ تے ۔ یتھے ۔ سوں ۔ آنگھے ۔ لگ ۔ تلک ۔ لون ۔ تلے ۔ تہیں ۔

حروف مشدد کا استعمال :

لیا ۔ لیا ر میترا ۔ ہیرا ر اڑانا ۔ اڑانا ر ہیترا ۔ ہیرا کہیں علامت فاعلی (نے) کا استعمال نہیں ہے ۔ کلالن نے دیا ۔

افعال کا صیغۂ ماضی الف کے بجائے یا (ی) سے مرکب :

پائیا ۔ بسلائیا ۔ دیا ۔ گنوا وا ۔ نرتیا ۔ کلیا ۔ چلیا ۔ کیتا (کہتا ہے)

افعال مستقبل میں "سی" کے مرکبات کا استعمال :

کریسوں ۔ کروں گا ر دیسوں ۔ دوں گا ر اتریسو ۔ اتروں گا ۔

واو (و) کے اضافے کے ساتھ افعال :

جگا ویں (جگاونا) جگانا ر سناویں (سناونا) سنانا ر رولاوے (رولاونا) رلانا آویں ۔ نیاوے ۔ آنا ر گنواوا ۔ گنوانا

فعل کی یہ صورتیں بھی ہیں

کہانا ۔ کہلوانا

بعض الفاظ کا املا یوں ہے :

رکھوال ۔ رکھوال ر چھاوں ۔ چھانہ ر گلاگر ر لہو ۔ لوہو ر نالے ۔ نالے ر پانی ۔ پانیں چوتھی ۔ چوتھیں ۔

سطور بالا میں شاہ باجن کے اشعار کی زبان کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں ۔ یہ اشعار اردو کے قدیم روپ کے نمونے ہیں ۔ لسانی نقطۂ نظر سے ان کی اہمیت مسلم ہے ۔ زبان کی تدریجی ارتقاء کے جائزے میں ان سے بڑی مدد مل سکتی ہے

باجن کے کلام کی صوری ہیئت :

ہیئت کے اعتبار سے یہ گیت کی ایک شکل ہے ۔ اس میں دوہرے استعمال کئے گئے ہیں ۔ کسی بول کے پہلے شعر ہم قافیہ باندھتے ہیں ان کو عقدہ کہا جاتا ہے ۔ عقدہ کے بعد بند ہوتے ہیں

ان میں تین یا چار مصرعے ہوتے ہیں ان کو بین کہا جاتا ہے - آخری بند میں عموماً تین مصرعے ہوتے ہیں اس کو تخلص کہا جاتا ہے۔

مخطوط میں یہ تقسیم ہر جگہ برابر نہیں ہے کہیں عقدہ لکھا ہے تو بین نہیں لکھا اور بین لکھا تو تخلص نہیں لکھا ہے۔

پردۂ لوری کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے۔

بھرپور اوّل سبھی تہانوں
بن بن کند کند گاؤیں گا نوں

بین :

رس پریم تے بن بنا مائی پانی میل کرے
بھیتر بھیتر آگ جو دے جالن لاگے یوں بھری

تخلص :

باجن تجکوں کیوں رہے بکھانے
تیری بکھانوں تو نہیں جانے
چوری چوری کہا نہ کرے
ایسی کرنی کون کرے

بقول پروفیسر شیرانی " نظم کی اس قسم کی تقسیم صوبۂ گجرات میں دیر تک رہی "

(مقالات جلد ص ۱۵۶)

باجن کے کلام کی عروضی ہیئت :

باجن کا کلام ہندی بحور اور اوزان میں ہے ۔ دوہرے عموماً ۴۸ ماترا کے ہیں دوسرے اوزان میں بھی دوہرے ملتے ہیں ۔ مصرعوں میں کہیں زائد الفاظ آجاتے ہیں پردۂ صبا میں جگری کے ملاحظہ کیجیے ۔

دہن تس تجو لو کا بلس لینو
کچھ کھاؤ کچھ بھو کوں دیو

بین : ایسا سودا کرو او تمیں خدا کی بات دیوو !!
دس ایہناں سنز او نہاں جیول بہاوے تیوں گن گن لیؤ و

تخلص :

اکہی باجن یہ کل کو کہو تے
جن پہکی کام کئی یہ میںنے
کہا یا کہلا یا انہ سہولو تے

موسیقی : راگ راگنیاں

شاہ باجن چشتی مشرب تھے سلسلۂ چشتیہ میں موسیقی جائز تھی ان کو موسیقی سے گہرا شغف تھا۔ اس لئے ہندی سرود عام اور مقبول ہو گیا تھا۔

باجن باعمل صوفی تھے وہ راگ راگنیوں سے واقف تھے اپنے پیر و مرشد کی وفات کے بعد ان کے مزار کی زیارت کے موقعہ پر باجن نے اپنے ملفوظ میں لکھا ہے کہ قوال ان کا کلام گاتے تھے باجن پہلے شخص ہیں جنہوں نے غنائی شاعری کو عام اور مقبول بنا دیا تھا۔ ان کی شاعری پر ہندی خدو خال میں تصوف کی گہری چھاپ تھی۔

باجن نے اپنے کلام کو مختلف راگ راگنیوں کے تحت لکھا ہے مثلاً پردۂ صبا، للت بھوپال، بھیروں، بلاول، توری، مارو، کلیاں

پردۂ کلیان کی حکری دیکھئے :

پیو پیو پیو بھر بھر پیو تجہ سنہ راتا میرا جیو

بین :

سبہ جگ تجہ مکہ دیکہیں جاوے جو دیکہے سو وہ سدہ گنوا وی
نینوں سیتی مدور پلاوی

تخلص :

باجن کا توں آہے پیو تجہ پر واریا باجن جیو

خزائنِ رحمت

حمد و ثنا کے بعد بسم اللہ کی فضیلت کے بیان میں احادیث نبوی سے استناد لیا گیا ہے
خالقِ کائنات کی حمد و ثنا کے بعد
الحمد للہ الذی خلق الاشیاء باحدیتہ وظھر فی کل شیٔ بفردیتہ"
کی یوں وضاحت کی ہے۔

"حمد مر خدائے را کہ جمیع اشیاء را باحدیت موجود گردانید و در ہر شے
بفردیتِ خود ظاہر ۱؎

حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوا علیہ السّلام کی پیدائش کے بعد مرقوم ہے کہ

"ہمہ تن ہا از تنِ آدم موجود گردانید، و در ہر تن دلے و در ہر
دلے جانے و در ہر جانے جانانے خود عیاں شد"

بیت :

دلم تنہا و خوباں چند تن ہا
بگو چوں می رسد یک تن بہ تنہا
فدا جانہا و تن ہا بر تو تنہا
کہ تنہا می بری جانہا و تنہا ۲؎

اس کے بعد شاہ باجن کے ذیل کے دو ابیات مرقوم ہیں ؎

ہیا ایک سبہ روپ سروپ کئے ایں ایکیتن ایک
کہ کیوں ملتا ہے ایک میں ایک ۳؎

۱؎ نسخہ ب ص۲ ۲؎ نسخہ ب، نسخہ ک ص۱
۳؎ نسخہ ب نسخہ ک ص۱

باجن جیوتن واردی تجہ اکتن ایک
توں ہے ایک لجاتا ہے جیوں ایک ہیں ایک

جب ہستیٔ مطلق کا بحرِ وجود جوش میں آیا اور حسنِ ازل نے پردہ سے باہر آنا اور کمال اور شیونات کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنے کمالات سے ہزاروں صورتوں میں آپ ہی اپنے اوپر جلوہ فرما ہوا۔ اس بحرِ وجود نے جو اپنی ہستیٔ مطلق سے سب کا مہبط ہے اپنے امواجِ علمی کی مختلف حیثیتوں سے مختلف عالم پیدا کئے۔

"در ہر ظرف شورِ تنہائی و بانگ یکتائی در زد و در ہر تن تنہا و در ہر جانے پنہاں ظاہر گشت و در ہر سینہ سوزے و داغے در نہاد و در ہر دے دردے و نالشے بنیاد و در ہر شئے بذکرِ وزبانِ گوناگوں عشق می کند فریاد۔" ؎[1]

ہر یک بشکل وکون دگر گوں نہاد گر
کامل مصوریست کہ یکساں نیافرید ؎[2]

اس مقام پر ذیل کے بیت ملتے ہیں ؎

تجہ ایک روپ ہور بہانت کھبوت
دیکھ عاشق شیدا ہوئے ہوئے
باجن ایکی ایک سر کیہا نا ہیں
سبہ کئے ہوئے جوئے

حضرت واحد الاحد کے کلام پاک سے اس بیان کی توثیق کی ہے۔ اس سورۂ اخلاص کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ کلام مجید کی کسی آیت کا یہ پہلا منظوم ترجمہ ہے ؎

ناانا جنیا نہ وہ جایا نہ انہ سائی باپ کہلایا، نا انہ کوئی گود چڑ بایا
باجن سبہ انہ آپ بنایا پرکت ہوا پر کنہیں نہ ٹہار رہیا آپ لکایا ؎

---

[1] نسخۂ ب نسخۂ ک ص۱ [2] نسخۂ ب نسخۂ ک ص۱ اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۲ [3] نسخۂ ک ص۲

برہان پور کے خطی نسخہ میں یوں لکھا ہے۔

"نا انا جنیا نا وہ جایا' نا انہ مائی باپ کھیلیا نا انہ کوئی گود چڑھایا

باجن سیہ انہ آپن پایا پرگٹ ہوا پر کہیں دیٹھیار ہیا آپ لکایا" ؎

حافظ محمود شیرانی نے دوسرے مصرع کو تھوڑے فرق سے یوں نقل کیا ہے۔ ؎

"باجن سیہ انہ آپ انہ پایا پرگھٹ ہوا پر آپ لکایا" ؎

صفات و تجلی کی دو انواع - جمال و جلال کے بیان کے ذیل میں "لیس کمثلہ شیء" کی تشریح کرتے ہوئے سعدی اور سنائی سے اشعار نقل کئے ہیں

"اقرار می کند دو جہاں بر یگانگیش

یکتا و پشت عالمیاں بر درش دوتا" سعدی

ہر چہ در خاطر آید من ایم نہ من آنم

ہر چہ در وہم تو گنجد کہ چنیں ام نچنانم ؎ سنائی

اس کے بعد باجن کا ہندی شعر درج ہے ؎

باجن وہ کس سر کہانا ہیں ہور اوس سر کہانا ہیں کوے

جیسا کوئی من منہ چنتوے ویسا بھی نہوے ؎

حمد و ثنا میں عجز کا اقرار کرتے ہوئے شاہ موصوف نے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

"جائیکہ آں حضرت لا احصٰی ثنا علیک گوید بندۂ بیچارہ آنجا سر فرو نہد وجان فدا کند وکدام زہرہ کہ نام ثنا او گفتن تواند و وصف کند ذات پاکش ادراک کند لیس ہمہ معصوماں و مقرباں بہ عجز پیش آمدہ اند کسیکہ آلودۂ معصیت و پر گناہ واز معرفت علم مفلس و محتاج و گرفتار نفس امارہ است۔ شب و روز لطلب حاجت دائم دست واز پیش آں

؎ نسخہ ک ص ؎ پنجاب میں اردو ص ۳ اور نٹیل کالج میگزین نومبر ۳۰ء ص ۲۲

؎ نسخہ ک ص ؎ سنائی املا ثنائی لکھا ہوا ہے۔ ؎ نسخہ ک ص ۲ / نسخہ ب ص ۵ اورنٹیل کالج میگزین ص ۱۲۰

دربار است پس گدا را سلطان چہ نسبت، ہمیں لب بت کہ
پیش او در آید و گدائی کند و در حال گدائی چیزے گوید"۔

بیت:

صفتت کجا بر آید بزبانِ ہمچو مائی
تو بحسنِ پادشاہے من خستہ دل گدائے [۱]

یہاں شاہ موصوف نے اپنے چار فارسی اور دو ہندی اشعار نقل کئے ہیں۔

در حال گدائی این فقیر چیزے گفتہ است ....

ہر صبح و شام بر درِ تو میکنم گدا   از خود جدا مگرداں بہما مرا لقا
بھی اللہ   دوست، دوست شیئاً للہ از برائے اللہ
بھی اللہ   دوست، دوست شیئاً للہ از برائے اللہ
واں کانہ زنجبیل مزاجہا کافورا   واں مشکبوی لوں شرابست طہورا
باجن بشارتے کہ ہیں دادا او پناہ   کس ناامید نیست خود از رحمتِ الٰہ [۲]

باجن بھکاری کیا بکھان کرے گا
دے اپنی بھیک کارن کچھ کھیگا
جی کچھ قسمت ہے سو ہی لہیگا
گدا کوں تبو ہی مانگیا کرے گا [۳]

بیت:

خوش وقتِ آں کساں کہ شب و روز و شب و   روز و شب
تسبیح و وردِ شاں نست ہمیں دوست، دوست، دوست [۴]

مذکورہ بالا ہندی اشعار پنجاب میں اردو میں مرقوم ہیں۔

---

[۱] لنسخہ ب ص۷۔ النسخہ ک ص۳ [۲] لنسخہ ب ص۷، النسخہ ک ص۳ [۳] لنسخہ ب ص۷، النسخہ ک ص۳
میں دوسرا شعر... جی کچھ قسمت ... نہیں ہے۔ [۴] لنسخہ ب ص۷، النسخہ ک ص۳

باجن بکھاری بکھان کریگا
وے اپنی بھیک کاں کچھ کچھ کہیگا

جو کچھ قسمت میں ہے سو ہی لہیگا
گدا کون توہی براتا رہیگا [۱۵]

اعتراف عجز کے بعد خدائے بزرگ و برتر کی ستار العیوبی، عیب پوشی، خطا بخشی کا ذکر کرتے ہوئے "خزائن رحمت" کے عیوب وانقام سے چشم پوشی کی گئی ہے اس سلسلے میں ذیل کا دوہرہ منقول ہے۔ ؎

باجن جے کسے کے عیب ڈھانپے — اس تھے درجن تہر تہر کانپے
نعمت اعلیٰ ایسے ہنسے پائے — میچان انکھیاں چاری نکھائے [۱۶]

حمد و ثنا کے بعد نعت سرور کائنات ہے۔ کلام پاک کی آیات کے حوالے اور ان کے ترجمے کے بعد ذیل کا عربی شعر اور اس کا فارسی نثری ترجمہ دیا ہوا ہے۔

انے وان کنت ابن آدم صورۃ
فلی فیہ معنی شاہد بابوتے

ترجمہ:۔ بدرستی درستی کہ من اگرچہ ہستم لپسر آدم از روی صورت اما مرا معنی است دراں صورت کہ گواہی بر پدری من بدہد"

دوہرہ:۔ بیٹا جایا باپ، باپ نے جایا بیٹا
اکھے باجن پندرت بہان دلو یہ ہیٹا [۱۷]

واین را مفصل ہم گفتہ شدہ است کہ ابو الاجداد مہتر آدم است والبو الارواح محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ...

سرکار رسالت پناہ میں سلام و درود کی سوغات پیش کی ہے ؎

---

[۱۵] پنجاب میں اردو ص ۲۰۰ [۱۶] لنسخہ ب ص ۳ / پنجاب میں اردو ص ۲۰۰ اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء ص ۱۲ [۱۷] لنسخہ ب ص ۹ / لنسخہ ک ص ۵

سلام من برساں اے نسیم جاں پرور

دراں دیار کہ آں آفتاب دولت ماست

دگر بگوئی بسوگند خالق الاخلاق

کہ جان و دل ابد الدہر در دعائے شماست ۱۸؎

حقیقتِ محمدی کے ذیل میں لکھا ہے کہ ہم ایوانِ بقا سے دارِ فنا میں "یار" کی تلاش میں آئے۔ ہم "طالبِ یار" دریائے وصال" میں غرق تھے۔ عشق کی موج اٹھی اور ہم کنارے آ گئے۔ تمام طالب اور عاشق جمالِ محمدی اور محمد جمال اللہ میں محو ہو گئے۔

اس بیان کے ذیل میں دو اشعار کے بعد ایک دوہرہ منقول ہے ؎

وصفِ حق را جز محمد کس نداند

وصفِ احمد جز خدا دیگر کہ خواند

جز خدا اورا کسے نشناختہ

کس خدا را ہیچ او نشناختہ

محمد سرور پرم کا رحمت اللہ بہریا

باجن جیورا وار کر سراگین دھریا ۱۹؎

حمد و نعت کے بعد مصنف نے اپنا شجرہ حضرت آدم علیہ السّلام تک بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ عدنان کے بعد اسامی میں اختلاف ہے۔ عدنان کے قبل زیادہ اختلاف نہیں ہے۔

سببِ تالیف:۔

مؤلف نے شیخ رحمت اللہ کے بعض کلمات اور مشائخ سلف کے کلمات اور مناقب جو کتب معتبرہ سے جمع کئے تھے مرتب کر کے رسالے کا نام "خزائنِ رحمت اللہ" رکھا تاکہ اس خانوادہ کے ارادت مند مستفیض ہو سکیں۔

۱۸؎ نسخہ ب صہ ۹ / نسخہ ک صہ ۳

۱۹؎ نسخہ ب صہ ۱۰ / نسخہ ک صہ ۶ اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۳ء، پنجاب میں اردو صہ ۲

ایں فقیر بہاؤ الدین الملقب بہ باجن کہ غلام سلطان المشائخ المنقطع الی اللہ مخدوم شیخ رحمت اللہ قدس اللہ سرہ العزیز است۔ بعضے کلمات از زبانِ حضرت ایشاں و از کلماتِ مشائخ سلف و مناقب ایشاں کہ منقول از کتب معتبرہ جمع کردہ بود۔ وآنچہ در طبعِ ایں فقیر گنجید و سنجید تحریر یافت و ایں رسالہ "در خزائنِ رحمت اللہ" نام نہاد ۔۔۔۔۔"
باعثِ نوشتن ایں رسالہ ایں بود کہ مریدان و معتقدان ایں خاندانِ کرام ارشاد بگیرند" ۲۰؎

زیر نظر رسالہ "سات آسمان، زمین، ایام، ستارہ اور اعضاء کی مانند سات خزائن پر مشتمل ہے اس کی زبان سادہ اور آسان ہے تاکہ عوام و خواص آسانی سے سمجھ سکیں۔ ۲۱؎

★★★

۲۰؎ نسخہ ب ص۱۴ / نسخہ ک ص ۹

۲۱؎ نسخہ ب ص۱۴ / نسخہ ک ص ۱۰۹

خزانۂ رحمت کے مندرجات

اب تفصیل سے مندرجات ملاحظہ کیجئے۔

خزائن اول:

یہ چار مشائخ کے مناقب اور آٹھ انبیاء کے ذکر پر مشتمل ہے۔

مناقب اوّل۔ شیخ رحمت اللہ کے ذکر میں ہے اور اس کی ۹ قسمیں ہیں

۱۔ قسم اوّل ۔ پیدائش
۲۔ قسم دوم ۔ طفلی سے بلوغ تک کے بعض احوال
۳۔ قسم سوم ۔ ذکر ایثار و انکسار و شکستگی
۴۔ قسم چہارم ۔ ذکرِ حیا و ادب
۵۔ قسم پنجم ۔ ذکرِ عبودیت تفویض و تسلیم
۶۔ قسم ششم ۔ ذکرِ فکر و غنا
۷۔ قسم ہفتم ۔ ذکر ارادت
۸۔ قسم ہشتم ۔ ذکر معاملہ ارادت مؤلف با پیر دستگیر
۹۔ قسم نہم ۔ ذکر رحلت

مناقب دوم: شیخ عزیز اللہ

یہ مناقب چار اقسام پر مشتمل ہے۔

۱۔ قسم اوّل ۔ ذکر توکل علی اللہ و یقین باللہ
۲۔ قسم دوم ۔ ذکر انتقال شیخ عزیز اللہ بعد رحلت خواجہ رکن الدین
۳۔ قسم سوم ۔ ذکر رحلت شیخ عزیز اللہ
۴۔ قسم چہارم ۔ ذکر ارادت و رشد و ہدایت

مناقب سوم: ذکر شیخ لطیف الدین دریا نوش

یہ مناقب شیخ لطیف الدین دریا نوش کی بیعت النعمت سے سرفرازی، الباس و مسکن شرافت و محبت، اور رحلت کے بیان پر مشتمل ہے [۲۲]

مناقب چہارم:

حضرت خواجہ محمد ابن زاہد یوسف چشتی کے بیان میں ہے اس میں خواجہ موصوف کی کرامات النسب اور خالوادہ چشت کے ظہور کا بیان ہے۔

کشف المحجوب سے بارہ خالوادوں کے نام نقل کئے گئے ہیں [۲۳]

انبیائے کرام میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضور سرورِ کائنات کے اذکارِ خیر ہیں۔

خزانۂ دوم:

حضرات اہلِ طریقت کے افعال کا ذکر ۳۶ مفتاح میں عنوانات ذیل کے تحت مذکور ہے

نیت۔ فرائض حق سبحانہٗ۔ اعتقادات۔ صلوٰۃ۔ توبہ۔ انواعِ توبہ۔ القابِ توبہ۔ نا شایان شرائطِ توبہ۔ پیر کا مرید کو توبہ کرانا۔ کلاہ دینا۔ ارادت و بیعت۔ شروطِ بیعتِ زن، وطریق بیعتِ زناں۔ تلقین۔ طاقیہ۔ خرقہ۔ سجادہ۔ مقاماتِ شیخ۔ انواعِ مریدی۔ وسیلۂ پیر۔ معنی پیر و مرید۔ آدابِ مرید با شیخ و با حق تعالیٰ۔ دنیا۔ ریاضت۔ نفس۔ عجب۔ مجاہدہ و مشاہدہ۔ عزلت۔ اربعین و اخلاص۔ احکامِ اربعین۔ قوتِ اربعین اعتکاف۔ احکامِ اعتکاف۔ صحبتِ دل۔ آدابِ تلاوت۔ قرآن پاک فضائل بعض آیات۔

خزانۂ سوم:

خزانۂ سوم میں اہلِ حقیقت کے حالات انیس ۱۹ فتح میں عنواناتِ ذیل کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔

صفت دل و صفا و عظمت۔ خطرہ۔ محاسبہ و استقامت۔ طہارتِ دل ابجوذکر۔ فکر۔ اور مراقبہ سے حاصل ہوتی ہے) انواعِ ذکر۔ کلماتِ مراقبہ۔ حالاتِ ذکر میں پیدا ہونے والے انوار۔

---

[۲۲] لسنخوب ص۱۵ / لسنخ ل ص۱ [۲۳] لسنخ ب ص۱۵ / لسنخ ک ص۱۱

اشغال۔ ولایت وفضیلت ومعرفتِ اولیاء بمعرفت مشائخ۔ قسم سالکان۔ جوازِ سماع بحکم نص جوازِ سماع وغنا ورقص بحکمِ احادیث۔ جوازِ سماع ورقصِ یارانِ صحابہ۔ شرائط وآداب و والواعِ سماع۔ سماع وصوفی۔ طلب ومحبت۔ تحسینِ اخلاق خواب۔ حیات وممات۔ عقل وعلم۔

خزانۂ چہارم:

اسرار توحید جلی وعلی اور مبدء معاد انسان کے ذکر میں ہے۔ اس خزانہ میں چھ مفتوح ہیں۔ ان میں دل وروح کے اسرار۔ عشق۔ معرفت (صفات ومراتب تجلیات کلیہ طالبان معرفت) و (اصطلاحات صوفیہ شیخ ابو سعید ابو الخیر کی رباعی کی شرح) اور القابِ توبہ وغیرہ کا ذکر ہے۔

خزانۂ پنجم:

خزانۂ پنجم میں ورد واوراد۔ دعوات وادعیہ۔ حرزیات وضربیات کا بیان ہے اس خزانہ میں سات اذکار اوران کے انواع ہیں۔

اوراد۔ اوراد کے فوائد۔ انواع۔ تعویذات۔ حرزیات۔ طلسمات وافسوں۔ ادویات۔ ادعیہ۔ دعوات سورۂ کلام اللہ۔ دعوات آیات کلام اللہ۔ دعواتِ اسماء اللہ۔ دعوات ادعیہ۔ دعواتِ حرزیات۔ دعوتِ ضربیات وغیرہ۔

مجربات مؤلف۔ کا تفصیلی ذکر مرقوم ہے۔

خزانۂ پنجم سالکانِ معرفت کے لئے ایک اہم خزانہ ہے جو مخطوطہ کے دوسو اسی (۲۸۰) صفحات پر محیط ہے۔ اس میں مشائخ کے اوراد واذکار اوران سے مرتب فوائد ونتائج کا بیان ہے آیاتِ کلام پاک، اسماء الہٰی ادعیہ کے علاوہ حرزیات وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

۴۴ فصلوں میں تعویذات۔ حرزیات۔ طلسمات۔ افسوں وغیرہ کا بیان ہے مختلف قسم کے امراض مریض کے طالع علاج کا بیان ہے۔

ادویہ۔ ان کے بنانے کے طریقے اور ظروف مقدار۔ دوا دینے کے اوقات تراکیب استعمال تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

اس خزانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ باجن ایک طبیب حاذق اور ماہرِ نجوم بھی تھے۔ طب ایک شریف پیشہ ہے خدمت خلق کا ذریعہ ہے ابتدائی دور میں طب مذہب کے زیرِ اثر تھا۔ صوفیا اور مذہبی رہنما اس علم کے وارث تھے۔

باجن باعمل صوفی تھے وہ ہر طریقہ سے عوام و خواص کی خدمت کرتے تھے بیشتر نسخہ جات ان کے مجرب ہیں جا بجا اس کے اشارے ملتے ہیں۔

خزانہ ششم:

بیشتر اوراد و اذکار پر مشتمل اس خزانہ میں نماز اور دعاؤں کے مہینے، دن، اوقات اور دیگر تفصیلات مندرج ہیں جو مشائخ کبار اور کتب اخبار سے منقول ہیں اعراس کی تاریخیں بھی ہیں۔

خزانہ ہفتم:

اس خزانہ میں شاہ باجن کے اشعار ہیں اس خزانہ کا تعارف ذیل کے الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

> "در ذکرِ اشعار کہ مقولہ ایں فقیر است۔ بزبانِ ہندوی۔ جکری، خوانند و قوالانِ ہند، آں را در پردہ ہا و سرود می نوازند بعضے در مدح پیر دستگیر و وصفِ روضۂ ایشاں و وصفِ وطنِ خود کہ مقام گجرات است و بعضے در ذکرِ مقصد مقصودات مریدان و طالبان و بعضے در ذکر عشق و محبت درین خزینہ بالتفصیل جمع کردہ شد بنامِ پردہ ہائے سرود" [۲۴]

★★★

---

[۲۴] نسخہ ب ص[۱۰] / نسخہ ک ص[۱۴]

خزانۂ رحمت

تفصیلی تعارف اور لسانی جائزہ

خزانۂ اوّل:

خزانۂ اوّل میں انبیائے کرام، مشائخ کبار اور شیخ رحمت اللہ کا بیان آسان عبارت میں ہے اس میں نو مناقب ہیں۔

"دریں خزینہ مناقب مشائخ .... و ذکر انبیا .... و تحریر یافت بہ عبارت سہل و آسان تر و بہ سخنان کہ عام فہم تا اذہان و افہام مبتدیان و ستمان و معتقدان ایں خاندان مناقب مشائخ را ادراک کنند"۔ ۲۵

مناقب اوّل میں شیخ رحمت اللہ کے نام کی پیدائش اور ان کے نام کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرتب نے لکھا ہے کہ ان کی پیدائش کے وقت "امساکِ باراں" تھا۔ ان کے پیدا ہوتے ہی بارش شروع ہوگئی۔

حضرت شیخ العالم گنج شکر شیخ فرید کی اولاد میں سے اس وقت خواجہ رکن الدین مودود کان شکر حیات تھے۔ انھوں نے کہا کہ "درخانۂ شیخ عزیز اللہ رحمت اللہ آمد" ۲۶ شاہ باجن نے ایسا عجیب نام سندھ سے خراسان تک اور دکن سے سیلون تک اپنے سفر کے دوران کہیں نہیں سنا۔

---

۲۵ نسخہ ب ص۲۰ / نسخہ ک ص۱۶

۲۶ نسخہ ب ص۲۳ / نسخہ ک ص۱۷

" ایں فقیر از طرف سندھ تا خراسان واز دکن تا سیلان مسافرت نمود

ایں اسم جائے لشنیدہ واگر جائے خواہد بود نادر کالنادر کالمعدوم ۲۶

قسم دوم میں شیخ رحمت اللہ کے بچپن سے بلوغ تک کے بعض احوال مذکور ہیں بارہ سال کی عمر میں ان کی روزہ داری اور شب بیداری کی شدت کا بیان کرتے ہوئے شاہ باجن نے ذیل کے اشعار موزوں کئے ہیں

آں کہ او در طلب خدا خواہد بود

آں کہ دل سوختہ را داغِ جگر خواہد بود

برز مینے کہ رو دپائے تو چوں سرِ روان

جانِ باجن چو بران خاک فدا خواہد شد ۲۷

ان ابیات کے بعد ہندی اشعار منقول ہیں۔

باجن انہ یہ جیو بلہاری وی جی لس دہیان دہنی سون لگا وینہ

کہرے کہرے کنہ بھرن بہر پہر کہے کہ بینتی جاگنہ جگا وینہ ۲۸

باجن تنکے ہو بلہاری جی نت دہیان ذہنی کے لاگین

کہرے کہرے اور کوک جگا دیں بہری بہری بینتی جاگیں ۲۹

راجہ کے دربار سوی رانوں پہریں پہریں

رن بن .... بنکہری کرل کرنہ

ایک آپیں جاگیں اور دن بھی جگا لویں

بہرے بہرے سبد سنا لویں

---

۲۶ نسخہ ب ص ۲۳ / نسخہ ک ص ۱۸ ، ۲۷ نسخہ ب ص ۲۳ / نسخہ ک ص ۱۸

۲۸ نسخہ ک ص ۱۸ یہ دو مصرعے نسخہ کراچی میں ہیں۔

۲۹ نسخہ ک میں ان اشعار کو لفظ صحیح کے ساتھ یوں لکھا ہے۔

النگ النگ بیٹھ ہیں جو پنکھے کے (۹)

رت جاگو لوگا جاتی ہیں رات

برہان پور کے نسخہ میں مذکورہ دو مصرعوں کے سوا بقیہ اشعار تھوڑے سے فرق سے یوں مرقوم ہیں۔

۱۔ تنکے ہو بلہاری جی نت دھیان دہنی کے لاگیں
کبھی کبھی اور کبھک جگا دیں پہرے پہرے بیٹھے جاگیں

۲۔ راجے کے دربار سبھے نت ساری زالوں پہرے پہری
رن بن بیگرو کرل کریں مندر مندر دیو ری پلیتہ ؎۳۰

۳۔ آپیں جاگیں اور ن بھی جگا دیں
پہری پہری سبد سنا لویں
النگ النگ بیٹھ ہیں جوگی ات
جاگو لوگا جاتی ہے رات

اورینٹل کالج میگزین نومبر ۳۰ء میں پروفیسر شیرانی نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے نسخہ سے ۲ کے مصرعے یوں نقل کئے ہیں۔

راجے کے دربار سگل، رات پہرے پرنہ!!
مندر مندر دیو رے پانہ، رن بن پنکھڑی کرل کرنہ ؎۳۱

عقدہ ۳: مذکورہ رسالہ میں یوں منقول ہے۔

ایک آپیں جاگنہ اور نہ بھی جگاونہ
پہرے پہرے سبد سناونہ
النگ النگ بیٹھے ہیں جوگیاں
جاگو لوگا جاتی ہے رات ؎۳۲

؎۳۰ نسخہ ب ؎۳۱ اورینٹل کالج میگزین نومبر ۳۰ء صفحہ ۱۲۲ پنجاب میں اردو صفحہ ۲۰۹
؎۳۲ اورینٹل کالج میگزین نومبر ۳۰ء صفحہ ۱۲۲ / پنجاب میں اردو صفحہ ۲۰۹

اتباعِ سنت نبوی شیخ رحمت اللہ کی شدت ریاضت کا ذکر ہے۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں حضور سرورِ کائنات رسالت مآب کی شب بیداری کا بیان ہے۔ یہاں سالک کیلئے ہدایت ہے کہ خرقہ پوشی سے کام نہیں چلتا مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہے۔

بخرقہ کار میسر نمی شود درویش
کہ اشک سرخ و رخ زرد باید و دل ریش

اگر بخرقہ پشمے کسے شدے صوفی
یقین کہ میش بدے در طریقت از ہمہ پیش [۳۳]

مناقبِ سوم میں شیخ رحمت اللہ کے ایثار و انکسار اور عاجزی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سید السادات برہان الدین قطب عالم نے ان کو "مجسم حلم" کہا ہے۔

"یک روز سید السادات سید برہان الدین قطب عالم برائے ملاقات شیخ المتوکل مخدوم شیخ عزیز اللہ آمدہ بودند. بندگی شیخ رحمت اللہ را نیز ملاقات کردند و فرمودند کہ امروز صورت حلم را دیدم اگر کسے خواہد کہ صورتِ حلم را بیند خدمت مخدوم شیخ رحمت اللہ را بیند۔" [۳۴]

شاہ باجن نے اپنے عم زاد میاں مینا[۳۵] مرید شیخ رحمت اللہ کی ایک رباعی اس مقام پر نقل کی ہے۔

"برادرم میاں مینا. خادم بندگی شیخ رحمت اللہ می نویسد":

بسے گردیدہ ام در ملک اللہ
بہند و سند و مصر و کعبۃ اللہ
ندیدم ہیچ کس را در زمانہ
تواضع، حلم شیخ رحمت اللہ

---

۳۳ لسنخوب ص / لسنخوک ص ۳۴ لسنخوب ص / لسنخوک ص

۳۵ میاں مینا - لسنخوب ص۲۰ / لسنخوک ص۲۰

ایثار و احسان کے فرق کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

"معنی ایثار آنست کہ مقدم دارد خظوظ و نصیب برادران را

بر حظوظ و نصیب خود در کار دنیا و آخرت . . . . . .

واحسان آنست کہ نیکوئی کند در حق کسے کہ بر لو بدی کردہ

است واگر کسے کی نیکی کردہ است در حق او نیکی کردن احسان

نیست بلکہ مکافات است" ۳۷

اس وضاحت کے بعد شیخ رحمت اللہ کی توکل پیشگی اور ایثار و احسان کا مذکور ہے۔
شیخ رحمت اللہ کی حیا و ادب کے بیان کے ضمن میں سلطان قطب الدین گجراتی (م ۸۶۳ھ) کی
مجلسِ علما کا ذکر ہے اسی مقام پر سلطان کو مرحوم لکھا ہے۔

سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی نے سات برس سات ماہ سلطنت کی
اور ۲۳ رجب ۸۶۳ھ (م سنہ ھ) کو وفات پائی۔ ۳۸

اس اندرونی شہادت سے کتاب کی تصنیف کے سال کا اندازہ لگانے میں مدد مل سکتی ہے
یہاں ایک حکایت میں دنیا سے ایمان کے ساتھ گذر جانے کی ہدایت کی ہے "عبودیت"
"تفویض و تسلیم" کے بیان میں عبادت اور دعا کے اوقات اور شرائط مرقوم ہیں لکھا ہے کہ
صدق سے نجات ملتی ہے۔ کذب مہلک ہے۔ دعا عبادت کی "بیخ" ہے۔ دعا کی قبولیت
کے بیان میں فارسی شعر کے ساتھ ہندی دوہرہ بھی ہے۔

اجابت دعا را بباید دو چیز
یکے لقمۂ حل، دیگر صدق نیز

دوہرہ
باجن دعا را اسی کی قبولے
کھاوے حلال اور ساچ بولے ۳۹

---

۳۷ نسخہ ب ص۲۶ / نسخہ ک ص۲۱-۲۰ ۳۸ نسخہ ب ص۲ / نسخہ ک ص۲۸

4 تاریخ فرشتہ جلد اول ص۲۹۱ پر ۸۶۳ھ مرقوم ہے مگر ص۲۸۷ پر لکھا ہے کہ سات برس سات ماہ قطب الدین
نے سلطنت کی اور محمد شاہ اول، محرم ۸۵۵ھ کے بعد تخت نشین ہوا اردوئے قدیم ص۴۳ ۳۹ نسخہ ب ص۳۲ / نسخہ ک ص۲۵

عبودیت کی شرائط کے تحت شاکر اور شکور کے فرق کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

"میاں شاکر و شکور فرق است کہ شاکر در حالت ہستی شکر گوید و شکور در حالت نیستی و فقر شکر گوید و شاکر آنست کہ اگر عطا یابد شکر گوید و شکور اگر نیابد او منع و عطا ہر دو نعمت از حق بیند" [۱]

حضرت شیخ رحمت اللہ کی مقام بندگی کے مطابق چند روایات نقل کی ہیں اور "یقین و توکل" کے متعلق "خیال خام" کے عنوان سے شاہ باجن نے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

"خیال خام ایں درویش"

اگر یقین و تسلیم استوار نباشد بر فقر و توکل ثابت قدم آمدن نتواند زیرا کہ یقین و تسلیم ہر دو شہپر سالک اند چوں اینکہ ہر دو استقامت یافت بر توکل و فقر ثابت قدم آمد ایں جا غنائے دل حاصل شود۔ واز اختیار بے اختیار گردد . . . . .

باجن درویش بے اختیار وقتے شود کہ جذبۂ حق او را بسوئے خود کشد و مجذوب ساز و ایں مقام دست ندہد جز تسلیم و تفویض واز روئے لغت تفویض کار بہ کسے سپردن است و سپردن مالک را باید تا سپردن درست آید۔

بیت :

کرا زہرۂ آنکہ از بیم تو

کشاید زبان جز بہ تسلیم تو

و ہر کہ در میدان تفویض افتاد مرادات او را ہم چناں در کنارے او نہند کہ عروس را در کنار نوشتہ دارند . . .

ہمدریں محل بزبان ہندوی گفتہ است

---

[۱] نسخہ ب ص ۳۳ / نسخہ ک ص ۲۶

اللہ سینے جیکو ہوئی
اللہ اور سب جگ اس کا ہوئی
من مراد گھر بیٹھے پاوی
تب اس مار نکلے کوی [٤١]

آگے چل کر اختیار کے سلب ہونے ترک تصرف اور نشانِ تجرید کا بیان ذیل کے کلام پر ختم ہو جاتا ہے۔

میرے نہ نہ رگ رگ پیو بسے
منجہ بالنہ بول جو دئی
تیرے برہے یہہ من بھید یا
سبہ بند پرم رس بھریا
سبہ سر جن اپنا ہوئی رہا
بہی باجن تجہ کون کن کہا [٤٢]

مناقب شمسیہ میں مرشد کے فقر و غنا کا بیان کرتے ہوئے شاہ باجن نے چند تاریخی واقعات کا ذکر کیا ہے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک روز زبان در بار اور یاقوت نثار سے یہ ارشاد ہوا

" مردم را دو چیز در تشویش اندازد کہ بیش از وقت قسمت می طلبد یا بیش از قسمت می خواہد" [٤٣]

فقر کی تعریف ملاحظہ کیجئے۔

" دانی فقر کیست ؟ یعنی فانی از خود و باقی با حق بودن و موصوف شدن با صفت تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ عبارت از وست و عدم التفات بکونین و اکتفا بمکون . . . . [٤٤]

---

[٤١] نسخہ ب ص ٢٦ / نسخہ ک ص ٢٩ [٤٢] نسخہ ب ص ٣٧ / نسخہ ک ص ٣٠
[٤٣] نسخہ ب ص ٤٦ / نسخہ ک ص ٣٢ [٤٤] نسخہ ب ص ٤٨ نسخہ ک ص ٣٢

ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ملاحظہ کیجیے۔

سلطان محمود بن محمد شاہ گجراتی (م سنہ ۹ھ) حضرت شیخ رحمت کا مرید و معتقد تھا۔ ایک مرتبہ حضرت موصوف نے اس کے حق میں گجرات کی سلطنت کی پیشین گوئی کی تھی۔ سلطان قطب الدین محمد شاہ کی وفات کے بعد کوئی اور بادشاہ ہوا۔ سلطان محمود کی والدہ نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی اور پیشین گوئی کی یاد دہانی کی۔

حضرت موصوف نے چند روز توقف کرنے کیلئے کہا چند روز بعد سلطان محمود بادشاہ بن گیا[۴۵]

سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد سلطان داؤد بن احمد شاہ تخت نشین ہوا۔ فرشتہ نے لکھا ہے کہ سات روز بعد اسے معزول کر دیا گیا کہ چالیس دن کے بعد قیصر خاں وغیرہ نے اتفاق کر کے اسے معزول کر دیا اور سلطان محمود کو تخت پر بٹھایا۔

"چون مدت چہل روز تمام شد قیصر خاں وغیرہ اتفاق کردہ
آں بادشاہ را عزل کردن و سلطان محمود را از خانہ مادر او آوردہ
کسوت زنانہ کہ مادرِ سلطان بسبب ترس پوشانیدہ بود
دور کردہ بر تخت نشانند" [۴۶]

ملفوظات میں اس مقام پر دہ رباعی مندرج ہے جو حضرت شاہ باجن کے مزار (برہان پور) کے باب داخلہ پر کندہ ہے اس کے ارد گرد کاشی کاری کا نفیس اور خوبصورت نمونہ مختلف نباتاتی اشکال سے مزین ہے۔ رباعی حسبِ ذیل ہے [۴۷]

اے پسر روی متاب از نظرِ درویشاں
کہ نظر ہا تو بیابی ز درِ درویشاں
ظلم اعدا چو بود بر درِ درویش درآ
کہ مرادت بیابی ز درِ درویشاں

---

[۴۵] منتخب ص۴۱ / المنتخ ک ص۳۲ کوئی اور سے مراد سلطان داؤد بن احمد شاہ ہے جو سلطان قطب الدین کے بعد تخت نشین ہوا اور سات روز سلطنت کرنے کے بعد اسے معزول کر دیا گیا (تاریخ فرشتہ جلد اول ص۲۹۱-۲۹۲)
[۴۶] منتخب ص۴۲ / المنتخ ک ص۳۳ [۴۷] منتخب ص۴۲ / المنتخ ک ص۳۴

سلطان محمود نے نذر میں دیہات کی جاگیر پیش کی مگر شیخ رحمت اللہ نے قبول نہیں کیا

قومے کہ ہر دو کون بیک جو نمی خرند

ایشاں دام از محبت دنیا کجا زنند

شاہ موصوف نے بادشاہ کو رعایا پروری اور دادگستری کی ہدایت کی انہوں نے سلاطین سے کبھی کوئی چیز قبول نہیں کی کیونکہ وہ تارک الدنیا تھے۔

یہاں تارک الدنیا کی وضاحت یوں کی ہے۔

دنیا اور آخرت کے حلوے کی کیا ضرورت ہے۔

باجن حلوا پرم کا رے وہ جیہن کہا یا

اس نو کچھ نہ بہا وے جیو شہ سوں لایا ۴۹

ضمنی طور پر سلطان ابراہیم ادہم کے چند واقعات بیان کئے ہیں ایک جگہ لکھا ہے کہ

"تارک الکونین سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بہ محبتِ حق پیوست ہفتاد ہزار حرم و ہژدہ لک اسپ و بادشاہی بلخ گذاشتہ درویشی اختیار کردند۔ چنانچہ بزبان ہندی کسے گفتہ است۔"

دوہرہ:

ستر سہس سہیلیاں تری اٹھارہ لکھ

ہو ابراہیم ذي (؟) در جہد کیا بلخ ۵۰

• نسخہ برہان پور میں یہ دوہرہ یوں منقول ہے

ستر سہس سہیلیاں تری اٹھارہ لک

سائیں کیری کارن چھوڑا شہر بلخ!

---

۴۹ نسخہ ب میں مصرعٔ اولیٰ یوں مرقوم ہے

ع باجن حلوا پرم کا جہر جاؤں کہایا

۵۰ نسخہ ب ص۴۸ ، نسخہ ک ص۴

فارسی عبارت کے لحاظ سے دوسری نقل موزوں معلوم ہوتی ہے۔ شیخ رحمت اللہ کے مقام "الفقر فخری" پر متمکن ہونے کے ذیل میں فقیر بے نوا و بالنوا، فقیر فضول، فقیر عاجز، فقیر قانع، اور فقیر خاص کے مراتب کی توضیح کی گئی ہے [۵۱]

مناقب مقتم میں شیخ رحمت اللہ اور ان کی ہمشیرہ بی بی عائشہ کے حضرت خواجہ مودود بن خواجہ محمد زاہد چشتی سے مرید ہونے کا ذکر ہے۔

اس ضمن میں "تسلیم جاں" کے دو واقعات منقول ہیں۔

خواجہ مودود بن خواجہ محمد زاہد چشتی احمد آباد تشریف لائے اور مغلپورہ میں قیام کیا ان کے قبل ان کا لڑکا چشت سے ناراض ہو کر آ گیا تھا حضرت خواجہ نے اسے وطن واپس چلنے کیلئے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ حضرت خواجہ نے غصہ میں کہدیا کہ اگر وہ نہ جائے گا تو اس کا تابوت جائے گا اس نے بھی کہا کہ میرا تابوت تنہا نہ جائے گا۔

جب خواجہ نے چشت مراجعت کا ارادہ کیا تو لڑکے کے پاس خالی تابوت بھیج دیا لوگ تابوت لے کر پہنچے خواجہ زادہ نے جانِ عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

حضرت خواجہ جب تابوت لے کر ٹھٹھہ کے قریب پہنچے تو خیال آیا کہ لڑکے کی بات کیوں خالی جائے، جان دے دی۔

اب چشت کی طرف دو تابوت روانہ ہوئے۔ جب قریب چشت پہنچے تو خادم نے سوچا کہ اس کا گھوڑے پر سوار ہو کر چلنا مناسب نہیں ہے گھوڑے سے اترا اور جاں بحق تسلیم کر دی۔

تین تابوت چشت پہنچے ان کو حضرت خواجہ قطب الدین مودود بزرگ بن خواجہ ناصر الدین یوسف چشتی کے روضہ مبارکہ میں دفن کیا گیا۔

این جانِ عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست
روزے رخش بہ بینم و تسلیم وے کنم [۵۲]

---

۵۱ نسخۂ ک ص ۴۳-۴۴ ۵۲ نسخۂ ک ص ۴۵ ص ۴۶

خواجہ مودود کے انتقال کے ذیل میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دم ا ا کا واقعہ بھی مذکور ہے۔ جب ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس پہنچا تو آپ نے دریافت کیا کہ کیوں آئے ہو؟ جواب دیا کہ "آپ کی جان قبض کرنے آیا ہوں۔"

حضرت موسیٰ نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ ملک الموت نے واپس جاکر جناب باری میں عرض۔ ارشاد باری ہوا کہ

"میرے دوستوں کے پاس بے ادب مت جاؤ۔ کیوں کہا کہ جان قبض کرنے آیا ہوں۔ جنت کے باغ سے ایک سیب لے کر جاؤ اور ادب سے میرا سلام کہو۔"

ملک الموت نے ایسا ہی جواب دیا۔ حضرت رب العالمین کا سلام کہنے کے بعد ادب سے کھڑا رہا حضرت موسیٰ کی نظر سیب پر پڑی اسے ہاتھ میں لیا سونگھا اور جاں بحق ہو گئے۔

سیب را بو کرد موسیٰ جاں بداد
تو بگو کاں سیب از بستانِ کیست؟

در شوقِ تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کا نجا ملک الموت نگنجد ہرگز!!

خوب رویاں چو پردہ برگیرند
عاشقاں پیشِ شاں چنیں میرند ۵۲

"وصل الحبیب الی الحبیب" کے اس طویل پس منظر میں ا جن کے اشعار کے ذیل کا مفہوم بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

باجن جیبرا تہا سو پہ دپیا جو نزا لوں کیا لیہ
سونے کہر کا پا ہو نان نہالے پہرا دیہہ ۵۳
جی جیورا کہنا سایئں کارن جب بہاوہ تب دینہ
جیرا دیونہ اپنا نیہ سایئں کا لینہ

---

۵۲ نسخہ ک ۳۴ الف ر نسخہ ب صفحہ ۵۵،۵۶

۵۳ نسخہ ب سو پہٹی

جونزا : ہے لوکنہ کارن لوانہ کہا جیولینہ
وی کا جے ماتے پرم کے ان کا جیو کیوں لینہ ۵۵

---

۵۵ انسخ ک لیہ

جیرا : ہمارا دل کہ / سونپ دیبیا : سونپ دیا - رکھر : گھر
جونزا : جیوڑا / لوں کیا لیہ : تیرا کیا لیا / تہالے : تھاں
پاہن : مہمان - پاہونان جمع ہے / پھرا دیہہ : پھرا دیا

اجن جیرا عاشقنہ کا جبائی لونشہ سون جایئے
جیو تو بہلینہ دی رہے جونزا کیا لیجائے ۵۵

راکہنہ : رکھنا ہے
سائینا : سائیں - مالک، خدا
کارن : واسطے
جب بہاوہ : جب بھاوے، بھائے / بہادے گا - جب پسند آوے
دینہ : دینا ہے - دینا ہو گا
جیرا : جی را
دیونہ : دینا، دینا ہو گا، دینے ہیں
اپنا ان : اپنا
نیہ : نہ، نہیں
لینہ : لینا ہے، لینا ہو گا
اہے : آچھے، آچھی : ایہی، یہی : اسی
لوکنہ : لوک، لوگ

دی : دے

جو : جو

ماتے : مست

پرم : محبت

کوان لینڈ : کون لے گا۔ کون لے سکتا ہے

عاشقنہ : عاشق کی جمع ہے

سنّہ : مالک، خدا

بنلے بیا : بڑا دی

جوڑا : جیوڑا

مذکورہ دوہرہ کا مفہوم یہ ہے۔

جان دی، دینا ہوئی اسی کی تھی۔ اس میں تیرا لینا ہے۔ سونے گھر کا مہمان تھا اپنی پھر اُڑ دیا ہے
یہ جان مالک کیلئے رکھا ہے جب اسے بلا دے / پسند آئے تب دینا ہے۔
جان دینا ہے۔ اپنی اپنا ہے۔ مالک کی ہے۔

جان کی جان لوگوں کے لئے ہے ان کی جان کیا لینا۔ وہ جو پریم کے مست ہیں ان کی جان کون لے سکتا ہے
اگر جان عاشق کی ہے جائے تو سنہ کی طرف جائے۔ جان تو کھلے سے دینا ہے جان کیا
لی جائے۔ ۵۵ الف

حضرت موسیٰؑ کے وصال کے بیان کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ
" حضرت موسیٰ علیہ السلام از کمال غیرت ملک الموت را طمانچہ زد کہ
ایں سخن چوں بگوید کہ برائے قبض کردن جان تو آمدہ ام کہ محبوب صاحب جان
درمیانِ جان ہی باشد آں جانِ محب را بیت المحبوب خوانند۔ قابض و

---

۵۵ الف: اگر عاشق کی جان جاتی ہے تو جائے وہ تو خدا کی طرف جا رہی ہے۔ جان تو وسعت پا رہی ہے
وہ صرف تنہا کیا جائے گی اس "محیطِ بے کراں" میں اس کا وصل ہو رہا ہے۔

ضابط و مالک جان آں محب ہمیں محبوب است - حیات و بقا و جنبش
از پرتو اوست کہ روح المحب بین) اذا بلغ المحبوب، پس محب با محبوب
پیچیدہ است چنانچہ شب با روز و روز با شب و سایہ از اصل خود
جدا کے شود ممکن نیست کہ سایہ از اصل خود جدا شود۔
پس آنجا قبض گفتن و ستدن غیر غیرت آمد۔"

غیرتِ او غیر چو نگذاشتہ
خود بخودی عین مہیا شدہ
گشت چنیں سر چو بہ باجن عیاں
از طربش مردہ دل احیا شدہ" ۵۶ے

مناقب ہشتم میں شیخ رحمت اللہ سے شاہ باجن کی ارادت کا ذکر ہے۔ اس ذیل میں شاہ موصوف نے اپنے والد حاجی معز الدین کا مختصر بیان کیا ہے اور شجرہ نسب بھی دیا ہے۔ شاہ موصوف کے متعلق حضرت سید برہان الدین قطب عالم کی زبان سے نکلے ہوئے ایک جملہ کا حوالہ ہے۔

.... بزبانِ ہندوان می فرمودند

" اسار بابہا الدین اللہ۔ لوہ ہود سو تہائی " ۵۷ے

قسم نہم میں شیخ رحمت اللہ کی علالت اور وصال کا مذکور ہے۔ لکھا ہے کہ ایک دن سرود سننے کے بعد شیخ موصوف نے اپنے خرقہ اور فرمانِ خلافت ایک کپڑے میں لپیٹ کر شیخ ابو احمد ابن عطاء اللہ (پسر عم خود) ۵۸ے کو بطور امانت سپرد کیا کہ انکی وفات کے بعد اس شخص کو ۵۹ے دیدیں جس کا نام اس میں مرقوم ہے۔

دوسرے دن صبح حضرت شیخ کے مزاج میں تغیر پیدا ہوا۔ علالت کی خبر پاکر سلطان محمود بن محمد شاہ گجراتی (م ۹۱۶ھ) بہ نفسِ نفیس حاضر خدمت ہوا علاج کے لئے طبیب حاذق

۵۶ے لنسخہ ب صلہ / النسخہ ک ص ۷۹-۸۰ ۵۷ے لنسخہ ب صلہ / لنسخہ ک صلہ
۵۸ے لنسخہ ک صلہ ۵۹ے لنسخہ میں " فرزند " لکھا ہے مراد مرید ہے۔

روانہ کئے مگر

برجراحت عاشق دوانہ دارد سوز

طبیب کے جاتے ہی حضرت موصوف نے مریدوں کو حجرے سے باہر جانے کیلئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد انکو اندر بلایا گیا۔ انھوں نے دیکھا کہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

انتقال کی خبر سن کر سلطان پا پیادہ پہنچا شہر کے تمام علماء و مشائخ بھی اس کے ساتھ تھے اس نے اپنے ہاتھوں سے انہیں غسل دیا اور تکفین کی۔ تابوت کا ایک پایہ اپنے کاندھے پہ رکھے ہوئے قبرستان تک گیا اور خود اپنے ہاتھوں سے انہیں سپرد خاک کیا۔ ۶۰ے

شیخ رحمت اللہ کی تاریخ وفات ۱۹ ر جمادی الآخر ۶۶۷ھ ہے۔

• فی تاریخ تسع و عشرین من شہر جمادی الآخر فی سنۃ ۶۶۷ھ

سبع و ستین و ثمانمایہ ۶۱ے

نسخہ کراچی میں ستین کے بجائے سبعین لکھا ہوا ہے۔

شیخ کے انتقال کے وقت شاہ باجن ہندوستان سے باہر گئے ہوئے تھے وہ خراسان سے کعبۃ اللہ کیلئے روانہ ہونے والے تھے مراقبہ میں حضور سرور کائنات کا ارشاد مبارک پا کر وہ وطن لوٹ گئے۔

احمدآباد واپسی پران کو خرقہ اور فرمان عطا ہوا۔ زیر نظر ملفوظ میں فرمان کی نقل ہے۔ اس میں سلوک و ارادت کے آداب کا بیان ہے، شریعت کی پابندی، عوام الناس کی خدمت، حسن خلق تواضع، تحمل و بردباری، نیاز مندی اور ایثار و انکسار کی تعلیم ہے۔

فرمان اور خرقہ کے حصول کی شرف یابی کا ذکر کرتے ہوئے شاہ باجن نے لکھا ہے کہ خرقہ شیخ رحمت اللہ کی قبر پر ڈال دیا گیا تھا۔ اور فرمان قبر کے پاس رکھ دیا گیا تھا، قوال ان کے اشعار گا رہے تھے

شاہ باجن کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

۶۰ے نسخہ ب، ص ۶۱-۶۰ ر نسخہ ک ص ۵-۷۶ ۶۱ے ایضاً

"شیخ ابو احمد و ایں فقیر با ادب در روضہ ایستادہ شدیم و قوالان گفتارِ ایں فقیر کہ بزبانِ ہندی کردہ است می گفتند و قوالان چوں بایں سخن رسیدند کہ

شاہ رحمت اللہ منجہ پہیہ ملاؤ

تم باج لاگوں کس کے پاؤ[61]

از قبر ندا رسید کہ

باجن لاگے تیرے پاؤ

ازاں روز باز بدیں لقب مشہور و ملقب شدیم"

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ ان کے ہندی اشعار قوال گایا کرتے تھے یہاں تخلص کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ اس مقام پر ذیل کا دوہرہ مندرج ہے۔

محمد سرور پرم کا رحمت اللہ بہریا

باجن کان پکڑ کر نالوں انہوں کا دہریا[62]

احمد آباد میں شیخ رحمت اللہ نے خواب میں شاہ باجن کو درازیٔ عمر کی بشارت دی اور مقام رشد و ہدایت اور مقامِ وصال کا اشارہ کیا۔

احمد آباد سے شاہ باجن کے شیخ برہان الدین اور شیخ زین الدین کے روضہ کی زیارت کو جانے اور شیخ جیون (متولی روضۂ شیخ برہان الدین) سے خرقہ و اجازت پانے اور برہانپور جانے کا ذکر ہے[63]۔

حضرت شیخ برہان الدین کا اجازت نامہ، سندِ خرقۂ خلافت اور خواجگانِ چشت کا شجرہ چند صفحات پر نقل ہے۔

---

(61) نسخہ ب ص۵۶، نسخہ ک ص۹۶ نسخہ ک میں یہ مصرع یوں نقل ہے "شاہ رحمت اللہ میاں ملاؤ"

(62) نسخہ ب ص۵۶ / نسخہ ک ص۶۵ پروفیسر شیرانی نے دوسرا مصرع یوں نقل فرمایا ہے۔ "باجن جیورا وار کر سراگین دھریا" (پنجاب میں اردو ص۲۰۸)

(63) نسخہ ب ص۵۶-۵۷، نسخہ ک ص۶۶

مناقبِ دوم میں شیخ عزیز اللہ متوکل کا بیان چار اقسام مناقب پر مشتمل ہے قسم اوّل ان کے توکل اور خدمت "تزکیۂ قلوب" کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

"ہمیشہ بہ عمارتِ دل ہا اشتغال داشتند و می فرمودند کہ اہلِ عزیز اللہ بر آب و گل خرچ نمی شود۔ گاہے در و دیوار نداشت عزیز اللہ الا بدکہ خانہ را بکاہ می پوشیدند و در و دیوار ہم از کاہ می بود۔

بلیت:
درِ دیدہ عمارت چکنم بام چہ سازم
ایں خانہ نکو ز اوّل بنیاد ندیدم ۲۵

موسیٰ کا قول نقل کرنے کے بعد ذیل کا شعر نقل کیا گیا ہے۔

دنیا پلے ست بر گذرِ راہِ آخرت
اہلِ تمیز خانہ نگیرند بر پلے

شیخ عزیز اللہ کی توکل پیشگی کے بیان میں ان کے یقین کی پختگی اور منتوح کی تقسیم کے واقعات کا ذکر ہے۔

شیخ رحمت اللہ کی زبانی ایک روایت بیان کی ہے کہ تمام عمر میں صرف ایک مرتبہ شیخ عزیز اللہ کے مزاج میں تغیر پیدا ہوا جب ملک بڈھ المخاطب بہ ظہیر الملک ۔ (عہدہ دارِ دیوان سلطان محمود) ۔ نے چراغ کے روغن کے لئے ماہانہ رقم پیش کی۔

"خیالِ خام" کے تحت باجن نے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

"اے درویش در توکل کہ بعضے مردان صادق اند و بعضے کاذب باجن باکاذبان چہ داند کہ در تاریکی چہ روشنائی است کہ روشنائی از سپیدہ کشیدہ در سیاہی انداختند و در عین تاریکی روشنائی

---

۲۵ نسخہ ک میں مصرع ثانی یوں مرقوم ہے " ایں بدبہ چو از اوّل بنیاد ندیدم"
نسخہ ب ص۸۰ / نسخہ ک ص۶۷

ودرعین روشنائی تاریکی واز سیاہی سپیدی رامی بیند۔ ایں معاملہ
درعینِ خود مشاہدہ کن :

باجن صفت اسماںکی سبہ انکہ منہ دیکہہ
کالی پیلی اجلی ہور راتی دیکہہ
کہیں کہیں نیلی پوتلی یہ آہے لب یکہہ
نین جو دیکہیں تجہ کوں لوتن بہی نینہ دیکہہ

درہرچشم مردمک نہادند و سیاہی مردمک سپیدی رامی بیند
واگر معاذاللہ در سیاہی چشمِ سپیدی درآید ہمہ عالم تاریک شود
واین تمام وجود کہ موجود است عدم گردد و لبصارت معرفت اللہ
درمردمکِ چشم نہادند۔

بیت : بسیاہی گر بدانی نورِ ذات است
بتاریکی دروں آبِ حیات است ؎۶۷

؎۶۶ نسخۂ ب ط ۹۰
نسخۂ ک خ ۷۹

صفت : مانند
سبہ : سب
انکہ : آنکھ
منہ : میں
راتی : راتا۔ سرخ
پوتلی : پتلی
اہے : ہے
سیکہہ : سیکھ
نین : نینہ : آنکھ۔ عین چشم

مذکورہ بالا طویل اقتباس سے باجن کے دوہرہ کو سمجھنے میں بڑی سہولت ہو جاتی ہے۔
مفہوم یہ ہے کہ باجن! آسمان کی مانند سب چیزیں آنکھوں میں دیکھ۔ جیسا آسمان رنگ بدلتا ہے۔
ویسے آنکھوں میں مختلف رنگ پیدا ہوتے ہیں۔ پتلی کبھی کالی، کبھی سفید، سرخ ہو جاتی ہے
اور کہیں کہیں نیلی ہو جاتی ہے اس کے رنگ بدلتے ہیں آنکھیں جو تجھکو دیکھتی ہیں تو تو بھی ان کو دیکھ
اس میں یہ تعلیم ہے کہ تجھ کو جو مقامات دکھائی دیتے ہیں تو تو آنکھ کو دیکھ کہ جب پتلی
کالی ہوتی ہے تو سب نظر آتا ہے اور جب پتلی سفید ہو جاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا۔
اسی طرح روحانی مقامات تاریکی میں نظر آتے ہیں روشنی میں نظر نہیں آتے۔ آب حیات
تاریکی میں ہے اللہ کی معرفت کی بصیرت آنکھوں میں پنہاں ہے۔

ع سیاہی گر بدانی نورِ ذات است

ظہیر الملک نے چند مٹکے تیل کے پہنچادیے خادم نے مغرب سے پہلے چراغ روشن
کرنا شروع کر دیا۔
شیخ موصوف برہم ہو گئے فرمایا فقیر کے مکان کو بادشاہ کا مکان بنا دیا ہے کہ مغرب سے
پہلے چراغ روشن کر دیتے ہو۔
پھر رحمت اللہ نے کہا یہ گدائی کا وقت ہے، راز و نیاز کا وقت ہے بصد نیاز میسر ہوتا ہے۔

گدائی در میخانہ طرفہ اکسیر یست
گرایں عمل بکنی خاک زر توانی کرد [۶۷]

فتوح کی تقسیم کے سلسلے میں اہل توکل کی ہمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
" ملک بادشاہ ہا کسی را دادہ باشند بہ خرچ کردن کم نشود
چنانچہ می بینی ہر سال فصل نو و بہار می آید وائے بریں بے چارہ
کہ ہر سال کہنہ می شود و روز بروز اجل قریب تر می شود و ہر روز
نو و تازہ وایں بر ہمان اندازہ۔
خدا داند کہ ایں عالم کہ ظہور کردہ شدہ است وایں عالم را
چند مدت مہلت دادند و تاکے بدیں ظہور باقی خواہد ماند و فانی
کے خواہد شد۔

---

۶۷ نسخۂ ب ص ۹۲ - ۹۱ / نسخۂ ک ص ۸۱ - ۸۰

ظہور حضرت رب العالمین را کسے نداند جز حضرت رب العالمین ۔

دوہرہ: باجن کوئے نہ جانے وہ کد تہا اد کد ہتے پرگٹ ہو نہایا

اوہی جانے آپ کوں جب ہتے پرگٹ ہوا !! ۶۸

برہان پور کے نسخہ میں مصرعہ ثانی یوں مرقوم ہے ۔

ع اوہی جانیں آپ کوں جن سبہ جگ نے پایا

پروفیسر شیرانی نے اس دوہرہ کو یوں نقل کیا ہے ۔

باجن کوئی نہ جانے وہ کد تھا اوکد تھیں پرگٹ ہوا

اہی جانے آپ کوں جب بنتے پرگت ہوا ۶۹

قسم دوم میں شیخ عزیز اللہ کے مختلف مقامات کے سفر اور مانڈو میں قیام کا تذکرہ ہے ۔
خواجہ رکن الدین کان شکر قدس سرہ کے انتقال کے بعد شیخ عزیز اللہ متوکل نہر والا
پٹن سے مانڈو اور وہاں سے احمد آباد آئے ۔ ۷۰ عوام و خواص ان کے معتقد اور گرویدہ ہو گئے
احمد آباد میں ان دنوں مسند رشد و ہدایت پر شیخ احمد کھٹو متمکن تھے ۔ ۱۴ شوال
۸۴۹ھ کو اس دار فانی سے دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے ۔ ۷۱

ان کے وصال کے بعد شیخ عزیز اللہ احمد آباد سے بھڑوچ چلے گئے وہاں سے نذرآباد
(نندبار) ہوتے ۷۲ ہوئے مانڈو (شادی آباد) پہنچے اور بالائے قلعہ قیام کیا ۔

سلطان محمود خلجی ۷۳ فرماں روائے مانڈو کمال عقیدت و احترام سے حاضر خدمت ہوا ۔
طالبانِ رشد و ہدایت ان کے فیوض و برکات سے متمتع ہوتے رہے ۔ مانڈو میں ان کا قیام بہت
مختصر رہا چونکہ شیخ احمد کھٹو کے وصال ۔ ۱۴ شوال ۸۴۹ھ کے بعد احمد آباد سے نکلے تھے ۸۵۰ھ
محرم / صفر میں مانڈو پہنچے ہوں گے اور صفر ۸۵۱ھ میں وصال ہو گیا بالائے قلعہ ان کا روضہ ہے ۔
اس روضہ کی زیارت کے لئے شاہ باجن سلطان غیاث الدین ۷۴ (۸۷۳ - ۹۰۵ھ) کے دورِ
حکومت میں مانڈو گئے تھے ۔ شاہ موصوف نے سلطان مذکور کے عدل و انصاف معارف پروری

---

۶۸ نسخہ ب ص ۹۳ / نسخہ ک ص ۸۱ ۔ ۶۹ اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء ص ۱۲۶ پنجاب میں اردو ص ۲۰۶

۷۰ نسخہ ب ص ۹۳ / نسخہ ک ص ۸۳ حالات گلزار ابرار ص ۱۵۸ ۷۱ شیخ احمد کھٹو نسخہ ب ص ۹۵ / نسخہ ک ص ۸۴

۷۲ نندبار ۷۳ سلطان محمود خلجی ۔ فرشتہ ۷۴ سلطان غیاث الدین حالات تاریخ فرشتہ
جلد دوم ص ۲۵۶

اور فقرا دوستی کی تعریف کی ہے۔ [۷۵]

شاہ موصوف نے قلعہ مانڈو پر چار حوض کا خاکہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"در شیخ عزیز اللہ بالائے قلعہ مندو سوار شدان و مقام خود را بالائے چہار حوض ساختند، رنٹیہ، لوٹیہ، جامینہ، و شکر تلاؤ، وایں درویش بزیارت شیخ عزیز اللہ مشرف گشتہ و چہار حوض مذکور بدیں طریق واقع است سہ حوض یکجا جاری ہستند، و جامینہ موازنہ یک تیر پرتاپ جدا واقع شدہ است و درمیان آں حوض باہمیں فرق یاست و بہ صفت جوئے ہائے بہشت است کہ ہر چہار یکجا جاری ہستند و درمیان خویش جمع نمی شوند۔ ہم چنیں حوض ہائے شیریں و پاک لطیف ہستند و آب شکر تالاب ہمچو شربت است و آب رنٹیہ شیر است و آب لوٹیہ ہمچو شہد است و آب جامینہ ہمچو شراب طہور است و روضۂ شیخ المتوکل مخدوم شیخ عزیز اللہ ہم چو بیت المقدس است و پایان روضۂ شیخ چبوترۂ پسر سلطان احمد شاہ گجراتی اسمہ مبارک خاں دانشمند و درویش سیرت و سبع قرأت قاری بود۔" [۷۶]

شادی آباد (مانڈو) کے علما، و اکابرین شیخ نورالدین محدث میاں، جیو مجذوب، سید فرید خواجہ مکھن، ۔ کا جو اس وقت بقید حیات تھے ذکر کیا ہے [۷۷]۔

قسم سوم میں شیخ عزیز اللہ کی رحلت اور ان کی اولاد کا مذکور ہے۔ مرقوم ہے کہ وفات سے قبل انہوں نے اپنے فرزندوں اور مریدوں کو علم و فضل کے بیجا اظہار و افتخار کی ممانعت کی اور توکل و قناعت، بدعات سے احتراز اور خدا ترسی کی ہدایت کیں۔ [۷۸]

---

۷۵ لسنخہ ب ص ۹۰ / لسنخہ ک ص ۸۴

۷۶ لسنخہ ب ص ۹۶ / لسنخہ ک ص ۸۵

۷۷ لسنخہ ب ص ۹۶ / لسنخہ ک ص ۸۶ ۷۸ لسنخہ ب ص ۹۸ / لسنخہ ک ص ۸۶

ان کی وفات ۲۳ ؍ صفر ۸۹۱ھ) کے تیسرے روز شیخ کی وصیت اور سلطان محمود خلجی مغفور متوفی ۱۹ ؍ ذی قعدہ ۸۷۳ھ)⁹⁰ کے حکم کے مطابق شیخ سعد اللہ اور شیخ رحمت اللہ قلعہ سے نیچے اتر آئے۔

شیخ عزیز اللہ کے پانچ فرزند تھے⁸⁰

۱۔ شیخ حسن سرمست عرف شیخ کریم اللہ مدفن بھڑوچ

۲۔ شیخ سعد اللہ مدفن شیخ پورہ احمد آباد

۳۔ شیخ رحمت اللہ مدفن کنار سابر متی احمد آباد

۴۔ شیخ شہر اللہ معروف بہ شیخ بھورہ مدفن شادی آباد
(برابر قبر عزیز اللہ)

۵۔ شیخ نصر اللہ مدفن قلعہ اسیر (برہان پور)

زیر نظر ملفوظ کی تالیف کے زمانہ کا ایک داخلی ثبوت یہ ہے کہ سلطان محمود خلجی کو "مغفور" لکھا ہے۔ سلطان کی وفات ۸۷۳ھ میں ہوئی⁸¹۔

قسم چہارم میں شیخ عزیز اللہ کی ارادت کا حال ہے اور خواجہ رکن الدین کان شکر کے چند خلفاء کے نام درج ہیں۔

شیخ عزیز اللہ کی زبانی ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ان کی مرید ہونے کے وقت خواجہ کے حکم سے سلطان احمد گجراتی کے سر پر "ضابط گجرات" کی کلاہ رکھی گئی وہ اس وقت شہزادے تھے شیخ عزیز اللہ نے کلاہ سلطان کے سر پر رکھی اور کان پکڑ کر کہا کہ خواجہ نے تجھے بادشاہی عطا کی ہے اس مقام پر سلطان کو "مرحوم و مغفور" بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ "بہ شیخ عزیز اللہ گوش ما چناں گرفتہ بودند کہ ہنوز فراموش نمی شود"۔⁸²

---

٨٠ منتخب ص۱۰۱ / منتوک ص۹۰ اذکار ابرار ص۲۰۵ ۔ گلزار ابرار (قلمی) ورق

۸۱ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص۲۰۷

۸۲ منتخب ص۱۰۳ / منتوک ص۹۱

مناقب سوم میں لطیف الدین دریا نوش قدس اللہ سرہ العزیز کی بیعت البا س و مسکن عشق رسول اور رحلت کا ذکر چار اقسام میں ہے۔

" سلطان صوفیا، " حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات سے ملفوظات لطیف الدین میں منقول چند روایات کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری نے طواف کعبۂ مبارک کے دوران غلاف کعبہ کو معلق دیکھا انھوں نے شیخ عبداللہ یافعی (مکی) قطب عصر سے اس کے متعلق دریافت کیا انھوں نے انہیں قطب الہند شیخ نصیر الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ سید موصوف نے دہلی کی راہ لی اور شیخ مذکور کی خدمت حاضر ہوکر بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ [۳۳]

اس موقعہ پر ذیل کے ابیات نقل کیے گئے ہیں۔

کسے بزبانِ ہندی گفتہ است ' ہندوی [۳۴]

سید جلال خبر جیوں پائے
باٹ دہلی کے جیوسنہ لائے
ایہنار ہے ہوں کیا کچھ پایوں
جہاں مکا جائے تہاں ہوں جایوں

شیخ نصیر الدین دیے ' بڑائی
سید جلال خلافت پائی

---

[۳۳] نسخہ ب ص۱۰۰ / نسخہ ک ص۹۱

[۳۴] نسخہ ب ص۱۰۱ / نسخہ ک ص۹۲ نسخہ میں "ہندوی" نہیں ہے۔

جیوں = جیسے ہی   باٹ = راہ
جیوسنہ : (سنگ) = جان کے ساتھ
ایہنار ہے ہوں = یہاں رہوں گا
تہاں ہوں جاوں = وہاں بھی جاؤں گا۔

شیخ نظام الدین اولیا اور شیخ لطیف الدین کی ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۸۵
شیخ لطیف الدین قدس سرہ کے لباس کے ذکر کے بعد مکان کی کیفیت یوں بیان کی ہے۔

"خانۂ بندگی حضرت شیخ لطیف الدین ایں صورت بود کہ از سرکی در شہر دہلی می شود کہ مناسب ٹٹی می باشد آں رامی آوردند واز آں خانہ می ساختند۔ سرما و گرما برشگال ہمہ راں سرکی می گزاردند و چوں آنکہ سرکی کہنہ می شد و آں را بادے پرانیدہ بعدہٗ سرکی دیگری آوردے واگر کسے می پرسیدے کہ خانہ چرا نمی کنید جواب می فرمودے۔

آری، آری! ہمی بجارے، کیا گھر کرتے ہیں بجارے" ۸۶
ومناسب ایں محل قطب العالم لنگر جہاں شیخ فریدالدین شکر گنج می فرمایند۔

دوھرا:

آدولد ہوسا ہتر والیو۔ بن منجہ کرینہ
مول سنبھالیہ اپنا پا چھین لایا لینہ ۸۷

قسم سوم شیخ لطیف الدین کی شرافت و محبت اور قسم چہارم میں شیخ لطیف الدین اور شیخ یحیٰ کی رحلت کی تفصیلات مرقوم ہیں۔ لکھا ہے خواجہ محمد زاہد چشتی شیخ لطیف الدین کی ملاقات کے لئے دہلی تشریف لائے۔ شیخ یحیٰ ابن شیخ لطیف الدین کے دونوں صاحبزادے شیخ عزیز اللہ، شیخ نصر اللہ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ سماع کے دوران شیخ یحیٰ نے جانِ عزیز جاں آفریں کے سپرد کردی۔

---

۸۵ لنسخہ ب ص۱۱۱ / لنسخہ ک ص۹۶-۹۷ ۸۶ لنسخہ ب ص۱۱۲ / لنسخہ ک ص۱۰۱
اردو زبان و ادب مولوی عبدالحق ص۵۴
۸۷ لنسخہ ب ص۱۱۳ / لنسخہ ک ص۱۰۱

ـــــــ

شیخ یحییٰ کی نسبت ایک مشہور بات کو یوں بیان کیا ہے۔

"بعضے مسافران میگویند

شیخ یحییٰ جیسا پڑی تیسا سہے

اپنی پیڈاں کسے نہ کہے

و مسافران ایں چنیں ہم میگویند

شیخ یحییٰ بڑی بانے کیرا

حاجت پاوے تت سویرا" ۸۸

برہان پور کے نسخہ میں پہلا مصرع یوں مرقوم ہے۔

شیخ یحییٰ پیر بیابے کیرا

اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے کہ شیخ یحییٰ نے خواجہ محمد زاہد کے وضو کا پانی طشت میں سے پی لیا تھا۔ شاہ باجن نے اپنے تین فارسی اشعار نقل کئے ہیں

زاں مے پاک چوں لطیف و طہور

یافت یحییٰ ہزار ذوق و سرور

بود عزیز از خدا عزیز اللہ

کرد رحمت برحمت اللہ ظہور

بود باجن چو از کلاب بدرش

یافتہ زو شہود و نور و حضور ۸۹

سماع کے متعلق لکھا ہے کہ محرق ہے۔ قائل ہے۔

باجنا گر تو بخواہی تا بیابی وصلِ دوست

گیر پائے صوفیاں و ذیل مطرب در سماع

---

۸۸ نسخہ ب ص۱۱۶ / نسخہ ک ص۱۰۵ اور نٹیل کالج میگزین اگست ۱۹۳۰ ص۱۸ اردو زبان و ادب ص

۸۹ نسخہ ب ص۱۱۸ / نسخہ ک ص۱۰۶

اس مقام پر سماع کے متعلق باجن نے اپنی ایک غزل کے چار اشعار نقل کئے ہیں

غازیاں بہر شہادت نی ستیزند در قتال ؎۹۰
قاتل ما مطرب است وما شہیدیم در سماع
کشتگانِ عشق را اے جانِ من اموات نیست
بلکہ احیا اند ایشاں فرح گیرند از سماع
باجنا گر تو بخواہی تا بیابی وصلِ دوست
گیر پائے صوفیاں و ذیلِ مطرب در سماع

باجن وصالِ دوست اگر طلب کنی وخواہی کہ بیابی
باش در حلقۂ صوفیاں و دامن مطرباں گیر در سماع

سماع کے بارے میں شاہ باجن کے خیالات ملاحظہ کیجئے۔

"باجن سماع بازی نیست، جاں بازیست جانبازمی باید کہ
با شاہ بازی بباذد، ہر وقت کہ طالب از طلب محبت برخیزد
از سر جان برخیزد کہ صاحب جاں محب ہمیں محبوب جان است"

بیتے:

اے صوفی ناصافی ہر بار چہ می خیزی
یک بار بخیز از سر تا پردۂ حق بینی

*

یہ جیو دلیسوں یہ جیو دلیسوں!!
سبہ بر ہر تمنہ بھوگ کرلیسوں

؎۹۰ نسخہ ب ص۱۱۹ / نسخہ ک ص۱۰۷
نسخہ ب میں اموات کے بدلے
خود مرگ ہے

یہ جیو پیارا منجھ تیرے تائیں
بھیٹ تمہارے کروں گسائیں

باجن جیو تمہارے تائیں
جیو جیو آہی تو ہیں گسائیں ۹۱

مناقب چہارم میں خواجہ محمد زاہد چشتی کا بیان تین قسموں ۔ نسب، ظہور کرامت اور خانوادۂ چشت ۔ پر مشتمل ہے ۔ اظہار کرامت سے منع کیا ہے ۔

" درویشاں کرامت را ستر کنند چنانچہ آدمی عورت خود را ستر کند" ۹۲

شیخ حمید الدین صوفی سوالی ناگوری کی قناعت پیشگی اور فقر کے ذیل میں حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کا کلام نقل کیا ہے ۔ کثرت فاقہ کی وجہ سے شیخ حمید الدین کی آنکھیں دھنس گئی تھیں ۔ کمر خمیدہ ہو گئی تھی ۔ عزبت کا یہ عالم تھا کہ چھپر خانہ پر گھاس تک نہ تھی ۔

لکھا ہے کہ

" بندگی شیخ العالم لنگر جہاں شیخ فرید الدین گنج شکر بزبان ہندی بموافق این

---

۹۱ نسخۂ ب ص ۱۱۹ / نسخۂ ک ص ۱۰۰
اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء ص ۱۱۱
نسخۂ ب میں پردہ حق کے بدلے ماہ رخش ہے
نسخۂ ب میں سبھ بر ہر کے بجائے نس دنا ہے

جیو = جان / دلبیوں = دیتا ہوں، دینگے
کرلسیوں = کرتا ہوں / منجھ = مجھکو
بھیٹ = بھینٹ / تیرے تائیں = تیری خاطر
تو ہیں = تو ہی / تم ہی
جیو جیو آہی تو = جو جیو ہے تو

۹۲ نسخۂ ب ص ۱۲۳ / نسخۂ ک ص ۱۱۲-۱۱۱

فرمودند ۹۳

راول دیول ہمی بجائے

پھاٹا پہنہ روکھا کھائے

ہم درولیشنہ ایہی ریت

پانی لوریں ہور مسیت ۹۴

ایں درویش موافق ایں ہم میگوید ۹۵

راول دیول ہم نہ لوجنہ

لوجہ لڑائی ہم نہ لوجنہ

بیٹھے اچھے ٹھنڈی چھانہ

جہ کچہ دیوے سوہی کھانہ ۹۶

پروفیسر شیرانی نے پنجاب کے نسخے سے اس کلام کو یوں نقل کیا ہے۔

راول دیول ہم بجانا

پھاٹا پہنہ روکھا کھانا

---

۹۳ ۔ برہان پور کے نسخے میں سرخ روشنائی سے فرمودند کے بعد زبان ہندی مرقوم ہے۔

۹۴ نسخہ ب صـ ۱۲۸ / نسخہ ک صـ ۱۱۴

راول = رینواس = رانی واس = حرم

دیول = دیولہ = دیوآلیہ = بت خانہ

درولیشنہ = درویشوں / ایہی = یہی

لوڑنا = پسند کرنا۔ چاہنا / مسیت = مسجد

۹۵ برہانپور کے نسخہ شنگرفی حروف میں میگوید کے بعد زبان ہندی لکھا ہے

۹۶ نسخہ ب صـ ۱۲۸ / نسخہ ک صـ ۱۱۴

نسخہ ب اچھے کے بجائے اجہنہ = (آج تک / اب تک)

ہم درویشنہ ایہی ریت
پانی لوڑین ہور میت
بیٹھے آ چھین ٹھنڈی چھانو
جو کچھ دیوے سوہی کھانو ۹۷ے

تاریخ غزبی پر تبصرہ کرتے ہوئے شیرانی صاحب نے لکھا ہے کہ غزبی کے مصنف نے چند اشعار میں اردو میں اپنی کتاب لکھنے پر معذرت کی ہے۔ وہاں ایک قول نقل کیا ہے۔

پھاٹا پہنیں لڈ کا کھائیں
راول دیول کبھی نہ جائیں
اس گھر آ مٹے باھی ریت
پانی چاہیں اور میت ۹۷ب

شیرانی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ اشعار کسی قدر اختلاف کے ساتھ شاہ باجن نے اپنی تصنیف "گلستانِ رحمت" میں لکھے ہیں۔

۹۷ے اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۳۰ء ص ۱۲۲

پوجنہ = پوچتے ہیں / کھانہ = کھانو = کھانا / جے = جو
لوجہ = اچھے = ہیں / چھانہ = چھانو = چھاؤں
لوجنہ =

۹۷ب اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۳۲ء فروری ۱۹۲۹ء، تاریخ غزبی (ابتدائے تصنیف ۱۱۶۳ھ / تکمیل تصنیف ۱۱۷۰ھ)
مقالات ج دوم ص ۲۵۰-۲۴۹
مقالات جلد دوم ص ۲۶۰
ہم درویشن ایہی ریت پانی لوکڑیں ہور میت (قدیم اردو میں ن سے جمع بنانے کا رواج ہے)

ایک روز شیخ حمید الدین کے فرزند سخت فقر سے تنگ آکر فراخیٔ معاش کی دعا کی درخواست لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ارادے سے چلے۔ شیخ کے پاس پہنچنے تک کمزوری کے سبب سے ایک جگہ گر گئے۔ یادِ حق میں مشغول شیخ حمید الدین بیٹے کی گرنے کی آواز سے آنکھ کھول دیتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ

" اے فرزند چہ واقعہ است ؟

پسر شیخ عرض داشت کرد کہ سبب فاقہ بود

بندگی شیخ فرمودند " ہاں بابا کچھ کچھ " ۹۸؎

جس کا یہ مطلب تھا کہ آئندہ فلاح ہوگی۔

شیخ اکثر کہا کرتے تھے کہ " معراج الفقر لیلۃ الفاقہ "

جانِ آدم چوں بسے از فقر سوخت

ہشت جنت را بیک گندم فروخت ۹۹؎

اس مقام پر اپنی ایک دعا کے آخر میں افلاس کے بارے میں لکھا ہے

" در محل افلاس نوشتہ شود

مفلس آمدہ ام بر درِ تو

جز تو ندارم اِلّا درِ تو

کل و جز ہمہ از کل تو

باجناں بیچارہ ندارد جز تو ۱۰۰؎

۹۸؎ نسخہ ب ص ۱۳۲ / نسخہ ک ص ۱۱۸ - ۱۱۷

۹۹؎ نسخہ ب ص ۱۳۳ / نسخہ ک ص ۱۱۸

۱۰۰؎ نسخہ ب ص ۱۳۴ / نسخہ ک ص ۱۱۹

باجناں - باجنا - باجن

خانوادہ چشت کے ظہور کا سبب بیان کرتے ہوئے مختلف خانوادوں اور مذاہب کے اختلاف کے بھید کو ایک تمثیل کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

"خیال ایں درویش کہ طریق بنیاد مذہب چنین است کہ مثلاً پادشاہے در محلے نزدل کند و آنجا مقام ساز دو در را چہار کس شحنہ در ہر چہار طرف بدارد تا کسے راہ گم نہ کند و اگر کسے راہ گم کردہ باشد و بالیشاں برسد، ایشاں اورا درلشکر بادشاہ رسانند"۔ [۱۰۱]

مختلف خانوادوں کے ذکر کے بعد شاہ باجن کی ایک طویل نظم بزبان ہندی کے عنوان سے مندرج ہے۔ [۱۰۲]

"ایں فقیر بموافق ایں بزبان ہندی گفتہ است ؎

تیرے پنتھ کوئی چل نسکے
جو چلے سو چل چل تھکے
پڑھ پنڈت پوتھیں دھویاں
سب جانہ سدہ بدہ کھویاں

سب جوگیوں جوگ بسارے
یہ تپسی تپ ہارے

ایک درسنی درسن بھولے
سرناگے پالوان کھولے

ایک سیوری ہوئے کر سیو کرنہ
ہوئے برتیئی کیا دکھ دھرنہ

---

[۱۰۱] نسخۂ ب ص ۱۳۷ / نسخۂ ک ص ۱۲۲

[۱۰۲] نسخۂ ب ص ۱۶۷-۱۶۶ / نسخۂ ک ص ۱۵۰-۱۴۹
اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء ص ۱۱۹

فرہنگ:

پنتھ : پنتھ = راستہ

نسکے : نہ سکے

جوئے : جو کوئی۔ نسخہ ب میں جیری ہے

پڑہ : پڑھ کر

پوتھیں : کتابیں میگزین میں پوتھی لکھا ہوا ہے

سبہ جانہ : سب جان لیا

سدہ بدہ : سدھ بدھ۔ عقل

بسارے : بھول گئے

لبکارے : بیکار ے (سب ریاضت) بیکار گئی۔

درشنی : درسنی۔ فلسفی (میگزین ص ۱۱۹) درسنی

درسن : درشن۔ فلسفہ

سرناگے : سرننگے

پالنواں : پاواں (جمع) میگزین میں پالنوہ مرقوم ہے

کھوے : کھلے

سیوری : شیو کی پوجا کرنے والا

ہوئے کر : ہو کر

سیو : سیوا

سیو کرنا : سیوا (عبادت) کرتے ہیں

تپسی : تپسیا کرنے والا

اک درویشن کوئی ہوئے کر آئے
ہوئے قلندر روپ بھرائے

ایک ابدال ہوئے ابد ہوتے
ایک باندہیں بابا ہوتے

ایک گہلے ہوئے' دیوانی
ایک باول ہنڈہ رانی

ایک ماتی ہوئے اررا دیں
بہی بے سدہ ہو ہو جاویں

ایک جنگم جٹا دھاری
ہو ہندہ نس اندھیاری

ایک کاپڑی ہوئے کر کنپہ
ہنڈہ سیون بھتے جنبہ
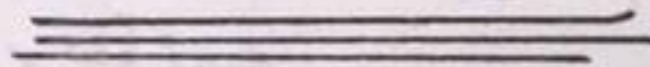
فرہنگ :

نسخہ ک میں کو" زیادہ ہے۔

روپ بہرائے	=	روپ بھرلے
ابد	=	عبد، غلام
باندہیں	=	باندی ہیں، بادی ہیں
		میگزین میں باندہ لکھا ہوا ہے - صد ۱۱۹
باول	=	پاگل، مست
ماتی	=	مست میگزین میں راتی ماتی ہے۔
اررادیں	=	گرجیں، چلائیں/ میگزین میں ارراویں ہے
بے سدہ	=	بے ہوش

جنگم = جہنگم ۔ سیلابی
جٹا دھاری = سادھو
ہور ڈور
منڈہ سندو ۔ سیاہ
نس رات
گرکنیہ گلے کا ہار
منڈہ منڈا ۔
سیوین عبادت کرنا

ایک منڈر کنکل کیل کرنہ
ایک بہونک باؤلے ہوئیل دہرنہ
ایک رہیں اپاسی راتنہ جاگنہ
ایک ہوئے بہکہاری بھتے مانگنہ
یوں ٹوٹی ٹوٹی ہوئے کرے
سبہ رل رل کہل کہل کہوئے کرے
وے مگت منیں یوں دیکھے
رے باجن لوتاں کس لیکھے

ایک منڈر ۔۔۔ دہرنہ یہ شعر میگزین میں صـ۱۱۹ پر درج نہیں ہے
کنکل کیل نہ کرنا =
بہوتیں = بہت ہی
راتنہ = راتوں کو
جاگنہ ۔ جاگتے ہیں

اپاسی = روزہ دار

ایک .... مانگہن ۔ یہ مصرع میگزین میں یوں مرقوم ہے

ع ہوئے بھکھاری تجھے مانگنہ

مکت منیں = مگت منی = نجات پائے ہوئے۔

ہم نے ایسے ایسے نجات پائے ہوئے رشی منی دیکھے ہیں۔ اے باجن تو کس حساب (شمار) میں ہے۔

یترے پنتھ کوئی چل نہ سکے
جو ئے چلے سو چل چل تھکے

پڑھ پنڈت پھوکھتیں دھویاں
سب جانہ سب سدھ بدھ کھویاں

سب جوگیوں جوگ بسارے
سب تپیئی تپ بیکارے

ایک درشنی درشن بھولے
سرنانگے پاؤں کھولے

ایک سیوری ہوئے کر سیو کرنہ
ہوئے برتپئی کیا دکھ دھرنہ

ایک درویش ہوئے کرآئے
ہوئے قلندر روپ بہرائے

ایک ابدال ہوئے ابد ہوئے
اک باندی ہی بابا ہوئے

ایک کھلے ہوئے دیوانی
ایک بادل ہنڈہ رانی

ایک ماتی ہوئے ار رادیں
بے سدھ ہو ہو جا دیں

ایک جھنگم جٹا دھاری
ہور ہندولس اندھیاری

ایک کاپری ہوئے کر کنپہ
منڈہ سیوہی بجھتے جنبہ

ایک منددر کنکل کیل کرنہ
ایک بھونک بھونک بادنی بھوتیں دھرنہ

ایک رہیں اپاسی راتنہ جاگنہ
ایک ہوئے بیکھاری بجھے بانگنہ

یوں ٹوٹی ٹوٹی ہوے' کرتے
سب رل رل کھل کھل کھوے کرے

وے مکت مینیں یوں دیکھے
ارے باجن توکس لیکھے

نیکوکار اور بدکار اللہ کے کرم پر مغفرت کی بخشش کی امید رکھتے ہوئے ہے! اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے چند اشعار نقل کئے ہیں۔ [۱۰۳]

ساجن تجہ بن دوسرا جگ چت نہ آوے کوئے
ساجن تیرا کرم مجہ لوائے اور کچھ ہوئے نہوئے

روزے دہر دہر نماز گزارے دیتے فرض زکات
باج فضل تیرے چھوٹک نائیں اکھین مکین بات [۱۰۴]

سونا روپا بہر بدری ہور نہ لیتے دام
بہت برایاں کیرے خاصے ہوٹا نام

---

۱۰۳ نسخہ ب صفحہ ۱۶۸ ؛ نسخہ ک صفحہ ۱۵
۱۰۴ نسخہ ک میں " فضل تیرے باج " ہے۔

تجہ باج جے ہوئے وہ منجہ کچہ نہ آوے کام
جے جیو ہوئے ہیو سون منجہ تو ہے بسرام ۱۰۵

جے جیو ہوئے پیو سون منجہ تو ہے سب کچہ
بھتے کھورے کہربری منجہ نا ہیں رچہ

باجن کیے بہ بنتی شیخ رحمت اللہ پالنوں
دنہ جگ داری دے گر ہوئے سرجن رالنوں ۱۰۶

(اے ساجن تیرے سوا دولوں دنیا کی کوئی چیز میرے خیال میں نہیں آتی - مجھے تیرا کرم چاہیے کچھ ہوئے یا نہ ہوئے)

میگزین میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرع یوں نقل کیا گیا ہے۔

ع بن فضل تیرے چھوٹک نا ہیں اگین مکھن بات

عبدالحق صاحب نے .... آگیں مکھ بیں بات .... لکھا ہے۔

چھوٹک نا ہیں = نجات چھٹکارا نہیں
اگین بکھین بات = آگے کچھ بھی کہیں
بدری = بدرا - تھیلی

---

۱۰۵ نسخہ ب

تجہ بن بہ جی .....

بہتیر باہر میری رہے تجھ سوں سب بس رام

نسخہ ک میں دوسرا مصرع .... نقل سے رہ گیا ہے۔

۱۰۶ نسخہ ب ص ۱۶۸ / نسخہ ک ص ۱۵۱ اورینٹیل کالج میگزین ص ۱۲۱

دنہ = دولوں پنجاب میں اردو ص ۲۰۳

چِتا = تصور - خیال

بھیتے	"	بہت
دام	"	پیسے
برایاں کیرے	"	برائیاں کئے
خاصے موٹا نام	:	شہرت
تجہ سوں سب بسرام	:	تیری وجہ سے سب سکون ہے۔
جی رہے	:	جو
پیو	:	محبوب، پی، خدا
کھورے	:	چھوٹے نالے
کھر بھری	:	کہر بہری : کھر بھری : کیچڑ[۲] بھرے ہوئے۔
سرجن	:	خالق
راپوں	:	راو۔ راجا

مذکورہ بالا ہندی اشعار کی توضیح کے سلسلے میں ذیل کے فارسی اشعار نقل کئے ہیں[شانے]

یک لحظہ عنایت تو اے بندہ نواز
بہتر ز ہزار سالِ تسبیح و نماز

چشم را گر بنود حظ لقائے تو چہ سود؛
سینہ را گر بنود، داغ ہوائے تو چہ سود
بے تو گر بر سرِ من تاج مکلل باشد
تا نباشد سرِ من در تہ پائے، تو چہ سود

حضور سرورِ کائنات ؐ کی عبادت و ریاضت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک شب آپ نے "خوفِ خدائے عزوجل" سے سرِ انگشت پر کھڑے ہو کر تمام رات عبادت کی پائے مبارک سے خون بہہ نکلا اور سوجھ گئے۔

شانے لنسخہ ب ص ۱۶۸ / لنسخہ ک ص ۱۵۱ حوالہ نمبر ۱۰۸ دیگر ص ۱۶۶

اس مقام پر شاہ باجن کے دو اشعار ملتے ہیں.

بزبانِ ہندی ایں فقیر گفتہ ۱۰۸ ؎

کہبت ہمارے جی کر ینہ لوہو پیرے نیچ
او کے اک پرم کے متینہ سنز بہ کیہچ

درجن دیوی راج میت بچارے دز برنہ
جن سر ہوئے کاج تن سر لائے ' راینہ

عبادت اور اس کی قبولیت کے ذکر کے ذیل میں لکھا ہے کہ توبہ پر قائم رہنا اور عبادت کو برقرار رکھنا کرامت ہے.

" استقامت بر توبہ یافتن و عبادت را برپائے داشتن کرامت است."

نفس اور روح کے تفصیلی بیان کے بعد لکھا ہے.

---

۱۰۸ ؎ نسخہ ب صنہ / نسخہ ک صنہ ۱۵۲

کہبت	:
کرینہ	:
لوہو	: لہو
پیرے	: پیر
اوکے	: اس کے
پرم	: محبت
میت	: دوست ، محبوب
درجن	: برے لوگ
دیوی	: اچھے لوگ
دربرنہ	: + کاج = کام
راینہ	: مصیبت ، تکلیف
راتنا	: تکلیف جھیلنا

"خیالِ ایں درویش"

"روئے نسبت باآب کردند، نسبت بہ نقرہ وزر نہ کردند. تشبیہ باآب دادند کہ فلاں کس چہ آب رو دارد، اگر آبِ حیات بدل آب رو یافتہ شود. مردم دانا نگرد کہ آب رو، بہتر از آب حیات است. کہ آب رو سببِ حیات ابدی وسعادت سرمدی است و آبِ ایں خطاب اللہ یافت.

قال اللہ تعالیٰ وجعلنا من الماء کل شئ حی، اے عارف! ایں میم ماءمیم محمد است وایں ما دراچشمہ میم محمد جریان شد واز حا، محمد از میم ماد ابر برآمد بر سر عدم بارید - کل شئ حی شد واز عینِ عدم عالم شد وحا احد حیات ابدی است، از صدقہ حا، احد عدم موجود گشت واز صدقہ ثانے میم محمد ملاحتِ کونین وسعادت ثقلین بوجود آمد وآنچہ معدوم بود موجود وپیدا شد، وایں ہمہ ملاحت از میم دوم است وہر جا کہ ملاحت است آں جا ملاحت است ودال مانند الف اللہ برسرِ دال آمد ودال را با میم محمد ضم کردند آدم شد"...

در حدیث خیر البشر است" انا من نور اللہ والمومنون من نوری.

وآب از سلطان المرسلین است" [۱۰۷]

چنانچہ ترجمہ او بزبان ہندی گفتہ شدہ است کہ سوال قدیم بزرگے فرمودہ است [۱۰۸]

سبہ رس پانی پہنچے جیون جانے سب کوئے
جنہ رس پانی پہنچے وہ رس کیا ہوئے

درخیالِ ایں درویش نیز چیزیکہ آمدہ است نوشتہ شد...

ساجن اپنے پرم ہتے اک رس اپایا
اس رس سیتے باندہ کر ایک گوہر بنایا

---

[۱۰۷] نسخہ ب ص ۱۰۵-۱۰۶ / نسخہ ک ص ۱۵۸-۱۵۷

[۱۰۸] نسخہ ب ص ۱۰۶ / نسخہ ک ص ۱۵۹ اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۲۲

درنہ جو کیتی یتج کے تب گوہر کلیا
کلیا گوہر نرم ہوئے تب پانی چلیا
میٹھے کھٹے سبھیں رس ہورنگ بہرائے
پانی ستیں باندہ کر سب روپ بنائے
پاہتر کو وے نالھے وہ لاگھنہ جاوے
پانی کبیرے نا تو ہتے ہوئے موتی لکاوے
سرجن ہم کون ہردم بلائین پرم بہت جلائیں
مٹکے مٹکے مات بہر بہر پرم پلایں ،
باجن کون تل آپ سوں جگ جدا نہ نا کہیں
دنہ جگ بہیتر پانی را کہیں
پانی رس جے دیکھے کوئے
اس پرم ہتے پانی ہوئے

سرجن ہم کون . . . . نسخہ ب میں یوں منقول ہے .
• سرجن ہم کوں اپے سوں نت بہیت جلائیں

سبہ : سب
جیوں : جو
پرم : پریم
جنہ : جس
اپایا : پیدا کیا
تہے : سے
سیتی : سے
باندہ کر : گوندھ کر

جو کیتی = جو کچھ

یہ تیج = نور

کلیا = ملایا، اکٹھا کیا، کلانا = ملا

ہور = اور

(دلنسوز بیں اور کتابت کی پامال شدہ شکل ہے)

چلیا = چلا

سبھیں = سب ہی / تمام

رنگ بھرائے = رنگ بھرائے ، رنگ بھر دیا

پاہتر = پتھر

کووے = کوے

نالھے = نالے

لاکھنہ = لانگھنہ ، پار کرنا

پانی کیرے نا = اگر پانی کیرے نا تو ہتی = اگر پانی کے نام سے

تو ہتی = تو وہی

موتی بکادنا =

موتی بکاوے = موتی ہو جائے

اب سوں = اپنے سے

بکاوے =

سوں = سے

نت = روز

بہیت = بہت

مذکورہ بالا اشعار کے بعد حضور سرورِ کائنات کے صدقہ میں تمام مسلمانوں، مخلصوں عقیدت مندوں اور خود کی آبرو کے تحفظ کی دعا مانگی ہے۔

فراخی، معاش اور حبِ دنیا سے پاکی کی دعا کے بعد حضور رسالتِ مآب کے دس معجزات اسمائے نسب، پاک ولادت مبارک، اور معراج کا بیان ہے۔

معراج کے متعلق اشعار ملاحظہ کیجئے۔

" وظیفہ گشتہ است نماز پنجگانہ در معراج ایں فقیر بزبانِ ہندی چیزے گفتہ است" [۱۰۹]

محمد جگ کا موہن رے

مصطفےٰ جگ کا موہن رے

کاندھے سوہے کابلی رے، سر پر سوہے تاج

لٹکت آوے نبی محمد جس کارن معراج

جبریل جب آئے کرے رے، چومنے تیرے پاؤ

اوکھڑ رے میرے لاڈ کھیلے شہ راتا تیرے جاؤ

دھن جنین راجے آمنہ رے شاہ عبداللہ باپ

جس کا رن سارا عالم سرجا نبی محمد آپ

نسخہ ب میں "پر" نہیں ہے۔

نسخہ ک میں آخری شعر میں یوں مرقوم ہے۔

باجن تیرے پاؤ تلھیں یہ جیو وار دے

ان پالوں کے کہیدے رونینہ بھر بھر لئے [۱۱۰]

---

[۱۰۹] نسخہ ب ص ۱۹۱ / نسخہ ک ص ۱۷۳، ۱۷۲ اورنٹیل کالج میگزین ازمبر ۳۰ء ص ۱۲۱
ص ۱۲۱ پر در پردہ کدارا کے تحت صرف پہلا شعر ... مرقوم ہے۔
نسخہ ک میں پہلا شعر یوں ہے۔

لوتی جگ کا موہن رے ؛ اپنا جگ کا موہن رے

[۱۱۰] نسخہ ک ص ۱۷۳

ہندی مصدر : سوھنا : سجنا ۔ پھبنا

سوہے : زیب دیتا ہے

کانبلی : کمبل

لٹکت : جھومتے ہوئے

کارن : سبب

آئے کرے : آئے، تشریف لائے

پوئے : پوے

اوکھٹ : اکھٹ

لاڈ کھیلے : لاڈ میں کھیلے ہوئے، لاڈے

دھن : دھنیہ ۔ مبارک

جننی : جننی ۔ ماتا ۔ ماں ؟

امنہ : آمنہ

سرجا : بنا ۔ پیدا کیا ۔ جیو : جان

تلہین : تلے ۔ نینہ : آنکھ

حضور سرورِ کونین کے وصال، خلفائے راشدین اور حضرت امام حسن اور امام حسین کی شہادت کے بیان پر پہلا خزانہ ختم ہوجاتا ہے۔

خزانہ دوم میں اصحابِ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کے ذکر دیئے گئے ہیں۔ مختلف حالات اور واقعات کا بیان ہے۔ بیان کے موزونیت کے لحاظ سے اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

مفتاح اوّل "تصحیح نیت" کے ضمن میں لکھا ہے کہ خدائے عزوجل کی نظر نیت ہے۔

"سالک را شاید کہ ... بغیر نیت بودے ہر عملے کہ کند

نیت را سابق دارد و نظرے خدائے عزوجل بر نیت است

گجری:

ہیری ماجھ جے آپ اپا وے

اس ہتی باجن کیوں رہے چھپا وے [۱۱۱]

فرائض، اعتقادات، حضور قلب، زکوٰۃ، حج، نماز وغیرہ کا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ایک طالب کے لئے، پچاس فرائض مرقوم ہیں۔ یہ مفتاح ذیل کے الفاظ پر ختم ہو جاتا ہے

" اے باجن! ہر چہ ہست، کرم است، امید و نظر بر کرم باید داشت و ایں ہمہ بہانہ است۔

نومیدیم ز حضرت تو

بسیار اگر بود گناہم

زیرا کہ بعفو و رحمت تست

در دنیا و آخرت پناہم [۱۱۲]

مفتاح سوم میں اعتقادات کا ذکر ہے۔

مفتاح چہارم میں نماز اور نماز میں حضور قلب کی اہمیت کا مذکور ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے " عالم قاب قوسین " کی یادگار نماز ہے۔ نماز کا ترک کرنا منع ہے۔ گلشنِ راز کے ایک طویل اقتباس کے بعد لکھا ہے کہ عبادت کی قبولیت کا انحصار اللہ کے فضل و کرم پر ہے۔

اس موقعہ پر ایک خدا پرست عارف کا واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں شیخ فریدالدین گنج شکر کا ایک دوہرہ بھی منقول ہے۔

---

[۱۱۱] نسخہ ب ص۲۲ / نسخہ ک ص۲۰۳

نسخہ ک میں بیت کے پہلے گجری لکھا ہوا ہے۔

ہیری = دل / ماجھ = میں / جے = جو اپا وے = دیتا ہے ہر ہتے = سے

[۱۱۲] نسخہ ب ص۲۳

نسخہ ک ص۲۰۹

" عارفے خدا پرستے بہ تقوی و ورع مشہور بود ۔ بلکہ مستجاب الدعوات بود چوں ادبارش آمد آفتاب دولتش روئے بزوال آورد ے قصد سنگ غرور سوئے شکستہ دلے انداخت، پائے مور ضعیف شکستہ و مجروح گشت، نامۂ اعمال او در جریدۂ بلعم باعور نوشتند و سنگ او بار آبگینۂ معرفتش زدند تاج دولت و رواج سعادت از و بر گرفتند و خلعتِ خسارت در پوشانیدند و ہفتاد سالہ عبادت " ہباءً منثوراً " گشت ....

پس نہ ترکِ عبادت باید کرد نہ تکیہ بر عبادت باید کرد ۔

حضرت قطب العالم لنگر جہاں فریدالدین اجودھنی قدس سرہ العزیز در حجرۂ سر برہنہ و لبشرہ متغیر شدہ می گشتند و ایں ابیات بزبانِ مبارک می خواندند [۱۱۳]

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم
خاکے شوم و بزیرِ پائے تو زیم
مقصودِ منِ خستہ زکونین توئی
از بہر تو میرم و ز بہر تو زیم

و نیز دوہرہ حضرت شیخ العالم است

سائیں سیوت گل گئی ماس نہ رہیا دیہہ ؎
جب لگ سائیں سیو سوں تب لگ ہوسوں کیہہ

دست از طلب ندارم . تا کام من بر آید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید [۱۱۴]

---

[۱۱۳] نسخۂ ب صہ ۲۴۳ / نسخۂ ک صہ ۲۱۷ دونوں نسخوں میں بیت لکھا ہوا ہے ۔

[۱۱۴] نسخۂ ب صہ ۲۴۳ / نسخۂ ک صہ ۲۱۷ اورینٹیل کالج میگزین سنہ ۔ صہ ۱۲۱
مقالات شیرانی جلد اول صہ ۱۴
سیوسوں کے بدلے سیو ساں مرقوم ہے ۔ صہ ۱۴

مفتاح پنجم میں توبہ کے بیان میں مذکور ہے کہ ارتکاب گناہ کے بعد گنہگار بندہ نادم ہوتا ہے توفیق الٰہی سے اس کا دل توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔

گندم کے دو دانے کھانے کے بعد آدم تیس سال تک روتے رہے اس قدر روئے کہ آنکھ میں پانی نہ رہا تو خون رویا کئے ؎

باجن اپنے پاپ سبہ جنیہ رو رو دھوئے
پانی نینوں نہ رہیا تو تب لوہو روئے ۱۱۶

---

۱۱۳ ص سیوت = سیوا کرتے کرتے
گل گئی = گھل گئی
ماس = گوشت دیہ = جسم = ۵
نرہیا = نہ رہا کیہ = خاک
ہوسوں کیہ = خاک ہو جاؤں

۱۱۶ نسخہ ب ص۲۳۴ نسخہ ک ص۲۱۸
دوسرا مصرع یوں ہے
"پانیں نینوں نہ رہیا تب لوہو روئے"
پروفیسر شیرانی صاحب نے اس شعر کو نسخہ لاہور سے یوں نقل کیا ہے

ع باجن روئی روئی اپنے پاپ دھوئے
نینہ پانی نہ رہیا تب لوہو روئے

مقالات جلد اول ص۱۰۳ میگزین نمبر ۳۰

سبہ = تمام
جنیہ = جن، جنہ، لوگ
نینوں = نین، آنکھیں۔ لوہو = خون

عام طور سے لوگ پانی روتے ہیں مگر جس کو اپنے یار سے جدا کر دیا جائے وہ لوہو روتا ہے

دوہرہ:

میت پچھوہا جے سک ہووے
پانی رووے اور کوئی لوہو رووے [۱۱۷]

توبہ کی برکت اور اس کی نعمت کی توضیح کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السّلام اور عزازیل کے قصے بیان کئے ہیں یہ باب ایک غزل پر ختم ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلع ہے

ما بدرگاہِ تو شاہا بہ نیاز آمدہ ایم
بندگانیم بدرگاہِ تو باز آمدہ ایم [۱۱۸]

مفتاح ششم میں شرک، کفر اور معصیت سے توبہ کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے غیبت کو گناہ کبیرہ بتلایا ہے۔

حدیث: اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا

کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ غیبت سے دوسروں کے گناہ اپنے سر لینا ہے ؎

عیب گوا ہے یار چرا می شوی
وائے گراں بار چرا می شوی

---

۱۱۷ نسخہ ب صـ ۲۰۷ / نسخہ ک صـ ۲۱۸ "جے سک" کے بدلے: جس کوں
اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء صـ ۱۲ مقالات جلد اوّل صـ ۱۱
مصرعِ اوّل یوں مرقوم ہے۔ باجن نے پچھوڑا جس کوں ہوئے۔
دوسرے مصرع میں اور کو کے بدلے "سب کوئی" ہے۔
پچھوہا = سوگ، جدائی جے سک = جس کو
اور کو = اور کوئی

۱۱۸ نسخہ ب صـ ۲۰۹
نسخہ ک صـ ۲۲۱

خود عمل نیک بغیرے دہی
بارِ دگر برسرِ خود می نہی ۱۱۹ء

مفتاح ھفتم میں القاب توبہ کے بیان میں توبہ اور توبہ کرنے والوں کی عصمت وعظمت کا ذکر ہے۔ گناہ پر پشیمان ہونے اور ندامت سے پیش آنے اور عملِ صالح کرنے میں نیکی کا راز پنہاں ہے۔

آگے چل کر لکھا ہے۔

"ہر کہ دریں جہاں بگرید۔ درآن جہاں بخندد کہ شاداں از تہہ گل ہمچو گل تازہ برخیزد۔"

دوہرا:

روح جو آھے پاپنہ دھونا
ہنس ہنس رونے کے ایسا رونا ۱۲۰ء

"باجن گریہ کہ از خوفِ خدا است، مبارک وبشارت دہ است ونافع است چناں کہ از اں اشک قطرۂ سر سوزن مقدار باآتش دوزخ افتد سرد کند، وعصیان را محو گرداند بلکہ سیاست را حسنات سازد۔" ۱۲۱ء

دھرا: باجن جب وہ کرے کرم
پاپ ہیئے کر ہووے دھرم ۱۲۲ء

ندامت از گناہ بہتر است ازاں حسنات کہ دراں عجب وریا وخود بینی باشد کہ درگناہ پشیمانی وخود شکنی است۔

بیت: گنہ گار اندیشہ ناک از خدا
بسے بہتر از زاھدِ خود نما

۱۱۹ء نسخہ ب ص۲۵۸ / نسخہ ک ص۲۲۷
۱۲۰ء نسخہ ب ص۱۶۱ / نسخہ ک ص۲۲۹
۱۲۱ء نسخہ ب ص۲۶۱ / نسخہ ک ص۲۲۹ ۱۲۲ء نسخہ ب ص۲۶۱ / نسخہ ک ص۲۳۰

بیت :

قطرہ چند از گنہ گر شد پدید
در چناں دریا کجا آید بدید

نظم :

خدایا رحمتت دریائے عام است
وزاں جا قطرۂ مارا تمام است

وزاں دریا گر ایں مشت گنہ گار
وزد شوید اگر خودرا بیکبار

نگر د د طرہ زان دریا زمانے
وے روشن شود کار جہانے ۱۲۳

آگے چل کر مفتاح نہم اور دہم میں توبہ کے بیان کے بعد مختلف حکایات اور روایات کے ساتھ آیات پاک اور احادیث کے حوالوں سے مندرجہ ذیل امور کا بیان ہے۔ جا بجا عربی اور فارسی اشعار سے عبارت کو مزین کیا ہے۔ دلکش بنایا ہے۔ یہ بیان چوبیس[۲۴] مفتاح تک پھیلا ہوا ہے۔

۱۔ کلاہ دادن و مقراض راندن

۲۔ ارادت و بیعت

۳۔ شروط بیعتِ نسا، وطریقِ بیعتِ زناں کہ خواجگان چشت میکنند۔

۴۔ تلقینِ ذکر

۵۔ طاقیہ ۔ مختار مشائخ

---

۱۲۳ نسخہ ب ص ۲۶۲ / نسخہ ک ص ۲۳

۱۲۲ (بقیہ) روج = روز پاپنہ = پاپ آہے = ہے

نسخہ ب مصرع ثانی :: پاپ پھر کر ہووے دھرم ۔ خزائن رحمت ص ۲۶۱

اردو زبان و ادب (عبدالحق) ۱۵۹۔ :: نسخہ ب باجن جس پہ ہووے کرم :: پاپ پھر کر ہووے دھرم

۶۔ خرقہ

۷۔ سجادہ نشستن و آداب آں

۸۔ مقاماتِ شیخ و اوصاف آں

۹۔ انواع مریدی

۱۰۔ وسیلت با پیر

۱۱۔ پیری و مریدی

۱۲۔ آدابِ مرید با شیخ و حق تعالیٰ

۱۳۔ دین و دنیا

۱۴۔ قرض

قرض کے بیان میں مفتاح بیست و چہارم (۲۴) ختم ہو جاتا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کی خاطر چند مقامات سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ شرائطِ توبہ کے ذیل میں مرقوم ہے کہ بزرگ ترین عطا ہائے حق بندہ کے دل میں امید کرم ہے۔

قطعہ:

نومید نیم ز حضرتِ تو
بسیار اگر شود گناہم
امید بہ عفو و رحمتِ تست
در دنیا و آخرت پناہم

قطعہ:

غرہ مشو کہ مرکبِ مردانِ راہ را
در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند ۱۲۳

---

۱۲۳ منتخب ص۲۶۶ / نسخہ ک ص۲۳۲

شرائطِ توبہ اور ارادت کے ذکر کے بعد مریدوں کو توبہ کی تلقین کا بیان ہے۔ ارادت و بیعت کے ضمن میں عورتوں کی بیعت کے اس طریقہ کا مذکور ہے جو خواجگانِ چشت میں رائج تھا خواجگانِ چشت کے اس شجرہ کی نقل ہے جو شیخ رحمت اللہ نے شاہ باجن کو دی تھی۔[۱۲۴] مرید کو ذکر کی تلقین ہے۔ خرقہ کے بیان میں مرقوم ہے کہ کس بزرگ سے کس کو پہنچا شیخ رحمت اللہ کی وصیت کے مطابق شاہ باجن کو "خرقہ" ملنے کا اشارہ ہے۔[۱۲۵]

سجادہ نشینی کے آداب ہیں۔ شیخ کے اوصاف اور نازک مقامات ہیں۔ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السّلام کے واقعہ کے بعد شیخ کے اوصاف بیان کئے۔

لکھا ہے کہ

"شیخ خدا بخش باید و شجاع بود تا بجز حق تعالیٰ التفات بغیرے نماید ذ جمیع موذیات را معدوم تصور کند و عالی ہمت باید و با صفت "مازاغ البصر و ماطغیٰ" موصوف شدہ باشد و ہمہ وقت ظاہر و باطن بتجرید و تفرید آراستہ بود و حلیم و بارکش بود تا بندگانِ خدا را و مریدان را از و نفرت نماید و غفور اما یہ سازد تا اگر مریدی خطا کند بہ نصیحت پیش آید نہ بہ سختی و درشتی"[۱۲۶]

الوارِ مریدی میں شیخ صنعان اور خواجہ احمد نہاوندی کی حکایات مندرج ہیں۔ مختلف حکایات سے وسیلۂ پیر کی وضاحت کی ہے۔

از نوائے بلبلاں دائم رواج گلشن است
زاں کہ دوکانِ بتاں از بت پرستاں روشن است[۱۲۷]

پیر و مرید کے تعلقات اور آداب کے ذیل میں ادب کی اہمیت بیان کی ہے۔

---

۱۲۴ نسخہ ب ص ۲۷۵ / نسخہ ک ص ۲۰۲

۱۲۵ نسخہ ب ص ۲۸۲ / نسخہ ک ص ۲۵۲ ۱۲۶ نسخہ ب ص ۲۹۰ / نسخہ ک ص ۲۵۲

۱۲۷ نسخہ ب ص ۲۹۷ / نسخہ ک ص ۲۵۶

ادب تاجے است از لطفِ الٰہی
بنہ بر سر، برو ہر جا کہ خواہی ۱۲۸ھ

دین و دنیا کے حال میں دنیا دار کا یوں تعارف کرایا ہے۔

"اگر بکسے دنیا بے شمار آید و حب او نباشد کا تہ او دنیا ندارد زیرا کہ او از حب دنیا پاک است و اگر کسے دنیا ندارد و گرفتار فقر و فاقہ بود و لیتہ پوشیدہ می باشد و ہوائے دنیا در سر دارد بلکہ در ہوا سر دارد و بد نیائی سر دار است او دنیا دار است" کے بعد ۱۲۸ بسم اللہ کی فضیلت ہیں۔

آگے چل کر ذیل کے الفاظ میں عشق کی تعریف کی ہے۔

"سالک .... چوں بہ محبت مکمل گشت، عشق بہ ظہور آمد جائیکہ عشق آمد ہمہ حجاب ہا سوختہ گردد، عشق را معلم و مکتب نیست، عشق روایت و حجت ندارد، عشق ہدایت صرف و عنایت محض است باجن میانِ بندہ و خدا ہمیں عشق ہادی است۔ ۱۲۹ھ

فرض کے علاوہ باقی امور میں شاہ باجن کے ہندوی اشعار مندرج نہیں ہیں۔ مفتاح بیست و چہارم توکل کے ذیل میں لکھا ہے کہ "استقامتِ توکل" سے اللہ تعالیٰ "حق الیقین" عطا کرتا ہے اور جس کو یہ مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے اس کے لئے ہر مقام یکساں ہے۔

"چوں توکل استقامت یافت حق تعالیٰ حق الیقین بخشد"

پس کسے را بدیں آیت۔ قل لا املک لنفسی نفعا ولاضرا الا ماشاء اللہ استقامت دادہ باشد او را جنگل و بیاباں و آبادانی یکساں باشد۔

۱۲۸ھ نسخہ ب ص ۳۰۰ / نسخہ ک ص ندارد
۱۲۸ھ نسخہ ب ص ۳۰۲ / نسخہ ک ص ۲۶۱
۱۲۹ھ نسخہ ب ص ۳۰۵ / نسخہ ک ص ۲۶۱

گوجری:

مرا ز وی رے سبہ بالوں کا رکھوال

اوگھٹ گھاٹ اوتارن ہار

بکٹ ڈونگر ہور بگھیں کانٹیاں باگ بسیں جس ٹھاؤں

سب بن کھنڈ کا تو نہیں راجا. تیری واری جاؤں

گھر آنگن جنگل ہور ڈونگر باجن منا یکساں یوں

گھر باہر تو نہیں رکھوالا نگہ وان تیرا ناؤں ۱۳۰؎

مرات دے رے سب بالوں کا رکھوال

اوگھٹ گھاٹ اوتارن ہار

بکٹ ڈونگری اوو بگھیں گھاٹاں باگ بسیں جس ٹھاؤں

تس بن کھنڈ کا تو نہیں راجا واری تیرے جاؤں

گھر آنگن، جنگل اور ڈونگر باجن من ایکساں

باہر بھیتر تو رکھوال ناکوئی تیرا نگہوان

برہان پور کے نسخہ میں مذکورہ اشعار یوں نقل کئے گئے ہیں.

مبرات وے رے سبہ بالوں کا رکھوال

اوگھٹ گھاٹے اوتارن ہار

بکٹے ڈونگر ہور بگھیں کاٹیاں باگ بسیں جس کھیاؤں

سب بن کھنڈ کا تو نہیں راجا. تیری واری جاؤں

گھر آنگن جنگل، ہور ڈونگر باجن من یکساں یوں

گھر آنگن باہر تو نہیں رکھوالا نگہ واں تیرا ناؤں ۱۳۰؎

۱۳۱؎ نسخہ ب ص۳۱۰ / نسخہ ک ص۲۶۵

۱۳۰؎ نسخہ ب ص۳۱۰ / نسخہ ک ص۲۶۵-۲۶۶

نسخۂ لاہور سے تھوڑے فرق اور اشعار کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ شیرانی صاحب نے ان اشعار کو یوں نقل کیا ہے۔

گھر آنگن جنگل ڈونگر باجن من یکساں

گھر باہر توہی رکھوالا نگہ واں!

سبہ بانوں کا رکھوال، اوگھٹ گھاٹ اتارن ہار

(تیرا نانوں) میرا تروے ری

بکٹ ڈونگر پگھیں کانٹیاں باگ بسیں جس ٹھاؤں

سب بن کھنڈ کا توں ہی راجا واری تیرے جاؤں ۱۳۱ے

تروے	=	ترا دے، پار لگا دے
	=	مراد ترانے پار لگانے والا
بان	=	کشتی
رکھوال	=	نگہبان، محافظ
گھٹ گھاٹ	=	گھاٹ گھاٹ
اوتارن ہار	=	اتارنے والا
بکٹ	=	دشوار گذار
ڈونگر	=	پہاڑ

(مقالات محمود شیرانی کے مرتب نے لکھا ہے کہ

ڈونگر راجستھانی زبان میں پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔ گجرات، مہاراشٹر میں بھی رائج ہے۔ گو فی زمانہ ملتانی زبان میں نہیں ملتا۔ لیکن خواجہ غلام فرید کے دیوان میں جا بجا نظر آتا ہے۔

۱۳۱ے اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء صـ ۱۳۱
مقالات شیرانی جلد اوّل صـ ۱۷۶

یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔
میرے پیشِ نظر ان کا وہ دیوان ہے جو ۱۳۴۳ھ میں لاہور پرنٹنگ پریس میں چھپا تھا

" رلدی روہ ڈونگر ونج " کافی ۲۸-۲۷

" ڈونگر اوکھیا گھاٹیاں " کافی ۱۱۶

" رواہ ڈونگر دیاں اوکھیاں گھاٹیاں کافی ۱۵۰

" نکلا ڈونگر اوکھیاں گھاٹیاں کافی ۱۶۲

اوکھیاں گھاٹیاں ڈونگر کالے کافی ۲۲۰

ڈونگر کالے بیرین چھالے کافی ۲۳۰]

پکھیں	=	راستہ میں
کاٹیاں	=	کانٹے
پکھیں کھہائیاں	=	راستے میں کھائیاں (غار)
باگ	=	واگ، باگھ، واگھ، شیر
کھٹیاؤں	=	کھاؤں، جگہ
تونہیں	=	تو ہی
واری	=	قربان
بن کھنڈ	=	جنگل، زمین
نگہ وان	=	نگہبان
نالوں	=	ناؤں، نام

★★★★★

سالک لقمۂ حلال اور صدق مقال کی تلقین کی ہے۔ اکلِ حلال کے بغیر عبادت بے سود ہے۔ قصدِ حلال اور طلبِ حلال فرض ہے۔ رزق اللہ دیتا ہے۔

بیت

رزق ہمہ تو می دہی کسبِ ہنر بہانہ ایست
فتح وظفر تو می دہی طبل وعلم نشانہ ایست

مفتاح بیست و پنجم میں ریاضات و مجاہدات کا بیان ہے۔ ریاضت کی تعریف کی ہے۔ شریعت، طریقت، اور حقیقت کی وضاحت کی ہے۔ نفس کی قسمیں بتلائی ہیں۔

لکھا ہے کہ راہِ سلوک سخت و باریک اور صعب ہے، منزلیں مشکل اور ان میں آفات بے شمار ہیں۔ سالک کو مرشد سے ہدایت کرنا چاہئیے اور صلحاء کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہئیے۔

" در راہِ ہمیں ہمرانِ کار خواہند آمد کہ بزرگان فرمودہ اند، الرفیق ثم الطریق۔

بیت:

ہمراہ نکو باید و ہمراہ نکو
ہمسایہ نکو باید و ہمسایہ نکو

بیت المولٰنا:

اگر ہمرہ موافق گشت با جن
چہ غم داری دگر از خوفِ دشمن ۱۳۳

نفس کشی کے بارے میں لکھا ہے کہ

" در راہِ طریقت ہمیں خلافِ نفس کردن است در زبان ہندی گفتہ آید"۔

گجری: مَن کا کہیا نان سنے
تپ سے چیلا اس کنے ۱۳۴

---

۱۳۳ نسخۂ ب صفحہ ۳۱۶ نسخۂ ک صفحہ ۲۷۰ ۱۳۴ نسخۂ ب صفحہ ۳۱۹ / نسخۂ ک صفحہ ۲۷۲

نسخۂ ب میں پہلا مصرع یوں ہے "" جے من کا کہیا نا سنے" کہیا = کہا ہوا۔ کہا

بھور گھر کبار ادھارے

تج بھوجن کیا جن مارے

آدیس کہیں سب لوگا

یہ جوگی راول جوگا

گدائے حضرتِ ما باش و پادشاہی کن

مکن موافقت نفس و ہر چہ خواہی کن

برہان پور کے نسخہ میں دوسرا مصرع یوں ہے۔

ع بکن مخالفت نفس و ہر چہ خواہی کن

تپ	:	تپ، ریاضت
پھیلا	:	
بھور	:	صبح
جن	:	جان
آدیس	:	حکم
لوگا	:	لوگ
گھر کبار	:	گھر بار
ادھارے	:	چھوڑ دے
تج	:	چھوڑے
بھوجن	:	غذا
راول جوگا	:	سب سے بڑا جوگ، نفس کش، جوگیوں کا راجا

---

۱۳۳ (بقیہ صفحہ ۹۰) نسخہ ک میں " بھولف " نہیں ہے۔ نسخہ ب میں دوسرا مصرع یوں ہے۔
چہ غم دارد کسے از خوفِ دشمن

نفس کی کاہلی پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے تاثرات کا یوں اظہار کیا ہے۔

"ایں فقیر لحاسبہ خود نبشتہ است چنانچہ ہر شب نفس بہ کاہلی پیش آید وبگوید ہنوز شب بسیار است وقت صبح نشدہ است۔ قدرے خواب بکن تا سبک شوی بعد ازاں نماز بہ فراغت گذاری مقصود ایں است تا فجر برود۔ نفس مفت خوار وحیلہ گر است ایں چنیں بہ رہزنی پیش آید وبریں زیانے کند تا از مرتبۂ طریقت باز ماند و نمرتبۂ۔

ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون رسد

قاطع سیوم آں را بزبان ہندی ٹھگ خوانند۔ آں دنیا وحبّ دنیا است وپیش طالب ایں رہ آید وگوید کہ چیزے حاصل کن کہ وقت پیری ترا وفرزندان ترا کار آید وایں بود حرکت در طلب کردن ہرگز حاصل نہ شود وبدست نیاید کہ مطلوب دنیا ایں است کہ وقت کار کہ خلاصۂ جوانی ضائع رود ودر وقت پیری ضعیف خواہد شد۔ عبادت خدائے عز وجل نتوانی کرد وبمرتبۂ اعلیٰ نرسد۔

درصفت دنیا ایں درویش بزبان ہندی گفتہ است

گوجری:

یہ فتنی کیا کسے ملتی ہے	جب ملتی ہے تب چھلتی ہے
آں چھیل بہوت جھلائے	ان روکر بہوت رو لائے
ان جھوکر ہیتے کھائے	ان بہت گھیرے پارے
اس بلگے دے ان جھارے	جے رہے اسی ہتے ٹارے
وہ جائیں اس ہتے پارے	. . . .
اس کا نج جی تینہ نرسنا	* جگ ملے اس سنہ بلسنہ
یہ فتنی اکھون بناوے	جگ پاس نا نہہ کی آوے
جے اسکوں کدھی نہ لورے	* جو ملے تو تب تہی چھورے

جے دیکھت اس ہتے بھاگے ۔ یہ نیلج ان سون لاگے
دیکھ باجن یہ تو جھوٹی * مکھ موں میٹھی من موں تیٹھی
یہ آہے ایسی ڈیٹھی
....

بداں کہ دنیا صفت سایہ دارد اگر کسے خواہد کہ خود را بگیرد سایہ پیش پیش بگریزد ۔ و اگر ایں شخص از سایہ رو بگرداند ۔ سایہ از دنبال ایں برود و دنیا ایں خصلت دارد ہر کہ ایں را خواہد او را نخواہد و اگر حاصل شود خوردن ندہد گوید ذخیرہ کن ۔ وقت ترا و فرزندانِ ترا بکار آید ۔ درآں وقت سخت درستی پدید آید و ہم درآں طلب و تشویش ماند ۔ ایں باز خود بہ محل دیگر ظہور کند ۔ مقصود دنیا و عتبۂ دنیا ہمیں است کہ ایام عمر کہ برائے توشۂ آخرت است ضائع رود و طالب بمراد نرسد ۔

بیت :

دنیا بہ مثل سایہ گہ دور و گہ ہمسایہ
بایں چنیں کم مایہ کس سود سودا می کند ۱۳۵؎

برہان پور کے نسخے میں یہ نظم "مذمتِ دنیا" یوں نقل ہے ۔

یہ فتنی کیا کسے یہ ملتی ہے ۔ جب ملتی ہے تب چھلتی ہے
ان چھیل بہت جھلائے ۔ ان روکر بہت رولائے
ان جھوکر بہیتے کھائے ۔ ان بہت گھیرے پارے
اس بلگے دیران جھارے ۔ وے جے رہے اس نکتے نیارے
وہ جائے نہ اس ہتے پارے
....

۱۳۵؎ نسخہ ب ص۱۲۱ / نسخہ ک ص۲۷۳-۲۷۴ اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء ص۱۱۸
مقالاتِ شیرانی جلد اوّل ۔ پنجاب میں اردو ص۱۷۱-۱۷۴
اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصّہ ۔ ص۲۵

اس کارن تب نہ تز سنہ   جگ ملے تو اس سنہ بلنہ

یہ فتنی اکھون نہ یادے   جگ پاس ناکھون آوے

جے اس سم کدھے نہ لوڑنہ   جے ملے تو بھی اس چھوڑ نہ

جے دیکھت اس اتہنے بھاگے   یہ نیلج ان سنہ لاگے

دیکھ باجن یہ تو جھوٹی   مکھ میٹھی چت میں نیتھی

یہ آہے ایسے ڈھینٹھی

. . . .

کتابت درکتابت اور نقل کی پامالی کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

.بھوت کا املا جدید بہت ہوگیا

وے ان ۔ ویران میں بدل گیا

نیارے۔ ٹارے ہوگئے۔

آٹھویں شعر میں ۔ لورنہ ، چھوڑنا اور لوے چھوڑے بن گئے۔

مکھ موں میٹھی نئی ترکیب مکھ میٹھی (شیریں زبان) بن گیا۔

من نے چنت کی جگہ لے لی

یہ تبدیلیاں کاتب کے زمانے کے رسم الخط املا اور الفاظ کے چلن کی نشاندہی کرتی ہیں۔

پروفیسر شیرانی نے اس نظم کو یوں نقل کیا ہے۔

" ابوالفضل بھی آئینِ اکبری میں دہلی کی زبان کو اسی نام سے یاد کرتا ہے۔ لیکن شیخ باجن پہلے شخص ہیں جو زبان دہلوی کا نمونہ دیتے ہیں۔ وہ اس کو ہندوی کے نام سے بھی پکارتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک ہندی اور زبان دہلوی ایک ہی چیز ہے۔ ان کی تصنیف میں دنیا کی مذمت میں ایک چھوٹی سی نظم ہے جو اس عنوان سے شروع ہوتی ہے۔"

بین اوّل : صفتِ دنیا بزبانِ دہلوی گفتہ:"

یہ فتنی کیا کسے یہ ملتی ہے   جب ملتی ہے تب چھلتی ہے

اوّل آن چھل بہت جھلائے ۔۔۔ آن چھوھری بہتی کھائے
ان رو کر بہت رولائے
یہ فتنی کیا کسے یہ ملتی ہے ۔۔۔ جب ملتی ہے تب چھلتی ہے

بین دوم:

آن بہت گیرے پاڑے ۔۔۔ جے اس بلگے وے انہ چھاڑے
جے رہے اس کتے تارے ۔۔۔ وہ بجانے اس ہتے پارے
جے اس کار نہ تپنہ ترسنہ ۔۔۔ جے چکہ ملے تو اس سنزبلہ
یہ فتنی الھوں نیا دے ۔۔۔ چکہ پاس الھوں نہ آدے
جے اس کدھی نہ لوریخ ۔۔۔ جے چکہ ملے تو بھی اس چھور نہ
جے دیکھ اس کتے بھاگے ۔۔۔ یہ نیلح ان سنہ لاگے

تخلص:

دیکھ باجن یہ تو جھوٹی
مکھ میٹھی چنتے نیٹھی
یہ اسے ایسی دھیٹھی
یہ کیا کسے یہ ملتی ۱۳۶

ریختہ کے علاوہ اردو کے مختلف ناموں سے بحث کرتے ہوئے پروفیسر شیرانی نے لکھا ہے کہ:

"اردو کے نام ریختہ کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مثلاً شیخ باجن (متوفی ۹۱۲ھ) اس زبان کو دہلوی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔
"صفتِ دنیا بزبانِ دھلوی گفتہ"

---

۱۳۶ مقالاتِ شیرانی جلد اوّل صہ ۱۱۸
اورینٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء صہ ۱۱۸ - پنجاب میں اردو طبع ۱۰۰

اس سرخی کے ذیل میں انھوں نے اشعار ذیل لکھے ہیں جو اردو اشعار کا قدیم ترین نمونہ مانے جاسکتے ہیں۔" ۱۳۷

دوھرہ:

یہاں اس کو شیرانی صاحب نے " دوہر" اور اورینٹیل کالج میگزین میں نظم لکھا ہے۔

نسخۂ کراچی میں اس کا عنوان ہے۔

" درصفتِ دنیا ایں درویش بزبانِ ہندی گفتہ است ... گجری ... "

اس نقل میں بھی املا میں کتابت کی تبدیلیاں اور لفظ کا تغیر ملتا ہے۔

بہت	بجائے	بہوت
رلائے	"	رولائے
مکھ	"	منہ

" اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام " میں ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے شیرانی صاحب کے حوالے سے بین اوّل نقل کیا ہے۔ ۱۳۸

---

۱۳۷ پنجاب میں اردو طبع دوم / نسخۂ ک صفحہ ۲۷۳ میگزین نومبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱۸

۱۳۸ اردو کی ابتدائی نشوونما ... صفحہ ۲۵

پھلتی ہے	=	نخرے کرتی ہے
پچھیل چھلانا	=	زیب دینا
گھیرے پاڑے	=	گھیرے ڈالے، فریفتہ کرے
بلگے	=	بلگنا، لپٹنا، لپٹے
چھارے	=	بچھاڑے، چھاڑ دے، دور کرے
اس تھے	=	اس کنے۔ اس سے
نیارے	=	علیحدہ

کارن	=	واسطے
ترسنہ	=	ترسنا، خواہش کرنا
جے چکہ	=	جو کچھ
سنہ	=	سوں، سے
بلسنہ	=	بلسنہ، بھلسنا، جلنا
تپا دے	=	تڑپاتی ہے
چک پاس	=	کچھ پاس
ناکھوں	=	نہ انکھوں، نہ ان کے
کدھی	=	کبھی
لوریں	=	لورنہ ــ لوڑنا بمعنی ضرورت رکھنا۔ پنجابی میں اب بھی رائج ہے حاصل مصدر "لوڑ" ہے۔ ہندی میں اسکی شکل لوڑھنا ہے
نیلج	=	بے شرم
مکھ میٹھی	=	زبان کی میٹھی۔ شیریں زبان
چنت	=	خیال
نبنھی	=	کڑوی
دھیٹھی	=	دھیٹ، بدتمیز، بے شرم

راہ سلوک میں قاطع چہارم ــ عیال "فرزندان" اورعلایق کو دھتورہ کہا ہے۔ لکھا ہے کہ

"قاطع چہارم کہ آنرا بزبانِ ہندیہ دھتورہ می گویند۔ وآں ہمیں روزگارعیال وفرزندان وعلایق کہ شب و روز درغم ایشاں مدہوش وبے ہوش است چناں کہ دھتورہ خوردہ است واگر کسے را دھتورہ می دہد چوں مردماں اورا بہ بینند دوا میکنند وبہ شفقت پیش می آیند۔ وافسوس می خورند" ۱۳۹ے

۱۳۹ے لنسخہ صفحہ ۳۲۲ / لنسخہ ک صفحہ ۲۷

شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کو تمثیل کے پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ۔

"شریعت چوں کشتی و طریقت چوں ملاح و حقیقت چوں دریا است۔ و معرفت چوں بادبان اول کشتی را استوار کند بعد ازاں در کشتی سوار شود۔ دست پیر طریقت را بدست گیرد و بادبانِ معرفت را بردارد و در دریائے حقیقت درآید۔۔۔۔

بے ملاحِ معرفت درمیانِ دریائے سلوک قدم ننہد کہ بے ملاح راہ چوں شود۔ و بغیر بادبان معرفت کشتی گراں چوں رواں گردد۔ و دریائے حقیقت بے کراں است۔ بسیار کشتی ہا با ملاحان بہم غرق کردہ خرد برد۔

گجری: بے توں آھے بدکارو

اوڑھناں دیکھ پساریں پاؤ

شریعت کے توں باٹ نکھوڑ

تو تجہ جنم نہ لاگے کھوڑ

طریقت آھے نبی کا فعل

بکھیں بات نہ آھے کھیل

حقیقت دریا اھے بے کنار

بہوت ڈوبے کچھ اترے پار [۱۲۰]

---

[۱۲۰] نسخہ ب صـ۳۲۴ / نسخہ ک صـ۲۶

بدکارو = بدعمل اوڑھناں = چادر چادر دیکھ کر پاؤں پسارے

نسخہ ب میں دوسرے شعر میں دوسرا مصرع یوں ہے جے تجہ جنم نہ لاگے کھور

باٹ = راہ، راستہ کھوڑ = خدا کا عتاب بکھیں = بیان کرنا

زندگی میں تجھے خدا کا عتاب (غضب) نہیں ہو سکتا۔

سالک کو چاہیئے کہ کشتی کو استوار کر کے صاحبِ دریا (خدا) پر بھروسہ کر کے کشتی دریائے حقیقت میں ڈال دے اور اعمالِ صالح پر تکیہ نہ کرے۔

باجن کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

"پس کشتی خود را استوار کند و مغرور بہ کشتی نشود و نظر براں کشتی نکند و کشتی را بحوالہ صاحبِ دریا کند و با سباب استغفار و انکسار و اعمالِ صالحہ . . . .

توکل و یقین بر کند تا نہ لغزد ہر چند کہ ایں بار ہا گراں باشد سبک رو د و تا کہ استعداد بدیں چیز ہا موجود و مہیا نباشد و دریائے حقیقت در نیابد۔

دوہرہ:

باجن ناؤ نہ تلہرا بندھیا بہتے بھار
اگھیں سمندر اوندان کیوں اترلیسے پار [۱۲۱]

---

[۱۲۱] نسخہ ب صـ ۳۲۴ / نسخہ ک صـ ۲۰۶
اورینٹیل کالج میگزین صـ ۱۲۱
مقالات جلد اول صـ ۱۷۱
شیرانی صاحب نے اس کو یوں نقل کیا ہے۔

باجن ناوہ تلھرا بندھیا بہتی بھار
آگین دریا ڈرا دنا کیوں اتریسی پار

ناؤ = ناؤ۔ کشتی   کیوں اتریسے پار = کیسے پار لگے
تلہڑا = تلہڑو   ناقص = پہنچے پہنچی
بندھیا = بندھے ہوئے = بہتی = بہت   بھار = وزن ۔ مال

نفس اور اس کے عُجب کے بیان میں لکھا ہے کہ عملِ نیک مخلوق سے چھپانا ممکن ہے مگر خود سے چھپانا سخت دشوار ہے۔ اپنے نیک اعمال پر نظر رکھنے سے عجب پیدا ہوتا ہے لہٰذا نفس کے ساتھ جہاد کرنا ضروری ہے۔ شریعت پر استحکام لازمی ہے۔ عبادت اور ریاضت سے آدمی لوگوں میں نیک مشہور ہو جاتا ہے نفس اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔

اس خطرے سے یوں آگاہ کیا ہے۔

"نفس بریں مدح خوش شود، و عبادت بسیار کند و روزہ بر روزہ بدارد و خود فربہ شود چنانچہ بزرگے دریں باب فرمودہ است"

بیت:

لنگھنت گر کند ترا فربہ

سیر خوردن ترا ز لنگھن بہ

بزرگان فرمودہ اند کہ

الجوع طعام الحق لا یطعمہ الا الخواص من الاولیاء ۱۴۲؎

دوھرا:

گدھا چرے تو ہو دبلا لنگھن موٹا ہوئے

نہ جانو کھائے کس دکھوں جھر جھر بنجرا ہوئے

عمل میں ریا کا شائبہ ہو تو توبہ کریں ریا دور ہو جائے گی اور زہد و عبادت کی عادت ہو جائے گی۔

"ہر وقت کہ ریا خواہد دانست توبہ خواہد کرد و ریا دور خواہد شد و عادت عبادت و زہد خواہد ماند ۱۴۳؎

۱۴۲؎ لنسخہ ب صفحہ ۳۲۶ / لنسخہ ک صفحہ ۲۷ لنگھن، فاقہ

۱۴۳؎ لنسخہ ب صفحہ ۳۲۶ / لنسخہ ک صفحہ ۲۸

بزرگ فرمود۔ گجری

جھٹ مٹ کھیلت سچ مچ ہوئے
سچ مچ کھیلے برلا کوئے

دوہرہ:

باجن ساچ کھیلیں وہ نہ ملے جھوٹت لیئں چھانہ
سانچے اکھنہ بے چلنہ جھوٹ چھوڑ سب جانہ ۱۲۲

ستائیس سے انتیس تک تین مفتاح ہیں۔

(ا) مجاہدہ ومشاہدہ

(ب) منظور شدن بہ نظر صاحب دل اور

(س) عزلت

کا بیان ہے۔

مفتاح سیئم (تیس) میں اربعین اور اخلاص کے ذکر میں گریہ وزاری کی یوں ہدایت کی ہے:

"درکلام مجید است تضرعاً وخفیہ یعنی زاری کند پنہاں وگریہ پنہاں کردن کار انبیاء علیہ السّلام است وگریہ کند جائیکہ نہ بنید کسے ترا ولتونہ بینی کسے را۔ اگر دست ندہد دایم بہ دل ندامت بکنند کہ درویش را دل ریش ہم ازیں معنی فرمودہ اند کہ دایم دل درویش زارزار است۔ چہ درخلوت وچہ در جلوت۔

دوہرہ

خلوت، جلوت باجنا تجھ مجھ ہوئے سو ہوئے
نہیں لوتن تو نہیں میرا تجھ بن اور نہ کوئی
جیو جیو جیورا تجھ دہری ور نہیں میرے کوئی
بچوں بالتو باشم دگر نباشد تجھ مجھ ہوئے سو ہوئے

---

۱۲۲ لسنخہ ب صفحہ ۲۴۳-۲۴۲ / لسنخہ ک صفحہ ۲۹

رووے روے نینہ پر گٹ کیجئے ہنس ہنس ساز ندیجئے
خندہ وگریاں با دلِ گریاں ہر ہنس سا سن نا لیجے

باجن ساجن سرِ جن ساکتی اس بن اور نہ سوجھے
پنہاں، تنہا تنِ تنہا دوجا لوگ کہ بوجھے [۱۲۱]

مذکورہ اقتباس اور ذیل کے فارسی اشعار کی روشنی میں باجن کے اشعار کا مطلب واضح ہوجاتا ہے ان کے نیچے ایک فرد اور حضرت مسعود بک کے تین اشعار نقل ہیں۔
ملاحظہ کیجئے:

فرد: سالہا بعد ایں تمنا بودہ ام اے دلِ وزیب
تو و من باشد نباشد تا لئے با ما دگر

از حضرت مسعود بک سے

ایکہ تا بادہ بنوشیم بیک جا من و تو
شستہ در خلوت دلِ رستہ زغوغا من و تو

بلبل و گل، من و تو، طوطا و شکر، من و تو
یوسفِ دل شدہ دلدار زلیخا من و تو

---

[۱۲۱] منسوب ص ۲۳ - ۲۲۲ / نسخہ ک صفحہ ۲۹

میرترا = میرا را - میں + را
جیو = جان
دھرئی = دھرئے ۔ بیٹھ بجئے۔ پر گٹ کیجئے۔ = نہ پر گٹ کیجئے، نہ ظاہر کریں
ساز = نسخہ ب میں ساس ہے
سا سن نا لیجے = نا لیجئے۔
لوگہ = لوگا۔ لوگ

گرچہ الثالث بالخیر بگوید خلقے!
شر محض است کہ باشد دگرے بامن و تو ۱۲۵

احکام اربعین، قوتِ اربعین، اعتکاف، احکامِ اعتکاف، صحتِ دل اور فضائل و آداب، تلاوتِ قرآن پاک کے تفصیلی بیان پر یہ باب (خزانہ) ختم ہو جاتا ہے۔

خزانۂ سوم میں اللہ کی معرفت اور اہلِ معرفت کا ذکر ہے یہ خزانہ انیس ۱۹ فتح پر مشتمل ہے۔

فتح اوّل میں دل کی صفت صفائی اور عظمت کا بیان ہے۔ دل عشق کا بارکش ہے ہر بارے کہ ہست بر سر و پشت می دارند و بارکش ہمیں دل است۔

فرد:

اے ساربان آہستہ رو کیں کارواں در محمل است
بارِ ہمہ براشتراں، بارِ محبت بر دل است ۱۲۶

قلب مومن عرش اللہ تعالیٰ اور بیت الحرام ہے۔ غیر حق کے دل میں در آنے سے دل تاریک اور ویران ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث قدسی نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ببیں اے باجن کہ دلِ مومن عرش اللہ تعالیٰ است
دلِ مومن چناں عرشِ خدا است کہ محل ظہور استوائے۔
روحانیت دارد و ہم استوی رحمانیت و قابلِ ترقی است" ۱۲۷

---

۱۲۵ نسخہ ب ص ۲۴۳ / نسخہ ک ص ۹۱-۲۹۰ نسخہ ب فرد کے بعد لکھا ہے حضرت ملک زادہ مسعود بک فرماید - اور تیسرا شعر بھی منقول نہیں ہے۔

۱۲۶ نسخہ ب ص ۳۵۳
نسخہ ص ۲۹۸

۱۲۷ نسخہ ب ص ۳۵۴
نسخہ ک ص ۲۹۹

مختلف احادیث کے استناد سے بیان کیا ہے دل مقام تجلی ربانی ہے۔ بوستانِ جاودانی ہے۔ ایمان اس کا تخم، محبت ثمر اور معرفت شجر ہے۔ ۱۴۸

دل بیت المقدس ہے مرادِ جاناں ہے۔ دیوارِ بقا ہے۔ سقف کبریا ہے۔ اس میں کیف وکم کی گنجائش نہیں ہے۔ حق سے اتصال کی صورت کو الفاظ نہیں بیان کیا جا سکتا۔ بس..

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ۱۴۹

فتح دوم خطرات کے بارے میں ہے۔ دل میں شیطانی، نفسانی، روحانی اور ملکی خطرات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان خطرات کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"مقصود سالکاں و عاشقانِ ہمیں دل است کہ مخزنِ معرفت اللہ است
پس دل بدست آر تا عزیز حق در دنیا بید چناں کہ مؤلفِ کتاب گوید۔

مجنوں و شیدا کن مرا تا عزیزے در دل نا ورم
رقصم ہمیشہ در ہوا تا سوئے بغیرت ننگرم
اے آرزوئے یا جنا یا بم شرابِ وصل تو
باشم ازاں مے مبتلا واں روئے زیبا بنگرم

بزرگے می فرماید

دیوانہ گر خوانی مرا گنجم نہ در ہر دو سرا

فرد:

دل را بدست آر اگر مرد عارفی
ہر دو جہاں بگیر کہ یکدم ترا بس است ۱۵۰

---

۱۴۸ لنسخوب ص ۳۵۵ / لنسخو ک ص ۳۰۰ ۱۴۹ لنسخوب ص ۳۵۶ لنسخو ک ص ۳۰۳

۱۵۰ لنسخوب ص ۳۵۹ / لنسخو ک ص ۳۰۳ - لنسخو میں با جن کے اس فارسی قطعہ میں آخری مصرع یوں مرقوم ہے ع دائم ازاں مے مبتلا

طالب معرفت کو ہدایت کی ہے کہ وہ ذکر و فکر، مجاہدہ اور مراقبہ میں مشغول رہے مرشد کامل کی رہبری میں دعوت چہلم اسم اور "دعوت لو دو نہ نام" میں معروف ہے۔

"بعضے اسم جلالی، بعضے اسم جمالی، بعض اسم مشترک اند کہ بغیر مرشد کامل چوں معلوم شوند و بغیر مرید صادق بداند۔ و طالبِ صادق آں چناں جانِ نازو شہباز و دلگداز و محرم رازِ عشق مجنوں و لیلےٰ کارساز ایں کار نیاید"

نسخہ ب میں شہباز (لفظ) کے بعد یہ عبارت۔

"ہمچوں مجنوں غلبۃ العشق می باید تا نقشِ لیلےٰ در جگر پدید آید"

قطعہ دونوں نسخوں میں ہے۔

مجنوں چو داغِ عشق ز لیلےٰ بدل نہاد
لیلاٰ ہمہ بدید چو او چشم را کشاد
باجن ہمیں ز مجنوں خواہد کہ ایں نصیب
در عشق شیخ خویش دلش یا بد ایں مراد [۱۵۱]

فتح سوم میں محاسبہ اور استقامت کے بیان میں محاسبہ کے دو وقت بتلائے ہیں۔

(۱) آخر شب ۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد

(۲) عصر ۔ عصر پڑھنے کے بعد

اس ضمن میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، حضرت شیخ برہان الدین، حضرت شیخ زین الدین کے معمولات اور افکار کا بیان ہے۔ باجنؒ نے اپنے خیالات

---

[۱۵۱] نسخہ ب ص ۳۵۹۔ / نسخہ ک ص ۳۰۴ نسخہ ب اور ک میں نثری عبارت میں فرق ہے۔ نسخہ ب میں پہلا مصرع یوں مرقوم ہے۔

ع بہ چوں داغِ عشق در دل مجنوں نہادہ شد

کا اظہار کیا ہے کہ شب و روز بیدار ہے۔ جب تک عدم میں تھے عجب خوش تھے ہست ہوئے تو دوئی اور حجاب پیدا ہو گئے۔

ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے۔

"بزرگے فرمودہ است۔

دوئی شرک است ازاں بگذر، موحد باش یکتا شو
وجود ماسوی اللہ را بہ لا بگذار۔ الا شو[۱۵۱]

محاسبہ کے ضمن میں حضرت امیر خسرو کے ذیل کے شعر کی عارفانہ انداز میں تشریح کی ہے۔

بیتے،

ز دریائے شہادت چوں نہنگ لا بر آرد ھو
تیمم فرض گردد لوح را، در عین طوفانش

ملاحظہ کیجیے۔

"کلمہ شہادت مشتمل است بر نفی و اثبات، تشبیہہ کرد، کلمہ را بہ دریا یعنی حقیقت کلمہ را و تشبیہہ لا کہ درضمن اوست بہ نہنگ کرد از برائے آں کہ نہنگ در معنی مہلک است و لا کہ عبارت از نفی است و نفی مہلک است و ھو اشارت بہ غیب ہویت است۔ حق است کہ ہمہ رسوم و اوصاف در و محو شود۔ و آں جانہ نام است و نہ نشان و محو رسوم و اوصاف جز بہ نفی حاصل نمی شود، پس غیب ہویت کہ بعد از محو رسوم و اوصاف بر درویش تجلی می کند۔ محض بمقام نفی باشد کہ نہنگ لا کنایہ از وست۔ چوں ایں مرتبہ بر سالک جلوہ کند، ہر چہ طرف ظہور دارد و نام و نشانے در وست یک بار محو شود اور اگر فرض کنی کہ ایں سالک را مرتبہ لوحیت

---

۱۵۱ نسخہ ب ص ۲۶/ب / نسخہ ک ص ۳۰۸

کہ آں مرتبہ منہم اشیاء است کہ آبخا دریائے فہم او چنداں موج برزند
کہ آں معانی کہ فہمیدہ است ہمہ (محو گردد) واز قوت تجلئے عینت ہویت
ماحیٔ اوصاف است باب علم نمی ماند ولوح فہم را در وقت وصول
ایں تجلیٰ کہ صلوٰۃ عشاء اخیر است یعنی زماں محو ہمہ رسوم است
احتیاج با دراک ایں مرتبہ است کہ وصف اوست آب علمش
نیست محتاج تیمم می شود وتیممش حربہ ادراک مجہول علم بے
اصطلاح کہ از خاک فنا است۔ واللہ اعلم

افسوس صد ہزار افسوس کاش کہ در عدم می بودیم کہ آں دم خوش می بودیم کہ ما نبودیم۔
چنانچہ بزرگے فرمودہ۔

قطعہ

بصحرائے عدم خوش خفتہ بودیم
مرا با نیستی لبس خواب خوش بود
ازاں خواب خوشم بیدار کردی
ندانم تا از تیمم چیست مقصود

گجری:

سوون انک سوتے بندھی کھینی سکہ راج
آپ جو جگایوں سجنے نا جانوں کت کاج ۱۵۲

نفس پر اللہ کے الطاف بے پایاں اور نفس کی خود بینی و خود پرستی کا ذکر ہے
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (الی آخرہ) کی تفسیر ہے۔ نفس کے
ولایت کے درجے پر پہنچنے کے طریقے بیان کئے ہیں۔ جس کو اللہ دوست رکھتا ہے
اس کو اپنے نفس کا بینا بنا دیتا ہے۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈنا عبث ہے
خدا کا فر اور مومن سب کو رزق دیتا ہے اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے
حضور سرورِ کائنات نے فرمایا کہ علمائے امت انبیائے بنی اسرائیل کا درجہ

---

۱۵۲ نسخوب ص ۶۵-۳۶۲ / نسخہ ک ص ۳۰۹-۳۰۸

رکھتے ہیں۔ یہ مرتبہ علم، عمل خالص اور محاسبہ کا صدقہ ہے۔

توکل خواجگانِ چشت کا خاصّہ ہے عمل میں عجب و ریا کا شائبہ ہو تو "آتشِ ریا" خزانۂ دیں کو جلا دیتی ہے۔

حافظ

آتشِ زہد و ریا خرمنِ دیں خواہد سوخت
خواجہ ایں خرقۂ پشمینہ بانداز و برو ۱۵۳ے

چوتھے فتح میں ذکر، فکر اور مراقبہ سے دل کی طہارت کا بیان ہے۔ طہارت ظاہر و باطن کی تشریح کے ذیل میں لکھا ہے کہ کلمۂ صفالت دل کا سبب ہے

فرد:

آذینش راہمہ می کُش بہ تیغِ لاالٰہ
تا جہاں صافی شود سلطان الا اللہ را ۱۵۴ے

ذکر کے انواع اور تفصیل کے بیان میں خواجہ حماد، ابو علی دقاق اور خواجہ عبداللہ قشیری کے حوالے دیے ہیں۔

ذکر کی تین اقسام (ا) تقلیدی (ب) معنوی (س) حقیقی کے بعد شیخ رحمت اللہ کی تقسیم کا ذکر ہے۔

(ا) لسانی
(ب) قلبی
(س) طبعی اور
(د) استیلاء حق

مذکورہ اقسام لسانی، قلبی طبعی اور استیلائے حق کے بیان میں شاہ موصوف کے چند ہندی اشعار منقول ہیں۔

۱۵۳ے نسخۂ ب ص ۷۱، ۳ / نسخۂ ک ص ۳۱۳

۱۵۴ے نسخۂ ب ص ۷۲، ۳ / نسخۂ ک ۳۱۴

ان ابیات کا پس منظر ملاحظہ کیجیے۔

کلمۂ طیب نفی و اثبات مرکب است۔ چنانچہ گفتہ: و در گفتن ذکر لا الٰہ خود را فانی و بہ الا اللہ حق را باقی و موجود داند و در ذکر بیا ساید یعنی سعی کند تا ذکر جلی، خفی گردد و خفی دل گیرد و ذکر دل جاں را گیرد و ذکر جان در سر آید و ذکر سر بمذکور سپارد تا تن و دل و جاں و سر ہمہ کہ ذاکر شدہ بودند، فنا پذیرند جز جاناں نماند ہمیں جانِ جاناں شود پس بہ طریقے ذکر کند کہ در زبانِ ہندی گفتہ شدہ است۔ ۱۵۵ھ

خیال:

ساجن میرا جیو منہ اہے
اپنا نانو وہ آپیں کہے

انکھیاں کا منجہ روشن جو آوے
کانوں کوئی کیوں رے سناوے

جیب کئیو کیوے تیرا نانوں
جیو منہ آہے تیرا ٹھانوں

کوئی نہ جانے جیوے کیسا
جس منہ آہے ساجن ایسا

ابھیدا ابھیدا دشٹ اہے
باجن بھید کوئی نہ کہے ۱۵۶ھ

۱۵۵ھ لسنخب ص ۳۷۴ / لسنخ ک ص ۳۱۶ ۱۵۶ھ لسنخب ص ۳۷۴ لسنخ ک ص ۳۱۶

لسنخ ک میں پہلا مصرع میں روشن کے شین پر نقطے نہیں ہیں "روسن"

لسنخب میں ان ابیات کا عنوان "خیال" مرقوم نہیں ہے۔ لسنخ ک میں دوسرا مصرع نانو کو یاد لکھا ہے اور تیسرا مصرع یوں ہے۔ ع جیب کیوں لیوے ترا نانو۔ لسنخب میں تیسرے شعر کے پہلے مصرع میں نانو نقل کیا گیا ہے۔ اصل میں نانون ہے۔

مذکورہ اشعار کے نیچے ذیل کے چار مصرعے منقول ہیں۔

رباعی ۱۵۷

خوش آنکہ دلت ز ذکر پُر نور شود
در پر تو آں نفس تو مقہور شود

اندیشۂ غیر از میاں دور شود
تا ذاکر و ذکر رفتہ مذکور شود

اس صورت میں حصول ذکر کی تلقین کی ہے کہ ذکر اور ذاکر ایک دوسرے میں محو ہو جاتے ہیں۔ اور "لوحِ دل" پر نقش محبوب ابھر آتا ہے۔

مرآتِ دل بمصقلۂ ذکر صاف کن
تا روئے دوست خود بنماید ہر آئینہ ۱۵۸

چند عربی فارسی اشعار نقل کرنے کے بعد رومیوں اور چینیوں کی وہ مشہور حکایت بیان کی ہے جو مولانا روم نے مثنوی میں لکھا ہے۔

لکھا ہے کہ اس حکایت میں سرِ عظیم ہے۔ فہم من فہم (سمجھا جو سمجھا) بعد میں مندرجہ ذیل کا قطعہ نقل کیا ہے۔

---

۱۵۷ نسخہ ب ص ۴۷، ۳ / نسخہ ک ص ۳۱۶ ۱۵۸ مثنوی مولانا روم

(بقیہ ۱۱۷)

منہ = میں دشنٹ آہے = نظر آتا ہے
کھاتوں = مقام دسنہ = دکھائی دینا
وہ آپیں = وہ خود
الھیدا = مختلف
منجہ = مجھے
جیب = زباں

قطعہ از نقش و نگار ہر چہ بینی
از لوحِ ضمیر پاک بتراش
باشد کہ بہ بینی اے عراقی
در نقشِ وجودِ خویش نقاش [۱۵۹]

فرد: عاشقِ روئے خود است آں بے نظیر
حسنِ خود را خود تماشا می کند [۱۶۰]

فتح پنجم میں ذکر کا تفصیلی بیان ہے ۔ عربی، فارسی اور ہندی زبانوں کے ذکر کے مختلف کلمات مندرج ہیں۔

ذکر کی درج ذیل چار قسمیں بتلائی ہیں ۔

(۱) ناسوتی

(۲) ملکوتی

(۳) جبروتی

(۴) لاہوتی

ان کی تشریح کے بعد ناسوتی کی چار قسمیں ہیں۔

یک حلقی، دو حلقی، سہ حلقی، اور چار حلقی تبلائی ہیں۔

ضرب اور رکن کے لحاظ سے ملکوتی ذکر کو سات انواع میں منقسم کیا ہے۔ ضرب کے لحاظ سے جبروتی اور لاہوتی کی بھی سات سات قسمیں بیان کی ہیں۔ اذکارِ متفرقات میں کشفِ ارواح کا مذکور ہے۔

آگے چل کر اذکار متفرقات کے عنوان ذیل کے تحت عربی، فارسی اور ہندی اذکار کا بیان ہے ۔

---

[۱۵۹] نسخہ ب ص ۳۷۵ / نسخہ ک ص ۳۱۷

[۱۶۰] نسخہ ب ص ۳۸۳ / نسخہ ک ۳۱۷

عنوان :

" اذکار متفرقات عربی فارسی و ہندی کہ در آں مطلق توحید است و بعضے سلوک جوگیاں و اذکار ایشاں "[161]

عربی اور فارسی کے بعد ہندی اذکار کی تفصیل ہے۔ مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

" دیگر ذکر بزبان ہندی، طرف دل ہوں، و طرف آسماں توں دباز طرف آسماں توں و طرف دل ضرب ہوں یا دیگر بگوید راست دوہی ہے و در چپ اہی ہے و در دل ضرب کند اہی ایت دیگر یا بگوید :

در راست بگوید اینہاں توں

و در چپ بگوید اینہاں توں

و در دل ضرب کند۔ اینہاں توں

در جانب قبلہ اینہاں توں

و در طرف آسماں اوہناں توں[162]

اس کے بعد جوگیوں کے سلوک، ذکر اور جلسہ کا بیان ہے۔

ملاحظہ کیجئے : ذکر بزبان ہندوی

" مربع بنشیند، ہمچو جوگیاں، پس سر و چشم طرف آسماں بر دگرد و ایں ذکر را دہ ہزار کرت یا زیادہ بگوید عاقبت طیران دست بدہد، ہمیں لفظے بگوید۔

اُو چھے اَدھے

---

[161] نسخہ ب ص ۳۸۳ / نسخہ ک ص ۳۲۴

[162] نسخہ ب ص ۳۸۴ / نسخہ ک ص ۳۲۵ نسخہ ک میں ذکر کے آخری دو رکن نہیں ہیں۔ نسخہ ب میں ذکر چپ و راست کے بعد وہ منقول ہے۔

بدانکہ در سلوکِ جوگیہ سہ چیز دست آرد، بعدہ در وہم مشغول شود۔ اوّل جلسہ کہ ایشاں آں را بیٹک گویند و آں ہشتاد و چہار است و در ہر جلسہ نفعے دیگر است و خاصیتِ ہمہ بیٹھکہا است ...‘‘ ۱۶۳

مذکورہ بالا اقتباس میں ہندی الفاظ کا بلا تکلف استعمال ملاحظہ کیجئے
ادھی اودھی، جوگیاں چلہ بیٹھک

فتح ششم میں مراقبہ کے کلمات اور ذکر کی حالت میں جو انوار رونما ہوتے ہیں۔ ان کا مذکور ہے۔ اہلِ معرفت کے رموز و نکات کی قرآن کریم کی آیات سے توثیق کی ہے۔ اس تفصیل میں شاہ باجن کا ہندی یا فارسی کلام نہیں ملتا

فتح ہفتم اشغال ان کے محل اور جوگیوں کی اصطلاحات کے بیان پر مشتمل ہے سالک کو ہدایت کا محل ملاحظہ کیجئے۔

’’ذکر و مراقبہ از حضرت پیر خود چناں اخذ کند کہ ہمچو پیر شود واز ذکر مولیٰ نیاساید تا وجود کہ موجود است۔ عدم گردد وجانِ با جاناں قرار گیرد کہ ہرگز نمیرد۔

باجن جیون امر رہی موا نکھیو کوئے
جیکو جانی وہ موا، وہی موا ہوئے ۱۶۳

ذکر کے صدقہ میں مرید کو حیاتِ ابدی اور سعادتِ ازلی نصیب ہو جاتی ہے۔ اس لئے مرید کو یوں ہدایت کی ہے۔

بے آں (ذکر) دم بر نیارد و قدم بر ندارد

---

۱۶۳ نسخہ ب ص۳۸ / نسخہ ک ص۳۲۵ ہندوی زبان کے اذکار
بیٹھک کو بیٹک لکھا ہے۔ فارسی قاعدہ سے اس کی جمع بنائی ہے۔

۱۶۳ نسخہ ب ص۳۹ / نسخہ ک ص۳۳ نسخہ ب میں پہلے مصرع میں جیون کے بجائے جیو ہے اور دوسرا مصرع یوں شروع ہوتا ہے ’’جے اے کو ہی موا کہے موا ا وہی ہوئے۔

بیت:

نگہدار دم را کہ عالم دمے است
دمِ پیشِ دانا بہ از عالمے است [۱۶۴]

و در تعارف دم وقدم فرمودہ اند کہ بے ذکر دم نزند و ایں دم را رائیگاں نگذارد۔

گجری: باجن جب لگ ہے یہ دم
تب لگ قائم اہے قدم [۱۶۵]

دوہرہ: باجن جے تو ن سخناں لورے سنجے دم کے دام
جیتل جی سوں لاگ رہیں تو بھلے رہے آویں کام
جے تل ...

بگوشش کہ دم بے ذکرِ محبوب نزند، دم را نگہدار، باجن ہر دم کہ [۱۶۶] بے یار محبوب بگذرد، آں دم را دم شمار و در حیات حساب مدار و دم را نگہ دار ... اگر مردے عاقلے ہر دو جہاں بگیر کہ یکدم ترا بس است۔

نظم: ایں دم کہ می رود نہ دہی رائیگاں بہ باد
کونین گر دہند نیاید بدست باز
باجن ز شوقِ او کہ برآری دمے بہ یاد
بہتر ازانکہ خوانی تو بے یاد صد نماز

۱۶۴؎ نسخۂ ب ص ۳۹۹ / نسخۂ ک ص ۳۳۶ ۱۶۵؎ نسخۂ ب ص ۳۹۹ نسخۂ ک ص ۳۳۶ نسخہ میں گجری کے بجائے دوہرہ لکھا ہے (فرہنگ ص ۱۲۴ پر)

۱۶۶؎ نسخۂ ب ص ۳۹۹ / نسخۂ ک ص ۳۳۸ (بقیہ فرہنگ) سنجا = سنجے سنجیدن سے سنجے
تولے = وزن کرے۔ تل = لمحہ۔ پل لورے = پسند کرے، چاہے۔

بیت: بلبل کہ ز شوق در چمن می گردد
والہ شدہ در گردِ شمن می گردد

جوگیوں کی اصطلاحات، ذکر، ان کے عمل، عمل اثر اور نتائج کی تفصیلات کے ضمن میں ذیل کی سات اصطلاحات مندرج ہیں۔

اول	ھوام	=	رب ۱۶۶
دوم	اوم	=	یا قدیر
سوم	رہین	=	خالق
چہارم	بربن، نسرین	=	یارحیم، یا کریم
پنجم	آمی	=	یا علیم
ششم	برمہ	=	یا علیم
ہفتم	ھنا	=	یا علیم

ذکر کے سلسلہ میں ان اصطلاحات کی تفصیل بڑی دلچسپ ہے۔
فتح ہشتم میں اولیا کی معرفت فضیلت اور ولایت کا ذکر ہے۔ قشیریہ، رموز الواصلین، روح الارواح اور رسالہ شمسیہ سے ولایت کی علامات کا بیان ہے لکھا ہے کہ مرتبہ اللہ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے۔ یہاں شاہ باجن کی دو ابیات (فارسی شعر، دوہرہ) ملتے ہیں۔

انبیاء، اولیا کہ بمرتبہ رسیدند بہ عنایت اللہ رسیدند
نشانِ عنایت ہمیں است کہ توفیق بر اعمالِ نیک یا بد و ثمرہ
قبولیت ہمیں است ....

.... اول درخت، بعد ازاں ثمرہ، اول تخم بکارد بعد ازاں امید کشت۔
دارد وجائے خزئن می سازد۔

---

۱۶۷ منتخب ص ۱۰۸ / لنسخہ ک ص ۳۳۹

وائے برمن بیچارہ مفلس کہ نہ زمین دارد و نہ کشت بلکہ خار کشت و دیدہ بہ امید دیدار و داشتہ و در غفلت نشستہ۔

قطعہ:

در حق ما فضل و عنایت بکن
جز تو مرا ہیچ نباشد پناہ

باجن عاصی کہ بسے مفلس است
چارہ ندارد پے عفو گناہ

دوہرہ:

گور اندھاری ڈر بڑا باجن کھرا مفلس
گھٹ کانپے ہے جیوڑر نے یہ دکھہ آنکھوں کس ۱۶۸ے

نسخہ میں قطعہ کے بجائے مناجات اور نسخہ ک میں رباعی مرقوم ہے۔ اصل میں یہ ایک قطعہ ہے۔ نسخہ میں فارسی ابیات یوں منقول ہے۔

فضل و عنایت در حق ما کن
جز تو ندارم ہیچ پناہے

من ایک مفلس عاصی باجن
بر دم نالد ز درد گناہے ۱۶۹ے

دوہرے کے ابتدائی الفاظ میں بھی تھوڑا سا فرق ہے۔

گور اندھیاری ۔۔۔۔۔
ہیرا کنپے ۔۔۔۔۔

۱۶۸ے نسخہ ب ص۱۰۳ / نسخہ ک ص ۴۵ - ۴۴ ۱۶۹ے نسخہ ب ص۲۰۸ نسخہ ک ص۳۲۵

گور = گھور، سخت ڈر بڑا = ڈرا ہوا

ڈرپنا = ڈرا ہوا ہونا۔ ہیرا = دل کنپے = کانپے

نسخہ لاہور میں یہ دوہرہ یوں نقل ہے۔ ؎

گورا ندھیاری ڈر بڈا باجن کھٹ امفلس

ھیڑا کانپے جیوڈرے یہ دکہ اکھوں کس [۱۷۰]

فتح نہم معرفت کے بیان میں ہے۔ سالک قسمیں مذکور ہیں، عارف کی یوں تعریف کی ہے۔

"عارف کسے است کہ ہیچ شے اورا مشغول نگرداند

از خدا بلکہ طرفۃ العین از حق غافل نباشد۔

بیتے : مردمی باید کہ باشد حق شناس

تا بداند شاہ را در ہر لباس

عارف آنکس است کہ ننگ باشد برو دنیا و نعمت ہائے دنیا" [۱۷۱]

سالک کی چار قسمیں تبلائی ہیں۔

(۱) مجذوب سالک

(۲) سالک مجذوب

(۳) مجرد مجذوب

(۴) مجرد سالک

داؤد علیہ السلام اور ہیزم فروش کی حکایت کے نتیجہ میں ہیزم فروش کی قبولیت کے اسباب ملاحظہ کیجئے۔

"حاصل آں (ہیزم) را سہ قسمت میکنم یکے برزن و فرزند خود یکے با مادر و پدر یکے بر محتاجاں و مسکیناں کہ از کسب عاجز اند۔" [۱۷۲]

---

۱۷۰ نسخہ ب ص ۴۰۸ / نسخہ ک ص ۳۵۰ اورینٹیل کالج میگزین مقالات جلد اول ص ۱۸۱

۱۷۱ نسخہ ب ص ۴۰۸ / نسخہ ک ص ۳۴۵ ۱۷۲ نسخہ ب ص ۴۱۲ / نسخہ ک ص ۳۴۸

اس حکایت سے کسب کی تلقین کرتے ہوئے سالک کو ہدایت کی ہے کہ۔

"پس سالک را باید کہ آں مقدار سلوک کند کہ میان کرامت و استدراج فرق کردن تواند و بہ نور و ظلمت و حق و باطل فرق کند و نورِ عبادت و ضلالت را تمیز تواند کرد۔" ۱۴۳

مجاہدہ اور مشاہدہ کے بعض رموز کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ نعمت ہے اس کی قدر کرنا چاہیئے۔

"اے باجن قدر ایں سخن کسے داند کہ نعمت از پیر یا از استاد و یا از مرشد خود و یا از پدر خود یافتہ باشد و کسے کہ ایں ہارا نشناختہ باشد و از نعمت محروم شدہ باشد او قدر ایں نعمت چہ داند۔"

چنانچہ بزرگے گفتہ

بیتے: قدر دولت آں کسے داند کہ بعض از مدتے
دولتی گم کردہ باشد بداں دولت رسد ۱۴۴

اس ضمن میں حضرت بہاؤ الدین ذکریا کی حکایت نقل کی ہے۔ جس میں ہندی الفاظ اور تراکیب کا بلا تکلف استعمال ہے۔

پالکی، حاملانِ پالکی، پالکی حضرت، پالکی ما وغیرہ

طالبِ صادق اور نشانِ صدق کی وضاحت کرتے ہوئے عملِ نیک کی اہمیت واضح کی ہے۔

"طالب صادق بلند ہمت بباید بود تا بغیر خدا بہ دیگرے التفات نکند، و ہمیشہ آئینہ دل از زنگار غیر محبت حق و پیر پاک دارد و مصقلۂ اخلاص بر دل بگرداند۔"

---

۱۴۳ نسخہ ب ص ۴۱۲ / نسخہ ک ص ۳۴۸

۱۴۴ نسخہ ب ص ۴۱۳ / نسخہ ک ص ۳۴۹

نشانِ صدیق آنست کہ عملِ نیک خود از نظرِ نفس پوشیدہ دارد
تا از عجب خلاص یابد و عملِ نیک حجاب نشود۔ ۔ ۔ ۔

گجری:

باجن زہد ریا کچھ کام نہ آوے
جب وہ پنچے ہاتہ میں ایک جونپا وے ۱۷۵

ہات منہ

مصرع ثانی میں، میں کتابت کی تحریف ہے۔ منہ چاہیئے۔

صدیق اپنے عمل پر شرمندہ رہتا ہے، عبادت کرتا ہے اور خود کو مفلس تصور کرتا ہے۔ زہد اور علم طالب کو "عجب" کے درمیان غرق کر دیتے ہیں۔ مقصود سالکان کے ذیل میں "حسین منصور حلاج" کی حکایت بیان کی ہے۔

اسباب و مالِ دنیا مردار اور فانی ہیں۔ ان کے ترک میں لذت ہے۔

اگر لذتِ ترکِ لذت بدانی
بلذاتِ نفسے تو لذت نخوانی

سفرہائے علوی کند مرغ جانت
گر از چنگلِ بازِ بازش رہانی

ترا تا کہ خود صبرِ عنقا نباشد
کہ در دامِ شہوت بہ کنجشک مانی ۱۷۶

مختلف فتوح میں سماع کے جواز (بحکم ولفص احادیث) شرائط آداب انواع وغیرہ کا تفصیلی بیان ہے۔

---

۱۷۵ نسخہ ب ص ۱۷، ۱۸ / نسخہ ک ص ۵۲ - ۳۵۱

نسخہ ب میں دوسرا مصرع یوں ہے ع • جب وہ پہنچے ہاتھ منہ میں ایک جونیا وے

پنچے = پہنچے ہات = ہاتھ منہ = میں اورینٹیل میگزین (لبقیہ صفہ ۱۳۱) ۱۷۶ نسخہ ب صفہ ۱۸ نسخہ ک صفہ ۲۵ (لبقیہ صفہ ۱۳۰) مقالاتِ شیرانی - جلد اول صفہ ۱۷۳

باجن زہد ریائی کچھ کام نہ آوے ❊ جب وہ پہنچے ہات منہ اک جو نیا وے

فتح دھم بحکم نفیِ جواز سماع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ مجلس سماع میں ایک طالبِ حق کے اصرار پر سماع کے متعلق باتیں زیرِ تالیف کتاب۔ خزانۂ رحمت میں شامل کی گئی ہیں۔ [177]

فتح بیان دھم میں سماع غنا اور رقص کا جواز احادیث کی رو سے پیش کیا گیا ہے۔ احیاء العلوم، مصابیح، مسلم بخاری سے چند احادیث کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ دوسرے فتح میں صحابۂ کرام میں سماع و رقص کا عوارف، حلیقۃ الا لوارٔ بیان الفقہ (ابو اسحاق) اور احیاء العلوم سے حوالہ دیا ہے۔

فتح سیزدھم میں "زمان، مکان اور اخوان کو سماع کی شرائط قرار دیتے ہوئے سماع کے آداب کا تفصیلی ذکر ہے۔

سماع کی دو قسمیں بتلائی ہیں۔

۱۔ ہاجم ۔ آنکہ بہ مجرد سماع جنبش آرد

۲۔ غیر ہاجم۔ آنکہ اوّل فہم کند بعدہٗ وجد بعدہٗ حرکت پدید آید [178]

عشق میں دل کی اہمیت بیان کی ہے۔

"دل خزانۂ سوز است و خانہ ساز ہمیں دل است
...... تنور عشق ہمیں دل است۔

آنچہ درخیالِ ایں درویش می آید می نویسد
پیش ازیں جاں بود اندر جائے دل
ایں زماں ہم یار مستی می کند
چونکہ رباب آمد ہوا در تار در تار
گوش مالیدن نہ سستی می کند [179]

---

[177] نسخہ ب صـ ۲۲۴ نسخہ ب میں " طالبِ حق " کی روایت کا مذکور نہیں ہے۔
[178] نسخہ ب صـ ۲۲۶ / نسخہ ک صـ ۳۵۹
[179] نسخہ ب صـ ۲۲۷ / نسخہ ک صـ ۳۶۰

بعض اہل معرفت کے نزدیک سماع کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) سماعِ شریعت

(۲) سماعِ طریقت

(۳) سماعِ معرفت

فتح چہاردہم میں سماع اور صوفی کا تعلق ظاہر کیا ہے۔ سماع صوفی کیلئے صلوٰۃ کی مانند ہے۔

"سماع صلوٰۃِ صوفیاں است" نشانہ ۱۸۰

صوفی کے اس مقام پر پہنچنے کے مدارج بیان کئے ہیں۔

اس مقام پر اہلِ صفہ اور مزامیر کی تعریف میں باجن کے چند اشعار ملتے ہیں۔

" ہر وقت کہ سلطان المرسلین برائے جہاد می رفتند، اصحابِ صفہ پیش می رفتند و قتال می کردند و چوں پیغمبر علیہ السّلام دراں درگاہ می رسیدند، یاراں می پرسیدند کہ ایشاں کیستند کہ پیش از ما جنگ می کنند۔ رسول علیہ السّلام فرمود کہ اینان اصحابِ صفہ اند و وقت بازگشت بلشکرِ پس پشت لشکر شدہ می آمدند و جائیکہ صفہ بود ہما بجا می رفتند۔"

ہمیں مضمون بزبان ہندی گفتہ شدہ است

دوھرہ:

راوت جھوجن جب چلیں باجن اگھیں جائیں

جھوجن جیت جب ماہر نہ تب با پچھیں چھپیئے ہو آئیں نشانہ ۱۸۱

نسخہ ب میں یہ دوہرہ یوں منقول ہے۔

نشانہ ۱۸۰ نسخہ ب ص ۴۲۹ / نسخہ ک ط ۳۶

نشانہ ۱۸۱ نسخہ ب ص ۱۴۲-۳ ۶۳

جب راوت جالوہ جھوجھین باجن تب تو اگھوں جاییں
جھوجھ جیت کر باہرنہ تب ہوئے با چھین آییں ۱۸۲ء

پروفیسر شیرانی نے اس کو یوں نقل فرمایا ہے۔

"مناقبت ایشاں بزبانِ دہلوی بنشتہ شدہ است"

جب راوت جھوجھن جاوانہ تب تو آگیں ہووا جاییں
جھوجھ کر ماہرنہ (آوانہ) تب تو پچھین ہووا آییں

باجن پڑو وہی جو خدا فرمایا۔

محمد کی کافر نہ سوں دندلایا ۱۸۳ء

آگے چل کر صوفی کے لباس کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے کام کی توضیح کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

" ہمیشہ کارِ صوفی آنست کہ ہر آوازے کہ در سمع او رسد، آں را بر حق عمل کند کہ ہر شئے مظہر اوست وگرنہ از چوبِ رباب ایں رازہا و از رودۂ خشک ایں نالش نازہائے موزوں چوں برآمدے کہ نغشبتہ منقورۃ تجلی عن الرب۔

فرد: اسرارِ عشق نست کہ می خیزد از رباب
ورنہ زچوبِ خشک مرا ایں گماں بود ۱۸۴ء

حضرت سلطان الاولیا نے "رقتِ حال" میں ذیل کا بیت پڑھا یا تھا۔

بیتے: از کاسۂ رباب مرا نعمتے رسید
شد آفتاب ہر کہ از ذرہ چشید ۱۸۵ء

۱۸۲ء لسنخہ ک ص۳۱ باہرنہ = بہرنا لوٹنا راوت = بہادر باچھیں = پیچھے جوجھن = جنگ جالوہ = جاتے ہیں اگھیں = آگے۔ ۱۸۳ء اورینٹل کالج میگزین ص۱۱۸ مقالاتِ شیرانی جلد اوّل ص ۱۶۸-۶۹ ۱۸۴ء لسنخہ ب ص۲۳۳ نسخہ ک ص۲۶۵ ۱۸۵ء لسنخہ ب ص۲۳۳ لسنخہ ک ص۳۴۵ پادا = حاصل پاوٹا = پانا۔

نیستان سے نے کی جدائی اور اس کی شکایت کی حکایت کے طرز پر جو رموز بیان کئے ہیں ان میں باجن کے چند اشعار ملتے ہیں۔

" نے را از نے نیزہ بریدہ اند و باز این نے را آتش دادہ خالی کردہ اند و بدیں ہم اکتفا نہ کردہ اند کہ سیخ را ہمچو آتش کردہ دراں سوراخ کردہ اند و ایں نالش نے از ہر سوراخ فریاد بر می آورد، و نعرہ می زند۔ آں چناں نعرہ کہ در جگر صوفی سوراخ می کند۔ و نارِ عشق حی اندازد و دراں وقت و شورش ہا می کند و ہم چنیں است کہ ایں درویش صفتِ مزامیر کردہ است و بہ ہمیں نوع اعتقاد می کند۔"

خیال:

یوں باجن باجے رے اسرار چھاجے رے
نہ پاوا یشہ کا ہادا ان دیے سکھ دکھ گنوادا

ان ہر کوں حق حق لادا

درزبانِ ہندی مزامیر را یکتر گویند و رباب را عاشقاں روحِ باب می خوانند و ایں وجود آدمی صفت مندل دارد کہ درزبانِ ہندی آمدہ و آں را در فارسی من دل خوانند و جسم جتہ را می گویند و ہندوی دل ہم ہٹہ میگویند۔ و اگر کسے را جتہ خوب خوش باشد او را مندل ہم می گویند۔" ۱۸۶

وقتے کہ صوفی آواز (صوت) آں لشنود کہ صوتِ بے صوت است و بے نشان است کہ صوتِ مثال ندارد بلا مثال است آں صوت در گوش در آید و ناپیدا شدہ در جگر صوفی می پاید و آں صوفی کہ ساکن المحبت است او را در جنبش آرد۔"

---

۱۸۶ لتنجوب صہ ۳۳۴ التنوک صہ ۲۶۵ لتنجوب میں یہ عبارت درزبانِ ہندی من را دل را خوانند

خیال: جب مندل من منہ د ھمکے

یہ رباب رنگ منہ جھمکے

یہ صوفی انہ پر ٹھمکے

مولوی خلیل الرحمٰن (تاریخ برہان پور) حکیم شمس اللہ قادری اور مولوی عبدالحق نے ابیات مذکور کو یوں نقل کیا ہے۔[۱۸۷]

پردہ پوربی میں۔

یوں باجن باجے رے اسرار چھاجے
مندل من میں دھمکے رباب رنگ میں جھمکے
صوفی ان پر ٹھمکے
یوں باجن باجے رے اسرار چھاجے[۱۸۸]

نسخہ لاہور میں سے پروفیسر شیرانی نے یوں نقل فرمایا ہے۔

جب مندل منہ منہ دھمکے

یہ رباب رنگ میں کھمکے

یہ صوفی انہ پر رقصے[۱۸۹]

نقل در نقل سے مختلف نسخوں میں کس قدر فرق ہو گیا ہے۔

من منہ = من میں (جدید شکل)

---

۱۸۷ نسخہ ب ص۳۳ / نسخہ ک ص ۶۶-۳۶۵

۱۸۸ تاریخ برہان پور مولوی خلیل الرحمٰن ص۱۰۳

اردوئے قدیم ــ حکیم شمس اللہ قادری ص۴۶ اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا حصہ مولوی عبدالحق ص۲۳۔ زیر نظر نسخہ کے مولوی صاحب کی تحویل میں تھا اس عقدہ کا پہلا بول علاحدہ اور دوسرے تین بول دوسری جگہ منقول ہیں۔

۱۸۹ اورینٹیل کالج میگزین ص۱۲ مقالات شیرانی جلد اول ص۱۷۱

لسنخ لاہور میں جھمکے کے بجائے کھملے اور کھمکے کے بجائے رقصے ہے۔ عربی میں رقص سے ہندی مضارع رقصے بنالی گئی ہے۔

آگے کی عبارت سے اس عقدہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ مرغوب اور موزون کلام سے طرب اور رقص سے محرومی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

"در انجیل مہتر عیسیٰ علیہ السّلام آمدہ است":

قولہ:

غنینا لکم فلم تطربوا

زمرنا لکم فلم ترقصوا

یعنی سرود گفتیم شمار بسخنان خوب و موزون و وعدہ ہائے مرغوب شما ہیچ طرب نکردید و براہ راست نیامدید۔ و نے نوا ختیم و دل ہائے شمارا باسرار نہانی آگاہانیدیم و آواز خوش نمودیم، شما ہیچ رقص نکردید واز ہوا ہائے خود برنخاستید۔

بیت:

سرمست برآمدم و صراحی در دست

تو ہیچ نیامدی نہ ہشیار نہ مست [190]

سماع کی مجلس کی کیفیت کے متعلق لکھا ہے کہ جب مجلس عشق اور مجمع محبت منعقد ہو، مزامیر مہیا اور آراستہ ہوں، نے سے سوز پیدا ہو رہا ہو، اور رباب کے ساز و برگ (گنبد نور) بن گئے ہوں، دستک سے شور پیدا ہو کر صوفی کے دل میں اسرار اللہ کھول رہا ہو، مجلس میں عود جلانا چاہیئے۔ یہ سماع کا ایک طریقہ ہے، ادب ہے۔

"یعنی در مجمع کہ صوفیاں سماع و رقص کنند [191] ... دراں مجلس عود می باید سوخت چنانچہ مجمر ہمیں دل صوفی است و عود جانِ صوفی کہ در مجمر دل می سوزد ...

---

[190] لسنخہ ب ص ۴۳۴ / لسنخہ ک ص ۳۶۶

[191] لسنخہ ب کی یہ عبارت لسنخہ ک میں نہیں ہے۔ دراں مجلس ... سے ہے۔

اس مقام پر نسخہ ک میں عقدہ کے وہ تین مصرعے نہیں ہیں جو برہان پور کے نسخہ میں منقول ہیں۔ ؎

این مجمر دل چو آتشش — می سوزد عود چو جانش

این عاشق تن بر بالش ۱۹۲

آگے چل کر عبارت یکساں ہے۔
ملاحظہ کیجیے۔

دریں مقام صوفی را کہ ارنی گویاں وگریاں ہمچو دخود بریاں وشاداں ہمچو گل خنداں در مجلسِ سماع در آید

این صوفی سر الٰہی — این مرتبہ دار دشاہی

این مظہر صفت خدائی

مظہر عین خدا باشد ۱۹۳

آ بخار رحمت منزل شود ولوز می بارد"

برہان پور اور لاہور کے نسخوں کے کلام کی نقل کی مطابقت کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نسخہ ک کے کاتب نے کچھ حصے چھوڑ دیے، نقل کرنے میں بھول ہو گئی۔
یہ حصہ نسخہ ب میں یوں منقول ہے۔

این صوفی سرّ الٰہی — این مرتبہ دار دشاہی

این مظہر عین خدائی

دراں مجلس کہ مظہر عین خدا یا شد / این جا عین شین خدا باشد
جائے کہ مظہر خدا باشد / آبخار رحمت منزل شود، لوز می بارد ۱۹۴

---

۱۹۲ نسخہ ب ص ۳۴ / نسخہ ک ندارد

۱۹۳ نسخہ ک ص ۳۶۶ نثری حصہ میں بھی فرق ہے ارنی کے بدلے ازنے لکھا ہوا ہے

۱۹۴ نسخہ ب ص ۳۵

شاہ باجن کے اس "گیت نما" ہندوی نمونہ کو نقل کرتے ہوئے ۔ پروفیسر شیرانی نے لکھا ہے کہ

" فقرات ذیل کو ریختہ کے نام سے یاد کیا ہے ۱۹۵ ؎

یہ صوفی ستر الٰہی ایں مرتبہ دار دشاہی

یہ مظہر عین خدائی

دراں مجلس کہ مظہر عین خدا باشد

آنجا عین شین خدا باشد

آں جا بار در رحمت اللہ

آں جا ساقی رسول اللہ آں جا روی تو شین اللہ ۱۹۶ ؎

پروفیسر شیرانی نے لکھا ہے کہ یہاں ریختہ کی اصطلاح کا استعمال نہایت قدیم ہے ۔ نسخہ ک میں اسکی صراحت نہیں ہے ۔ بلا عنوان مذکورہ اشعار نقل کر دیئے گئے ہیں ۔

مختلف نسخوں کے اقتباسات کے فرق کو دیکھ کر کاتبوں کی سہل انگاری اور کتابت کی پامالی کا اندازہ ہوتا ہے ۔

ملاحظہ کیجئے ۔

اس سرود کے آخری چار مصرعے نسخہ ک اور نسخہ ب، میں اس مقام پر منقول ہیں ۔

---

۱۹۵ ؎ پنجاب میں اردو ص ۳۴-۳۳

فقرات ذیل کو ریختہ کے نام سے یاد کیا ہے ص ۳۳

"شیخ باجن اس سرود کو ریختہ کے نام سے یاد کیا کرتے تھے ص ۳۴

مقالات شیرانی جلد اول ص ۷۰-۱۶۹ (باقی ص ۱۴۲ پر)

۱۹۶ ؎ یہ ریختہ زیادہ تر گیت کے مشابہ ہے ص ۱۴۰ (بقیہ ص ۱۴۱) عنوان ریختہ ۱۶۹

اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء ص ۲۰-۱۱۹

"دریں مقام باحق جان فدا کند کہ دریں جا نور و رحمت می بارد وایں جا ظہور رحمت اللہ ۔۔۔ ایں جا بارش رحمت اللہ، ایں جا ساق رسول اللہ، ایں جا رویت شیاً اللہ، ایں جا ہم اللہ باشد نہ غیر اللہ" ۱۹۷ھ

غزل

بہ صوفی جز صفا چیزے نہ نیکو است
و وجدنا (کذا) روا دور ہم از وست
چو بیند ہر طرف صوفی صفا دارد
نماید خود عیاں حسنِ رخ دوست
چو در برخرقۂ فقر است او را
شہ ملک و ملک اندر دل اوست
ملاحت آنکہ دارد خود صباحت
بگوئی 'نارون' او را دعا گوست
ہمہ بر پوست می نازند لیکن
بود حاصل بہ صوفی مغز با پوست
شرابِ عاشق است از وجہ معشوق
صراحی تن پیالہ لعلِ نیکوست
چو صوفی با صفائی ہست باحق
بچشم او یک است گر کہنہ در پوست ۱۹۸ھ

۱۹۷ھ نسخۂ ب ص ۳۵ھ / نسخۂ ک ۳۶۷

۱۹۸ھ نسخۂ ب ۳۶-۳۵ھ / نسخۂ ک ص ۳۶۷

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس مقام پر خلوت وجلوت یکساں ہوجاتی ہے۔
خانوادۂ چشت میں سماع کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ سماع عاشقوں کی کسوٹی (محک) ہے۔ مقام منتہی ہے۔ دوست کو دوست تک پہنچانے کے لئے ایک پل ہے۔
صوفی کے عالم ناسوت سے عالم ملکوت، عالم جبروت اور عالم لاہوت میں پہنچنے کے بیان کے ضمن میں ذیل کا دوہرہ اور اس کی تشریح منقول ہے۔
لکھا ہے کہ صوفی جب عالم لاہوت میں پہونچتا ہے تو تصوف سے علاحدہ ہوجاتا ہے ملاحظہ کیجئے۔

"چوں صوفی از عالم ناسوت بگذرد، در عالم ملکوت در آید وسکر دست دہد وچوں حال قرار یابد مست گردد و در عالم جبروت درآید وآں جا فنا پذیرد وبہ طرفتہ العین بہ لاہوت رسد وچوں بہ لاہوت رسید آنچہ تصوف بود، شریک شد واز صوفی تصوف

بقیہ ۱۹۸ مذکورہ بالا اقتباس میں نسخہ ب اور نسخہ ک کے فرق کو دیکھئے۔

نسخہ ب	نسخہ ک
آنجا نور می بارد از رحمت اللہ	ایں جا نور رحمت می بارد
ایں جا بارد رحمت اللہ	ایں جا ظہور رحمت اللہ
	ایں جا بارش رحمت اللہ

غزل

نظم
نسخہ ب میں پہلا شعر منقول نہیں ہے

کسوت خرقہ شعر ۳

علاحدہ گشت و صوفی کہ بود ہمہ صافی شد و دردے بود بہ دردی کشاں رسید وگل در گلزار ماند و بوئے در مشام شہنشاہ رسید

گجری:

بھونرا لیوے پھول رس، رسیا لیوے باس
مالی سینچے آس کر، بھونرا کھڑے اداس [199]

بھونرا پیوے پھول رس، رسیا لیوے کھاں
مالی دہنیں ہے واکا بوجھ لیا سبحان [200]

باجن کے الفاظ میں دوسرے شعر کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

"دریں مقام بھونرا جانِ عاشق است وگل رخسارہ معشوق" و مالی مرشد کہ شب و روز در طلبِ دام است وگل را می پرورد کہ آشیانہ جانِ عاشق ہمیں گل است کہ بھونرا بغیر گل قرار نمی گیرد و مالی دہنیں ہے دام کا ... یعنی دام قید و بند را گویند۔ و مرشد شب و روز در قیدمی آرد بوجھ لیا سبحان یعنی عارف [201]

---

[199] نسخہ ب صـ۳۴۷ / نسخہ ک صـ۳۶۸

نسخہ ب میں پہلا شعر بھونرا لیوے ... اداس منقول نہیں ہے۔

دوسرا شعر ہے اور اس کا عنوان دوہرہ ہے (نسخہ ب ص ۳۴۷)

پنجاب میں اردو صـ۲۰۳

مقالات شیرانی جلد اوّل صـ۱۸۰ اورینٹل کالج میگزین صـ۱۲۲

[200] نسخہ ب اور ک دونوں میں ہے

[201] نسخہ ب ص ۳۴۷
نسخہ ک ص ۳۶۸

مولانا روم کی مثنوی کے ایک اقتباس کے بعد لکھا ہے کہ عاشق عدم میں آرام سے تھا قولِ کن نے اسے خوابِ عدم سے بیدار کر دیا۔ اس نغمے کو سن کر اسے وجد آ گیا، عشق نے اس کی فطرت میں ایک غوغہ پیدا کر دیا۔ وہی طالب، وہی مطلوب وہی عاشق وہی معشوق ہے جو سماع و رقص کے جھروکوں سے جلوہ فرما ہے۔ اس نے ساقی سے شراب طلب کی اور ساقی نے اتنی شراب پلائی کہ مست ہو گیا۔

رو ساقی چنداں شراب در صراحیٔ جان او ریخت کہ مست گشت
وگفت بہائے من کجا است۔ گفت

کنگن اکھرن مندرین دے پریم پیالہ پیا
باجن جے کچھ کھٹیا سو سب کلالنہ دے ۲۰۲

خیال ایں درویش کہ معنی کلالنہ آنست کہ از دیدار او سکر حاصل شود۔
و تفرقہ ہر دو جہاں از دل برود۔

پروفیسر شیرانی نے اس شعر کو یوں نقل کیا ہے۔

کن کن اکھرن موندری دے پرم پیالہ پیا
باجن جے کچھ کھٹیا سبھ کلالن لیا ۲۰۳

درِ حبیب پر یہ مناجات پڑھنا چاہیئے۔

مفلس ام من آمدہ ام بر درِ تو — جز تو نہ داریم و بغیر از درِ تو
ہر کسے از بہر تو چیزی برد — باجن بیچارہ چہ آرد ہر درِ تو ۲۰۴

---

۲۰۲ نسخہ ب ص ۳۸ الف / نسخہ ک ص ۳۷۰
مقالات شیرانی جلد اوّل ص ۱۶۳

۲۰۳ مقالات شیرانی جلد اوّل ص ۱۶۳
اورینٹیل کالج میگزین

۲۰۴ نسخہ ک ص ۳۷۰

نسخہ ب میں مذکورہ اشعار کی نقل میں فرق ہے۔

مفلس آمدہ ام بر درِ تو

جز تو ندارم اِلّا درِ تو

کل و جز ہم از کل تو

با جز بیچارہ ندارد جز تو [۲۰۵]

فتح یا نزدہم میں مولیٰ کی طلب و محبت کی ہدایت کی ہے۔ زبیدہ ہارون رابعہ بصری، اور خواجہ شبلی کے واقعات اور شیخ برہان الدین کے اقوال نقل کئے ہیں۔

محبت کے بہت سے طریقے بتلائے ہیں۔ ان میں آسان ترین اور بہترین طریقہ دل میں شیخ کی محبت قائم رکھنا ہے۔ طلب غیر مطلق نہ ہو، رضائے دوست مطلوب ہو۔

"داناں اور ناداں میں ایک لطیف فرق بیان کیا ہے۔

"ناداں ہمہ عمر منتظر می باشد تا خوشی کی دست دہد۔ اما دانا نظر کند کہ اورا چہ چیز ناخوش می دارد و آں چیز اوّل از بنیاد برا اندازد و بعدہٗ خوش باشد!" [۲۰۶]

رضائے محبوب کی طلب میں ایک نادر نکتہ: یہ بیان کیا ہے کہ

"چوں دوست با تو بود از کہ باک داری و چوں دوست باشی از کہ امید داری شیخ سعدی شیرازی می فرماید

چوں دوست موافق است سعدی

سہل است جفائے ہر دو عالم

---

[۲۰۵] نسخہ ب ص ۳۴۹

[۲۰۶] نسخہ ب ص ۳۴۴ / نسخہ ک ص ۳۷۴

.... اے درویش سخن لغز بشنو کہ آمیختہ، ہمہ باش و آویختہ کس مباش کہ قولِ محققاں است۔

اجعل ظاہرک للخلق و باطنک للحق وکن کائنا وتائبا

باجن ساجن آپے تیرا

سب کو آکہے میرا میرا ۲۰۷

فتح نشانز دہم میں تحسین اخلاق سے بحث کی ہے۔ تزکیۂ نفس کی ضرورت بتلائی ہے، تواضع کی اہمیت بیان کی ہے۔

اسلام مکارمِ اخلاق اور محاسنِ آداب کا نام ہے۔ تزکیۂ نفس سے تحسین اخلاق حاصل ہوتی ہے۔ سخاوت، العفت، شفقت، اور نصیحت سے انسان برگزیدہ بن جاتا ہے۔ صوفیا کا نیکو ترین اخلاق تواضع ہے۔

بقولِ سفیان ثوری دنیا میں پانچ انسان عزیز ترین ہیں۔

۱۔ عالم زاہد
۲۔ فقیر پارسا
۳۔ فقیہی صوفی
۴۔ غنی متواضع
۵ سید سُنّی

فتح ہفدہم خواب کے بیان میں ہے۔ حمید الدین ناگوری کے لوائح سے نقل کیا ہے۔

" ہر کہ دمِ محبت زند از دو حال خالی نیست یا در فراق است یا درِ وصال۔ و در فراق اندر دو، الم خواب ممکن نبود و در وصال بلذّتِ عضور و نعمتِ مشاہدہ مستغرق باشد، نغفتن از کجا۔

۲۰۷ے لنسخہ ب ص ۱۴۴ / لنسخہ ک ص ۳۷۵

چنانچہ از حضرت فرید الحق والشرع والدین قدس سرہٗ

"جس کا سائیں جاگتا سو کیوں سوئے داس" ۲۰۸

نسخہ ب میں "خفتن از کجا" کے بعد لکھا ہے

" قول در زبان ہندوی بہ شیخ عالم ربانی ۔۔۔ ۲۰۹

فتح ہژدہم (۱۸ واں) حیات و ممات کے متعلق مختلف صوفیائے اکرام کے اقوال پر مشتمل ہے۔

معرفت و محبت حق زندگی ہے کہ دولت ابدی اور سعادت سرمدی اس سے مربوط ہے۔ مولا کی یاد کی کثرت زندگی ہے۔ کثرتِ شغلِ دنیا سے مراد موت ہے۔

موت کی چار قسمیں

۱۔ موتِ ابیض   ۲۔ موتِ اسود

۳۔ موتِ احمر   ۴۔ موتِ اخضر

بتلائی ہیں اور ان کی توضیح کی ہے۔

فتح نوزدہم میں عقل و علم کا بیان ہے۔

اس باب میں عقل کی فضیلت بیان کی ہے اس کو "وزیرِ روح" "خازنِ وجود" اور "کاتبِ وحی" کہا ہے۔ ۲۱۰

عقل کی چار قسمیں بتلائی ہیں۔

۱۔ غریزی

۲۔ الہامی

۳۔ مجازی

۴۔ حقیقی

---

۲۰۸ نسخہ ب ص ۵۰ ب / نسخہ ک ص ۳۸۰   ۲۰۹ نسخہ ب ص ۵۰ ب

۲۱۰ نسخہ ب ص ۵۷ ب / نسخہ ک / ص ۳۸۷

مذکورہ اقسام کی توضیح کے ضمن میں لکھا ہے کہ اللہ نے مومن کے دل میں چراغِ نورِ ہدایتِ عقل" رکھا ہے۔ تاکہ وہ خود کو اور خدا کو پہچانے، حق و باطل میں فرق کرے۔ لکھا ہے۔

"ہر چیزے کہ ہست محتاجِ علم است و علم محتاجِ عقل است کہ عقل بیخ و علم درخت و عمل ثمرہ و شاخہا جلم و برگ حیا اگر عقل نباشد، علم آ بجا ہرگز قرار نگیرد عقل جوہر پاک عظیم است ؎۲۱۱

عربی کے ایک طویل اقتباس پر یہ مفتوح / باب ختم ہو جاتا ہے۔

؎۲۱۱ المنتخب ص ۵۹-۵۸ لم
لسنخہ ک ص ۳۸۷

خزانۂ چہارم

(در ذکر اسرار توحید)

خزانۂ چہارم میں اسرار توحید جلی و علا اور مبدأ و معاد انسان کا ذکر چند مفتاح پر مشتمل ہے۔

مفتاح اول	ستر روح
مفتاح دوم	عشق
مفتاح سوم	معرفت
مفتاح چہارم	صفات و مراتبِ تجلیات
مفتاح پنجم	طالبانِ ہدایت
مفتاح ششم	اصطلاحات صوفیہ

قلب در روح میں سترِ نہاں کی وضاحت کرتے ہوئے حدیث انا من نور اللہ والمومنون من نوری کی تشریح کی ہے۔ روح کی چار قسمیں نامیہ، متحرکہ ناطقہ، قدسیہ تبلائی ہیں۔

انبیاء اولیاء کے معجزات، کرامات خرق عادات، مکاشفات احیاء اموات اور اماتِ احیاء (زندوں کی موت) کو روح قدسیہ کے باعث سرزد ہوتے ہیں اہل معرفت جانتے ہیں کہ روح امر ربی ہے۔ معرفتِ روح کی قسمیں عام اور خاص اور اخص ہیں۔

تمہیدات کے حوالے سے عشق کی تین قسمیں کبیر، صغیر اور میانہ بیان کی ہیں عشق الٰہی میں پروانہ وار جاں نثار کرنا چاہیئے۔

(رسالہ رموز الوالہین سے نقل کیا ہے)

"در رسالہ رموز الوالہین آوردہ است، پروانہ عاشق شمع است و در فراقِ شمع بے قرار است و بے تاب باشد و چوں وصلِ شمع حاصل شود چناں در آویزد کہ وجودش تمام بسوزد ہمیں ہمہ شمع شود۔"[۲۱۲]

۲۱۲ء لنسخہ ب ص ۶۵ / لنسخہ ک ص ۳۹۳

سالک کو ہدایت کی ہے کہ پروانہ سے جاں نثاری کا سبق حاصل کرے۔

تا سوختن عشق ز پروانہ بدیدیم
سودائے ہمہ سوختگان خام گرفتیم ۲۱۳ے

شیخ کی رہنمائی کے بغیر عشقِ حقیقی کا حصول ناممکن ہے اس مقام پر چند فارسی اشعار نقل کئے ہیں جو نہایت موضوع اور برمحل ہیں۔

معرفت کے بیان میں۔ معرفت کی عام تقسیم۔ عام خاص اور خاص الخاص کے علاوہ صاحبِ مرصاد کی تقسیم عقلی، نظری اور شہودی کی تشریح کی ہے

من عرف نفسہ کی تشریح کے ذیل میں لکھا ہے کہ معرفت دنیا میں "تخم بقا اللہ" ہے۔ اور آخرت میں اس کا ثمر حاصل ہوتا ہے۔

کنہ باری میں عجز کے اعتراف میں ایک طویل عربی اقتباس کے بعد ذیل کے دو یا چار فارسی شعر نقل کئے ہیں۔

گر صد ہزار سال ہمہ خلق کائنات
فکرت کنند در صفتِ عزتِ خدا
آخر بہ عجز معترف آیند کہ اے الہ
دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما ۲۱۴ے

ایضاً

آں نہ روئے است کہ من وصف جمالش دانم
ایں حدیث از دگراں پرس کہ من حیرانم
باش تا جاں برود بر سرِ آں یار لطیف
کہ بکارے بہ ازیں کانبا ید جانم

۲۱۳ے نسخہ ب صـ ۴۶۵ / نسخہ ک صـ ۲۹۳

۲۱۴ے نسخہ ب ص ۴۶۸ / نسخہ ک ص ۳۹۶ پنجاب میں اردو صـ ۳۵

"پنجاب میں اردو" میں شیرانی صاحب مذکورہ بالا آخری دو اشعار کو ذیل کی سرخی اور ہندی شعر کے اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔
"شیخ باجن اس سرود کو ریختہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی تصنیف سے ایک اور مثال دیتا ہوں۔

باجن وہ روپ بہونے جو کوئی لکھانے
لکھانے آپ کو جیوں سبہ کوئی جانے

۲۱۶ [216]
برہان پور اور کراچی کے قلمی نسخوں میں یہ دوہرہ نہیں ہے۔ اس بحث کے ضمن میں خواجہ حسین منصور (حلاج) ابو علی جرجانی، شیخ ابو سعید ابوالخیر، خواجہ بایزید کے اقوال نقل کئے ہیں۔
مراتب چہارم میں، صفات، مراتب، تجلیات کا بیان ہے۔ ذیل کے مراتب کی توضیح کی گئی ہے۔

مرتبہ اول	حضرت احدیت
مرتبہ دوم	عالم معانی
مرتبہ سوم	عالم ارواح
مرتبہ چہارم	عالم مثال
مرتبہ پنجم	عالم اجسام
مرتبہ ششم	عالم انسان

آخر کے پانچ مرتبوں کو تنزلاتِ خمسہ کہتے ہیں۔
مفتاح پنجم میں طالبانِ معرفت کے لئے مشاہدہ کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔
مفتاح ششم میں صوفیاء کی اصطلاحات اور شیخ ابو سعید ابوالخیر کی ایک رباعی کی تشریح کی گئی ہے۔

---

۲۱۶ [216] پنجاب میں اردو صفحہ ۳۴

اصطلاحات:

رخ، زلف، ابرو، خط، لب لعل، بادہ، جام، مہر، خم خانہ، دیر مغاں، خرابات، آئینہ، بت، خیال، عارض، کف، جرعۂ شراب، بحر، مظہر، موج، گیسو، جعد، بزم۔

رباعی ابوسعید

حورا بنظارۂ نگارم صف زد
رضواں ز تعجب کف خود برکف زد

آں خال سیاہ برآں رخاں مطرف زد
ابدال زبیم و چنگ در مصحف زد[۲۱۷]

شاہ باجن کے الفاظ میں اس تشریح کے جستہ جستہ مقامات ملاحظہ کیجئے

حورا بنظارۂ نگارم صف زد

" عبارت است از ارواحے کہ مستعد مشہور جمال حضرت حق اند و جمال عبارت است، از تجلئ ذات حق بر ذاتِ حق یعنی ہنوز رقم ہستی از صفحۂ کائنات معدوم بود۔ و اسم و رسم وجود از موجودات مستغنی ۔۔۔۔ [۲۱۸]

رضواں ز تعجب کف خود برکف زد

رضواں عبارت است از عقول کہ مؤید اند بہ روح القدس [۲۱۹]
عقل اور غیب کی قسمیں بتلائی ہیں

---

[۲۱۷] نسخہ ب ص ۴۷۴ / نسخہ ک ص ۴۰۱

[۲۱۸] نسخہ ب ص ۴۷۴-۴۷۵ / نسخہ ک ص ۴۰۱

[۲۱۹] نسخہ ب ص ۴۷۵ / نسخہ ک ص ۴۰۱

اوّل غیب	نفس
دوم غیب	قلب
سوم غیب	روح
چہارم غیب	غیب سر
پنجم غیب	خفی
ششم غیب	غیب، غیوب

اس وضاحت کے بعد تیسرے مصرع کی تشریح ہے۔

آں خالِ سیہ براں رخاں مطرف زد ....

خالِ سیہ عبارت است از ہستی سالک در جمع الجمع بعد از تفرقہ حاصل می شود۔ چوں سالک .... با مید وحدت ذات دیدہ بربی دوزد ومداد سواد الوجہ در دیدہ می کشد کہ خالِ حقیقی دیدہ را بہ پرتوِ انوارِ خود مکمل می گرداند و دیدہ او ناظر انوار وحدت می گردد ۲۲۰ے

در نظر او جز یکے نورِ نظر نمی آید لاجرم خود را و جمیع اشیاء را یک نور بیند و ترجمانِ خال او ہمیں می شود:

قطعہ

اے نور جہاں و جانِ انوار
در چشم ہمہ تو ئی مصور

در معرضِ آفتاب رویت
آفاق چو ذرۂ محقر ۲۲۱ے

۲۲۰ے لسنخہ ب ص ۴۷۶

لسنخہ ب اس عبارت پر ختم ہو جاتا ہے - باقی حصہ غائب ہے

۲۲۱ے لسنخہ ک ص ۴۰۴

ابدال زبیم چنگ درمصحف زد

" ابدال ذاتِ سالک را می گویند و مصحفِ شریعتِ محمدی را یعنی چوں سالک از خود برخاست و با عدم درساخت او را ہستیٔ وحدت دامن گیر شود"۔ ۲۲۲ھ

اس طرح رباعی کے چاروں مصرعوں کی تشریح پر یہ باب ختم ہو جاتا ہے۔

۲۲۲ھ نسخہ ک صفحہ ۵۰

خزانۂ پنجم

(در ذکر اوراد و اذکار مشائخ)

خزانۂ پنجم میں سالکانِ معرفت کے لئے، ایک اہم خزانہ ہے۔ مخطوط دو سو اسّی[۲۸۰] اوراق کو محیط ہے۔ اس خزانہ میں مشائخ کے اوراد و اذکار کا بیان ہے۔ اور ان سے مترتب فوائد و نتائج کا بیان ہے۔ آیاتِ کلام پاک، اسماء الٰہی، ادعیہ کے علاوہ حرزیات، جزئیات (جو صاحب کتاب کے مجربات میں سے ہیں) بھی مذکور ہیں۔

اس خزانہ میں سات ذکر ہیں۔ ہر ذکر کے تحت کئی انواع ہیں اور ہر نوع میں کئی فصلیں ہیں۔

ذکر اول میں ادعیہ، درود، تعویذات، حرزیات، طلسمات، افسونجات، ادعیات سورتوں کے فضائل ورد کے طریقوں کا تفصیلی بیان ہے۔ دن رات، ہفتہ، مہینہ کے مختلف اوقات میں، سفر و حضر میں مختلف اور حالات کی مخصوص دعائیں ہیں۔

مذکورہ بیانات کی تفصیل کے ضمن میں صوفیاء، صلحاء، علماء اور خلقِ خدا کی خدمت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ان کو نوافل اور عبادت سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

حضرت گنج شکر کے ملفوظات کے حوالے سے ضمناً چند حکایتیں نقل کی گئی ہیں تحصیل علم کی ترغیب، علم کی فضیلت، کسبِ معاش کی ہدایت کی ہے۔ ایک سالک کے لئے صبح سے شام تک مکمل لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔

زندگی کے ہر گوشہ ہر زاویہ کے لئے دعائیں، اوراد، اذکار، وظائف، آیات صورتوں کے خواص بتلائے ہیں۔ یہ تفصیلات ۲۸۰ صفحات تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان تفصیلات کے باوجود یہ لکھا ہے کہ

"دیگر چیزہا لبسبب اختصار ماندہ شدہ اند" [۱]

---

[۱] نسخہ ک ص ۸۱ م

اس کے بعد تقریباً ۱۴ فصلوں میں تعویذات، حرزیات، طلسمات، افسوں کا بیان ہے۔ مختلف قسم کے امراض مریض کے طالع، صدقہ، علاج کے تعویذ، پلیتہ کا ذکر ہے۔ مریض کے طالع کے بیان میں مختلف اسباب سے پیدا ہونے والے اثرات کا ذکر ہے۔ ان تکالیف کے تدارک، دفعیہ اور علاج کے لیے چند صدقات کا مذکور ہے۔ کچھ پلیتے نقل کئے ہیں۔

بعد کی دو فصلوں میں مختلف زہریلے اور موذی جانوروں کے کاٹنے سے جو زہر جسم میں سرایت کرجاتا ہے اس کے اتارنے کے لئے تعویذات لکھے ہیں۔

ان تعویذات کے نقل کرنے کے بعد ایک فصل میں تعویذات کی نہی میں چند روایات نقل کی ہیں۔ دوسری فصل میں احادیث نبوی اور کتب معتبرہ کے حوالے سے تعویذ اور افسوں کے جواز میں روایات بیان کی ہیں۔

تعویذ کے لفظی معنی "حفاظت و پناہ" کے ہیں۔ اصطلاح میں ایسے نقش کو تعویذ کہتے ہیں۔ جس سے (ا) کوئی مطلب حاصل ہو جائے

(ب) کوئی مقصود پورا ہو جائے

اور اس کے لکھنے کی چند شرطیں اور آداب ہیں۔

چند امراض:۔ دردِ گوش، دردِ دنداں، دردِ سینہ، دردِ دل، دردِ شکم، چشم زخم، زکام، مرگی، جلندھر، کے سلسلہ میں تعویذ وغیرہ کے علاوہ دوائیں بھی لکھی ہیں۔ ان بیماریوں سے نجات اور صحت یابی کے لئے سورتوں کے خواص بھی نقل کئے ہیں۔

منقولہ رقیات کی زبان ناقابلِ فہم ہے

ہرکھہ بلاس نل ہون رت بادبھی جہ جہ جہ چیزی ؎۲؎

دوسرا رقیہ دیکھئے۔

؎۲؎ لسنخۂ رقیہ ص ۵۰۴

"کھنگ بلائے بدہ ہتیلا پا پنج جاں لے ار جن کر جن کنوں کن کو کن کر ہجان ای انست - اکھر جوگی نسل کدہیں جرس لہنودی باشعار ویا حار عوا.. ۵۰۵
تم بامر اللہ ؎۳

دفع ناسور کی مجرب دعا ہے۔
رقیات کی زبان ناقابل فہم ہے۔
حضرت یحییٰ منیری کا جو گمندرہ نقل کیا گیا ہے - وہ عام نقول سے مختلف ہے۔
"افسون بندگی حضرت شیخ یحییٰ منیری"
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎

اوامر سات سمندر کر پار پاس چودہ من ہنس سانہ دند تیس کور دیو تا چوراے سھیس جو کئی التسنت کلی ناک ہرسنکر سیو سکت بود جن دیو دا بھوت پریت اکس بھوکس خاند براں تو تنا من کیا کرایا دیوایا۔ بھجایا بانت کہانت اجل موند کور پرنیت بھہنت کر کانٹھہ ماکا بھوری بھورے دہوری کر بل تہنیلا کون کون پیدائے دکھہ ہوئی بیدل منتر جھند جو بجناری لوا یکا نگی اے آں انت بجز کے تہاپ جو لائے سلا کا سراپ تجل سمت ہو جائے بجز انک بجز کو ار مجر موند سود وار رکت ہت ارکت بیت پخ جتا پخ منتر مکنت مکت دمائے بید بیدان میل میلان بان بیر پریاں وابی دکھن بھکن بال چام ماس ہار کو دہی کلیجی اکاس پتال موت منندل اجی جی کرنت تے مرنت الننت بھید ادس اوپر پرنت سلیمان بن داؤد کی دہائی جس رہس جھو داندے بیر سیدی جن سحر سن - بلہا بھول بید ہالس لوز ہون جاہ جاد باد باہ بہت دیرم کے واپجاہ سدہ کرکے مکت مخدوم شیخ یحییٰ منیری کے بھکت ہت سواہا۔۔۔

بحق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ؎۴

؎۳ لنسخہ ک رقیہ ص ۵۰۶ ؎۴ لنسخہ ک ص ۵۱۳ - ۵۱۲

اس افسوں کے بعد طاعون، عورتوں اور بچوں کی بیماریوں کے تعویذ منقول ہیں
افسوں برائے دفع جن و پری، عہدنامہ جنیان کے بعد سورہ طٰہٰ، سورہ قیامت
سورہ والشمس، سورہ واللیل کا ضمناً مذکور ہے۔

افسوں برائے دفع پری یہ ہے۔

" جیتنے جہیری تینے بہیری خدا انکیا نہی بری مید پراں سکھیری بہری
تہی جہنبید پانے ہتی ایجی بھیجا بل کند۔ تجلی پانے تجلی کایا نیکی تن
من کا فنا ہو جایا الفت التب لو ہو ہیپ کیس سن کور کر ند کہناں
ابدلیس نہ جہری۔

عہ پری نہ کایا سری جندی انکیا سپا کر و یاد ۵

مذکورہ بالا افسوں کی زبان کی ثقالت بھی نمایاں ہے۔ ردّ سحر کے لئے ساحر پر
لوٹ جانے کو "الٹ بہید" لکھا ہے۔ اس کا افسوں یہ ہے۔

بسم اللہ ۔۔۔۔۔

نلمختنا بلمختنا بلمختنا
منکتنا منکتنا منکتنا
ننا ننا ننا سننا ستنا سننا
تنا تنا تنا الٹ بہید پلٹ بہید
سرا ھو سری ھو سری
پتو کری سو ہری

بحق و بحرمت تنزل من القرآن ما ہو شفاء و رحمۃ اللمومنین ولا یزید
الظالمین الا خسارا ۶

---

۵ لنسخہ ک ص ۵۳۲

۶ لنسخہ ک ص ۵۳۸

لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

عہد نامہ جنیاں کے بعد سات طلسمات کے نقش ہیں زمین میں مور و ملخ کے پیدا ہونے اور ان کے دفعیہ کا ذکر ہے۔ ایک جگہ ۔ نشان ہے۔ یہ حصہ بابائے اردو کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔

اسناد حرز کے بیان میں حضرت امام شافعی سے ایک روایت بیان کی ہے۔ دلائل النبوۃ سے حرز ابو دجانہ کے چند اجزا نقل کئے ہیں۔

فصل ہفدہم کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ موصوف کو علم نجوم میں کتنی زبردست دستگاہ حاصل تھی۔ انسان پر مختلف ستاروں کے اثرات ظاہر کئے ہیں ان کے طالع کے لحاظ سے صدقہ، تعویذ، نقش، علاج کے طور پر تجویز کئے ہیں

دیوانہ، کتا، مچھر، بچھو، سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے صحت یابی کے لئے جو عزیمت (نقش) لکھے ہیں۔ ان کو بار بار مجرب لکھا ہے۔ [7]

"النسون مار کو بھی مجرب بتایا ہے"

"کلیا کلیا بلی سول کلیات دھوت بلی اٹھو کلیا
پنجھر جھرے دبلا کیرد نیکھند کے ادھی مری" [8]

فصل نوزدہم میں: مفرور غلام، گم شدہ مال، غیر مطمئن عورت اور چور کو حاضر کرنے کے سورہ والضحیٰ، سورہ یوسف، سورہ لیسین کے پڑھنے کو مجرب بتلایا ہے۔ اس موقع پر وہ دعا بھی منقول ہے۔ جو حضرت خضر علیہ السلام نے شیخ سعدی کو تعلیم کی تھی۔

مفرور کے لئے سات بار ذیل کے کلمات پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

---

[7] نسخہ ک ص ۵۵۷

[8] نسخہ ک ص ۵۵۸

آگ پانی لایا لونح
پادے برکت بادلسونح

باجن پندت ہوا بونح
بھو جھا جھو جھا سکا کونح ؎۹

ڈوبنے اور جلنے سے بچنے کے لیے اور مال ومتاع، دفینہ کی محافظت کے لئے اصحابِ کہف کے نام لکھنے کی ہدایت کی ہے۔
یملیخا، مکسلمنا، کشنوطط، تبیونس، اور ذطیتونس، لوانس، یوسس۔ ؎۱۰
آگے کی فصل میں باغ وکشت کی مضرت رساں کیڑوں اور جانوروں سے محافظت کے سلسلے میں چند دعائیں اور نقوش منقول ہیں۔ اس مقام پر "برائے برکت باغ وکشت" الفاظ خط زدہ ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے مطالعہ کے دوران یہاں نشان لگا دیا۔ نسخہ مسلسل ان کے مطالعہ میں رہا ہے۔
ایک فصل میں جڑی بوٹیوں اور دواؤں اور بیماریوں کے اس عہد میں مشتمل ہندوی نام دیے ہیں۔ اس بات میں وہ ایک حکیم حاذق کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔
بیماریوں کے نام، اسباب، اثرات، جڑی بوٹیوں کے خواص، دوا بنانے کی ترکیبیں، استعمال کے طریقے، برتن، مقدار، وقت، پرہیز وغیرہ تمام امور کا بیان ہے ضمنی طور پر باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔
چند مجرب نسخوں کا بیان ہے۔ ایک جگہ سلطان غیاث الدین کے دردِ گوش کا نسخہ درج ہے۔ ؎۱۰
دانت کے درد کے لئے دوا کے ایک نسخہ کے اجزا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
"در گجرات سود ہای گویند و در برہان پورا نبولی گویند" ؎۱۱

؎۹ نسخہ ک ص ۵۶۰ ؎۱۰ نسخہ ک ص ۵۷۴
؎۱۰ نسخہ ک ص ۵۶۲ ؎۱۱ نسخہ ک ص ۵۷۶

برص اور نقطۂ سپید کے علاج کے سلسلہ میں دھونی کا دلچسپ طریقہ ظروف وغیرہ کا بیان ہے۔ [۱۲]

مرزا قسنے کے فوائد کے بیان میں لکھا ہے اس سے انسان دیوانگی، جذام، غنودگی، درد دنداں، تاریکی چشم، دردِ شقیقہ، دردِ سر، حافظ کی کمزوری سے مامون، اور محفوظ رہتا ہے۔ احادیث کے حوالے ہیں۔ فصد کے نفع و ضرر پر خالص حکیمانہ اور منجمانہ انداز میں بحث کی ہے کہ کس وقت فصد لینے سے کیا فائدے اور کیا نقصان ہوتے ہیں۔

ذکر دیگر میں آیاتِ کلام پاک اور اسماء الحسنیٰ کی دعوت کے آداب اور شرائط بیان کئے ہیں۔ اسماء اللہ کو اخلاق صفات اور افعال میں تقسیم کر کے دعوت اور ورد کی ترکیب تبلائی ہے۔ دشوار مہم میں ذیل کی سورتوں کی دعوت کا ذکر ہے۔

۱۔ سورۂ انعام
۲۔ سورۂ یٰسین
۳۔ آیۃ الکرسی
۴۔ سورہ واقعہ
۵۔ سورۂ مزمل
۶۔ سورہ طور
۷۔ سورۂ نور

ان سورتوں اور آیتوں کی دعوت کی ترکیب، طریقہ، احتیاط اور آداب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تبلایا ہے کہ کن کن مہمات میں ان کی تلاوت اور ورد کرنا ہے۔

ان بیانات کے بعد "احکام دعوت علم سیمیا" ہیں۔ ان کے فوائد کے بارے میں لکھا ہے کہ

"اسرار نہفتہ نگاہدار تا جملہ عجائب و غرائب بینی و کارہا بزرگ و حکمت ہا عزیب بر تو آشکارا شوند"۔ [۱۳]

---

[۱۲] نسخہ ک ص ۵۸۴ [۱۳] نسخہ ک ص ۶۱۴

علمِ سیمیا کی دو قسمیں تبلائی ہیں۔

۱۔ مقید

۲۔ مطلق

ان قسموں کی تشریحات کے بعد اسرار نقل کئے ہیں جن کو خلوت میں پڑھنے سے دیو، پری، دد و داب وغیرہ مسخر ہو جاتے ہیں۔ عالمِ غیب سے وہ قوت نصیب ہو جاتی ہے جس کی مدد سے حیوانات کی زبان کو سمجھا جا سکتا ہے۔

دوسرا اسرار یہ ہے کہ ملائک حاضر ہونگے۔ آب، رعد، برق، تباراں مسخر ہو جائیں گے زمین، دریا، مکان، کے سونا چاندی کے خزانے مکتوب ہو جائیں گے۔ ان اسرار کے مؤکل کی مدد سے کائنات کے بے شمار عناصر مسخر ہو جائیں گے۔ راز داری کی بار بار تاکید کی ہے

۱۔ ایں حال با کسے نگویند

۲۔ ایں سر کشف نہ کند

۳۔ دریں باب سر لیست کہ نتواند شود۔

لقمۂ حرام دروغ گفتن، غیر عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنا اور ایسے افعالِ ذمیمہ (کہ شریعت میں روا نہیں) سے احتراز کی ہدایت کی ہے۔

"کہ بعد از احتراز ثمرات اسماء پیدا شود" [۱۴]

بقول شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی اسم اعظم حیطیقورش کے مسلسل ورد اور دائم ترک حیوانی سے مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے اور مقصود دارین حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد دعوت ادعیہ، دعوت، دعا، بانت العظمہ، اور دعوت خضری کی تفصیلات ملتی ہیں اسی دعا میں علم سیمیا ہیمیا، ریمیا، اور کیمیا داخل ہیں۔ دعا کی برکات کے بے شمار فوائد تحریر کئے ہیں۔

دعائے سیفی اور حزب الکبیر کے باب پر یہ بیان ختم ہو جاتا ہے۔ اس باب میں

---

[۱۴] نسخہ ک ص ۶۱۵

کثرت سے ہندی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کی طویل فہرست تیار کی گئی ہے ان کے لسانی مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں وہ کس شکل میں مستعمل تھے

باب پنجم کے غائر مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ باجن ایک باعمل صوفی تھے، حکیم حاذق تھے، ماہر فلکیات تھے، ادعیہ، نقوش، رقیات وغیرہ کی تفصیلات انکے عامل باعمل ہونے کے شاہد ہیں۔ مختلف بیماریوں، ان کے علاج ادویہ ان کے بنانے کی تراکیب استعمال کے قاعدے اور ہدایات کی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک حکیم حاذق ہی ان امور سے واقف ہوسکتا ہے۔

نسخوں کے مجرب ہونے کا بار بار تذکرہ ہے۔ ان کے احباب کے علاوہ امرا اور سلاطین کے علاج کا بھی مذکور ہے وہ باقاعدہ علاج کرتے تھے۔

صوفی کا کام عوام کی خدمت ہے وہ خلق و مروت میں فرد ہوجاتا ہے اور حمیت میں مرد ہوتا ہے۔

طِب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور میں علم طِب مذہب کے زیرِ اثر تھا۔ مذہبی رہنما اس کے وارث شمار کئے جاتے تھے۔ ہر طبی مسئلہ کا حل مخصوص عقیدے کی روشنی میں تلاش کیا جاتا تھا۔ یونان کے عہد زریں میں طب مذہب کی گرفت سے آزاد ہوا۔ اور ایک علم کے طور پر اس نے ترقی کی منزلیں طے کیں۔

ہمارے صوفیا اور قدیم عہد کے بزرگوں نے اس فن کو بنی نوع انسان سے قریب ہمدردی اور خدمتِ خلق کی جذبہ کی وجہ سے اختیار کیا تھا وہ عام امراض کی معالجت سے بخوبی واقف تھے۔

اعمال واذکار اور اوراد وظائف، حاجت برآری، کشائش مشکلات اور کشادکار کیلئے ہیں۔ اوقات کو وظائف اور اطاعت میں مصروف رکھنے سے "فرصتِ قلیل" کا صحیح مصرف ہوجاتا ہے۔ تعمیرِ باطن اور تنویر قلب اس کا مقصد ہے اذکار و ادعیہ بقول خواجہ معصوم "اسرادِ فنا و بقا کے قرب کے اسرار کا خزانہ ہیں اور منازل قدس تک پہنچانے والا ذریعہ ہیں۔ ۱۵ے

۱۵ے مخطوطا معصوم صہ ۲۹

صوفیا کی ہمیشہ یہ جستجو رہتی ہے کہ وہ اپنے معتقدین کو کرامات کی نمائش سے متاثر نہیں کرتے۔ انبیاء کے سوا دیگر افراد طلسم، نیرنج اور تعویذ وغیرہ پر عمل کرتے رہے ہیں۔ طلسم اور تعویذ وغیرہ سے ان قوتوں کو جو اس جہاں میں پھیلی ہوئی ہیں مسخر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

اس کے برعکس انبیائے کرام کی مجوزہ دعاؤں اور ان کے تبلائے ہوئے اسمائے الٰہی کے ورد کے طریقوں کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ ملاء اعلیٰ کی توجہ متغیر آجائے پہلے اس عامل پر خطیرۃ القدس کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ بعد میں توجہات الٰہی اور رحمتِ الٰہ دونوں مل کر اس شخص کی کارسازی کرتے ہیں۔

تعویذ اور جادو ٹونے پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ان کو مؤثر اور کارگر بتلایا ہے لکھا ہے کہ اس سے روح کو تقویت ملتی ہے اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

ہندی الفاظ — ذیل میں چند الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔

امراض کے نام: زکام، جلندھر، نارو، لرزہ، تپ، سیتلی، دمہ، بادگولہ، اگرو، کدوزانہ، سیم، نل، کرنک، رلتوندہ، کھوسہ، پرمیہ، مرگی، دنبل، چیچک، سینلا، رسولی۔

ادویہ: کھاپریہ، تھوتیا، بلد، پھٹکڑی، سہاکہ، آنکڑی، چونا، سنگی، زیرا، کاپور، سیندہ، ناگرموتہ، میتھی، موصلی، زنجبیل، گندک، کموئی، پھنری، اودپا ہتری، پھنکی، ارنڈی، ماش، ہرہرکرہ، تنبول، کپور کچری، کیوڑہ جھڑ، ریٹھا، پترج، گل چینیہ، گل چینہ، کنول، ساجی کھار، کچری کند، ہلیلہ، بلیلہ، آملہ، اجوائن، بہار رنگی، آملہ چھال، چورن، ہینگ بڑی، سامندراج، کچلول، براکسون، چترک، گالرسنگی، کچور کھار، کنکی، دھانیہ، پت پاپڑا، دارچینی، پترج، دھتورہ۔

ہر نسخہ میں دوا کی تیاری اور اس کے استعمال کی ترکیب تبلائی ہے۔

تیاری کے برتن: کٹورا، کھرل، تھال، تابہ آہنی، سکورہ، صحنک

شیشہ، طاس اور دیگ وغیرہ۔

مقدار: دانۂ جوار، دانہ مونگ، فلوس، درم، پاؤ آثار، پاؤ ٹانک چیتلی پوڑی (پڑیا) گولی نیم سیر، مقدار لیمو غلولہ، یک مثقال مقدار نخود۔ چار کوچ غلولہ۔

وقت: ربع گھڑی، نیم گھڑی، ہشت پاس۔ دوازدہ پاس۔

طریقہ استعمال: پٹ دینا، دھونی، سورج پٹ، کچھڑی کند

پرہیز: پرہیز از کنجد و بادنجان   پرہیز از تیز مرچ
بدرقہ مونگ بے روغن ۱۶

بخوفِ طوالت اس مختصر فہرست پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ باب ایک علاحدہ تفصیل کا طالب ہے۔

اس باب میں کئی کتابوں کے حوالے ملتے ہیں۔ ان میں اکثر نایاب اور کمیاب ہو گئی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا ذاتی کتب خانہ نوادرات پر مشتمل تھا۔ ان سے ان کے مطالعہ کی وسعت، تبحرِ علمی اور قوتِ حافظہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ ہر مقام پر کس وثوق کے ساتھ حوالے نقل کئے ہیں۔

نسخہ ک ص ۸۰ - ۵۰۹
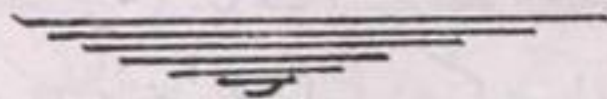
خزانۂ ششم

در ذکرِ متفرق انواع و اذکار

خزانہ ششم کئی اذکار پر مشتمل ہے۔ ہر ذکر میں کئی انواع ہیں۔ اس خزانہ میں حسب ذیل امور کا بیان ہے۔

۱۔ ماہِ نو دیکھنے کی دعا

۲۔ روزِ عاشورہ کے اعمال و ادعیہ

۳۔ ہر مہینے کی نماز اور دعائیں

۴۔ اوراد ۔ مشائخ کبار اور کتب معتبرہ سے نقل کئے گئے ہیں

۵۔ اعراس

۶۔ نماز تہجد ۔ اہمیت و فضیلت

۷۔ نمازِ استخارہ

اس خزانہ میں حضرت شاہ باجنؒ کے روزانہ کے معمولات، دعائیں اور اوراد نقل ہیں۔ ایام سعد و نحس کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ ہر ماہ میں سات روز نحس ہوتے ہیں ۳، ۵، ۱۳، ۱۶، ۲۱، ۲۴، ۲۵،

اس ضمن میں ایک قطعہ نقل کیا ہے۔

هفت روز نحس داں در ہر مہ
زاں حذر کن تا نباشی ہیچ رنج
سہ و پنج و سیزدہ با شانزدہ
بیست و اک با بست و چار بست پنج

ذکر دوم: ہر ماہ کی نوافل کا ذکر ہے۔ محرم میں نفل نماز، روزہ اور اذکار،

کی فضیلت کا بیان ہے۔ احادیث و اخبار سے مستند حوالے دیئے ہیں۔
صفر کے مہینہ کو تمام بلاؤں اور شدتوں کا مہینہ قرار دیا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ سے اس امر کی روایت بیان کی ہے۔ ملفوظ حضرت شیخ الاسلام شیخ فریدؒ سے ایک دعا نقل کیا ہے۔
صفر کی آفات ہیں۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السّلام کا گیہوں کا کھانا
۲۔ خلد سے آدم کا نکلنا اور تین سو سال گریہ وزاری
۳۔ ہابیل اور قابیل کا شکار پر جانا، قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا۔
۴۔ طوفانِ نوح میں قومِ نوح کی غرقابی
۵۔ حضرت ایوب علیہ السّلام کی بلا میں گرفتاری
۶۔ حضرت خلیلؑ کو آگ نمرود میں ڈالنا
۷۔ حضرت زکریا علیہ السّلام کا آرہ سے چیرا جانا
۸۔ حضرت یحیٰ علیہ السّلام کے گلے پر چھری پھیرنا
۹۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کا نظر کی بلا میں پھنسنا
۱۰۔ حضرت یونس علیہ السّلام کا شکمِ ماہی میں جانا
۱۱۔ حضور رسالت مآب کا ذات الجنب سے علیل ہونا اور پردہ فرمانا [۱]

ماہِ صفر کے اعمال و اذکار تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ ماہِ رجب میں اوّل شب سے مختلف سورتوں کے پڑھنے کے طریقے اور ان کے ضابطے لکھے ہیں۔ حضرت عبداللہ شطاری سے منسوب ایک استغفار کو اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔ [۲]
فوائد الفواد اور شرح اوراد سخن کے حوالے سے حضرت اویس قرنی کی نشانی نوعِ ہشتم میں شبِ معراج کی دعائیں ہیں۔ اعمال ماہِ شعبان کا بیان چھ نوع میں ہے۔

---

[۱] نسخہ ک ص ۲۰۴ - ۱۰۷ [۲] نسخہ ک ص ۲۰۵

۱۔ نماز و دعا اوّل شب

۲۔ ماہِ شعبان کے روزے اور ان کی فضیلت

۳۔ نماز و دعا شبِ بارات

۴۔ فضیلت شبِ برات

اعمال ماہِ رمضان میں ہر شب کی دعا اور نماز، نماز تراویح کی فضیلت، فضیلت عشرہ آخر ماہ، نماز و دعا شبِ قدر، فضیلتِ سحر، نماز و دعا شب آخر، صدقۂ فطر کا ذکر ہے۔ اس ماہ میں قرآن زیادہ پڑھنے کی ہدایت کی ہے۔ مختلف مستند حوالوں سے صدقۂ فطر کی مقدار کا بیان ہے۔ [۳۵]

اعمال ماہِ ذالحجہ میں نماز اوّل شب، فضیلت یوم عشر، اوراد و نماز، شب و روز عرفہ، نماز عید، دعائے شبِ عید، اور قربانی کی تفصیلات مرقوم ہیں۔

ایامِ ذالحجہ میں حضرت خواجہ فریدالدین کے اجمیر میں قیام، روضۂ مبارک میں اعتکاف اور تلاوت قرآن پاک کا ذکر ہے۔ [۳۶]

ذکر ہشتم میں نماز کی فضیلت اور پرخلوص عبادت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خدا تین گروہ کی وجہ سے عذاب روک لیتا ہے۔

۱۔ خدا کے لئے عبادت کرنے والے بندے

۲۔ صبح کے وقت استغفار کرنے والے مومن

۳۔ مسجد کو آباد رکھنے والے مومن

تہجد کی فضیلت، نماز اشراق، نماز چاشت، صلوٰۃ الاوابین، نمازِ استسقا، نمازِ حاجت، نماز کسوف و خسوف، نماز جنازہ، نمازِ استخارہ سے بحث کی ہے۔ گرانی اور قحط کے زمانے میں جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔ ترکیب بتلائی ہے۔ تجہیز و تکفین کے مسائل اور طریقوں کا بیان ہے۔

---

[۳۵] نسخۂ ک ص ۳۲،

[۳۶] نسخۂ ک ص ۳۷،

آخر میں انبیاء، علیہم السّلام، صحابۂ کرام، بزرگانِ دین، اور اولیائے عظام کی تاریخ ہائے وفات کئی صفحات پر مشتمل ہے۔
نسخہ کا یہ اہم حصہ ہے اور "مخبر الواصلین" کی حیثیت رکھتا ہے۔

خزانۂ ہفتم
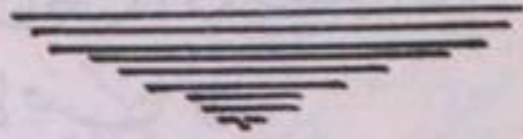
(کلام باجن بزبان ہندوی وگجری)

در پردۂ صباحی

عقدہ : دست بجاکر خبر کرو اس کہر منہ کون رہتاہے

بین : ہنسے کہیکی رلیا مانے کری بہوتے ڈہنگ
ان انیری چالے لاوی باجن بہولے چنگ

تخلص

باجن چند تمہاری آچھے تارنہ تارن چند
کہر کہر سورج او کہہ رہیا کنہیں نہ بوجا بند

بجاکر	بجاکر	آچھے	ہے
کہر	گھر	تارن	آزاد کرنیکا ہنر
منہ	میں		
رلیا	رلیاں		
بہوتے	بہت		
انیری	بہت سے		
اوکہہ رہیا	اُگ رہا ہے		
بوجا	بوجھا		
چالے	چالی		
چنگ	باجہ		
چند	پھند، ناز		

در پردۂ صبا رحی

عقدہ

سب پھل یاری تو ہیں بہو بہر لیوے باس
راول میرا باج کرے رہے مندر کے پاس
تخلص

باجن باجن باجن تیرا تجہ باجیں نہ جیون میرا
جب لگ جیب چلی ہے میری ہیری کھوے شارہ پراؤں
منہ ہوں بہر لیوں تیرا ناؤں کریم و رحیم تیرا ناؤں

تخلص: باجن جیو جیوے تجہ ناؤں

بہر پور رہیا توں سب کے تہاؤں
تجہ ناؤں کی میں ہوں واری جاؤں

پھل باری	=	پھلوں کی کیاری	جیونا =	جینا
بہو	=	بہت زیادہ	باج =	بغیر
راول	=	سپاہی	ہیر =	قوت
باجیں	=	بغیر (باج سے)		
جیب	=	زباں		
ہیری	=	دل، زندگی، جان		
شارہ	=	سارا		
پوراؤں	=	پران		
جیوے	=	جپے، ورد کرے		
تہاؤں	=	تنہا نوں جگہ		

★★★★★

در پردهٔ صباحی

عقدہ : لاج نہیں توں اوگن بہریا
دہرم نہیں سبہ پاپنہ جریا
اوگن کری ہور مانگن آوے
بہکہاری تیری ٹیو بجاوے

تخلص : باجن تیری ہیوی کوری
لکہن نہیں ایکی دوری
دیکھ ییس نہیں کیا کیا کیتا
یہی انہ سمرت جیہ ندیتا

لاج	:	شرم
اوگن	:	عیب، بری عادت، نقص
بہریا	:	بہرا
سبہ	:	تمام
پاپنہ	:	پاپ
مانگن	:	مانگنا
بہکہاری	:	بھیک مانگنے والا
سمرت	:	یاد
ٹیو	:	ٹیو، عادت
آوک	:	یقین
ہیو	:	دل
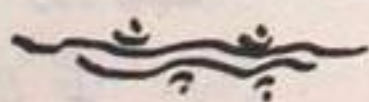
در پردۂ صباحی

اللہ سیتیں جے کوئی ہوئی
اللہ ہو رجگ اوس کا ہوئی
من مراد گھر بیٹھیں پادی
اوسکوں مار نہ سکئے کوئی

تخلص :
کوئی اللہ سیتیں اللہ کسی سیتیں باجن درویش پرمنادی
اللہ ہوں کوچہ سیتیں بیٹھی ۔بھکیادی

سیتیں : واسطے
بھکیادی : بھکادے
بیٹھیں : بیٹھیں
بیٹھی : بیٹھی

★★★

درپردہ صباحی

ھَ ہو ہی ہردی رہی نت انہ حبیب سوں ایہی کہی

بیتِ اوّل

ھَ کہنیں نا ہنیں کوئی ہو کہتیں وو ہی ہوئی
جب لگ ہے سوں جیو تلائی بات خدا کی کہیں بنائی
ھَ کہتیں اہنیں مو کہہ ہو ہری سبھی دو کہہ
ھَ ہو ہی ہیا ایہی ہنیں جے کوئی بوجی... ہو ہنیں

تخلق

ھَ ہو ہی جی نت کہیں یا جن بہشت وو ہی لہیں
ھَ اہی ہدایت تہا لوں ہو ہی ہی ایمان کا ناؤں

ھَا اعتبار ذات بلحاظ حضور وجود

اعتبار ذات محیب ظہور وجود

ھو اعتبار ذات بلحاظ غیبت اور بلا اعتبار صفت۔

یہ نام خاص ذات کا ہے بلا صفات کے اور کوئی نام خاص ذات کا بلا صفات کے اس کے سوائے نہیں آیا۔ یہی اسم نقطۂ ذات سے خبر دیتا ہے اور اس قسم کے ذکر کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ اسی اسم پر اختتام ذکر سالک ہوتا ہے۔

ہرذی = دل ایہی = یہی ہرئی = ہٹاوے، دور کرے
نت = ہمیشہ، مسلسل
تلانا = گانا
ہرنا = لوٹنا۔ ظلم سے لینا

در پردۂ صباحی

عقدہ

دہن تسجو لوکا بلس لیوڈ

کچہ کہاڈ کچہ بہوکوں دیوڈ

بلینے

ایسا سوداکرو او نہیں خداکی باٹے دلیوڈ

دس اینہاں ستر او نہاں جیون بہاوے تیوں گن گن لیوڈ

تخلص

الکھی باجن یہ کل کو ہوتے

جنہ بھلی کام کئی لوتں یہ بینے

کہایا کھلا یا انہ سہولوتے

دہن	دولت ، دھن
تسجو	چھوڑو
بلس	سکون ، اطمینان
لوکا	لوگ
بہاوے	پسند آدے
کوہوتے	کھوتی ، کہاوتنا
تنہ	لوتں ۔ وے

درپردہ صباحی

عقدا

ساجن سرور سرجن بھریا آپیں لہوے دیوے
جیوں دی تر در باو دلادے سہڈ وی بنتیھا آپیں جھولے لیوے

تخلص

کاہی کوئی دوسر دیکھے جس تھی ہووی دور
ما باجن دوجن کوئی ناھیں سبھ آپھی بھرپور

لہنا	لینا، حاصل کرنا
ساجن	معشوق
سرجن	شریف آدمی، نیک
آپھی	آپ ہی
تردر	دلاوے

در پردۂ صباحی

عقدہ

سیوتیے شیخ رحمت اللہ
شیخ سیو بیا پاوے اللہ
روشن گنبد برسے نور
حاجت مندوں کی حاجت پور
باغ سہاوا ہے دربار
داک، چنبیری ہور انار
سانبھر کنارے تمہارا تھانا
زیارت آوے شاہ شہانا

تخلص

شیخ عزیز اللہ تن قلب جہانگیر　باجن کو تھی ہو دستگیر
شاہ رحمت اللہ ہے سانچا پیر

سیوتیے	سیوے ہے جو سیوا (خدمت کرے)
سیوبیا	خدمت کریں
حاجت پور	حاجت برآ
باغ سہاوا	باغ آرا
داک	انگور
چنبیری	چنبیلی
سانچا	سچا
تھی	تو ھی

★ ★ ★

درپردۂ للت

عقدہ

کہو لو کہو لوری یار دکھلاؤ مکھو
جس مکھو دیکھیں میری نینہ جی سکھو

تخلص

جس مکھو دیکھیں دکھ دلدر جا وے
شاہ رحمت اللہ کا درسن پاجن پا وے

مکھو	مکھ ، مکہ ، چہرہ
نینہ	آنکھیں
دلدر	نحوست
درسن	دیدار

در پردہ سوہی وبھوپالی

عقدہ

کس بھانت بکھانوں میری جوبنیا
کیا پانڈن تو نہیں جگ سوہنا

یہ انسان سر الہیٰ   یہ روح امر خدائیُ
ان دونہ بھیتر تو نہیں ہریانا

ستہ بالا تو نہیں لوشلا بنا
یہ بھوجابل تجہ تہی سوہیں   یہ نارنگ کال جگ موہین
کہ مورا مورا جب جائے   جب ماتا بانتی آپ نبھائیُ
ای کیرُی تجہ مدماتے   ای پہیلی تجہ زناتے

تخلص

ای باحق یہہ جوبن نہیں پہچانیا   جب آیا بورا پا تو تب جانیا

بھانت	قسم ۔ طرح	زناتے	زناتھ، جس کا مالک نہ ہو
بکھانوں	بیان کروں	بورا پا	بڑھاپا
جوبنیا	جوانی	جانیا	جانے گا۔
پانڈن	پانڈنی، علم وادراک		
سوہین	ہونا، سوہنا		
کیرُی	مراد آنکھ		
مد	شراب		
ماتے	مخمور		

★★★
پیر

در پردۂ بلاول

شرابِ محبت بھر بھر پیالے آتش عشق نقل نوالے
بس روی رسول مالا مالی نبی رسول کی چنوں چالی
بھکاری آیا عیدی مانگے ہیری کا کچھ تجہ دہر سانگے
صحت تن ہور عمرِ دراز
رزق فراخ توفیق نماز

تخلص

اوگن سکلی گن کر لیئیں
باجن کو مکہ دیکھیں دیئیں

نقل	گزک
چنوں	ایسی
چالی	چلن، ریت
چنوں جالی	جالی چومو ں
ہیری	دل
سکلی	تمام
اوگن	عیب، نقص
سانگے	کہے

در پردهٔ بھیروں

کبھوں گھونگٹ سے مکھہ دیکھیں جوئے
دوکھہ بسری سوکھہ میرن ہیری ہوئے
کھونگٹ کر دہن سے پین آئے
سے بہی بھولا ہیری لو بہاٹے

تخلص

اکھی یا جن سے مٹھہ بولا
بہوتے سکھوں گھونگٹ کھولا
کیوں تیوں میرا کنٹھ اسولا

جو نہا	امید کرنا
ہیری	سونا
بسری	دور ہو جاوے
میرن	ملے
لو بہاٹے	لبھائے
پین	نقلی آواز
کنٹھ	گلے میں پہننے کا ہار
اسولا	انمول

در پردہ بھیروں

اے کبر برایاں تجکوں چھاجنہ
ایوانِ ڈھول طبل نشانہ باجنہ
اَلعزّ اِزارِی وَالکبرُ یا رِدائے
تجکوں سوہی ملک خدائی

تخلص

مصطفےٰ از مود لااُحصی ثنا،
باجن بچارا کیا کرے تیری بہتا
العز ازاری الکبریا ردائی
فمن نازعنی انازعہ

عزت میری ازار ہے، کبریائی میری چادر ہے۔ جو مجھ سے کھینچے گا میں اس سے کھینچوں گا۔

ملک خدائی	الملک للّٰہ

الامر للّٰہ

اللھم لا احصی ثناءً علیک کما اثنیت علیٰ نفسک
ای اللہ جیسی تو نے اپنی تعریف خود فرمائی ہے ویسی تعریف میں نہیں کر سکتا

چھاجنہ	زیب دینا
باجنہ	باجان، باجا
بہتا	بہتائی۔ تعریف

در پردۂ توڑی

سانچا مکہ سانچا مدینہ سانچی تیری بانگ
بہن بیٹھا تڑکے بھولے دیکھ سوہیلا مانگ

بین

کلمہ پڑھیں نماز گزاریں روزے دھریں تیس
ایک من چنت اللہ دھاویں ون پر واروں سیس

تخلص

نبی محمد دنہ جگ ساہا سانچا قرآن کلام ری
نور درود نجہ سر سوہی باجن تیرا غلام ری

تڑکے بھولے	تڑکے بولے
چنت	خیال
واروں	قربان کروں
سیس	سر
دھاوا	قصد کرنا
سہیلا	خوشی کا گیت

در پردۂ توری

ہر صبح و شام بر درِ تو میشوم گدا
از خود جدا مگردان بنما میر القا

یہی اللہ دوست دوست دوست
شیئاً للہ دوست دوست دوست

آں کاسہ زنجبیل مزاجہا کافورا
واں مشک لون و بوئے شراب است طہورا

تخلص

با جن بشارتے کہ ہمنیم بس است پناہ
کس نا امید نامدہ از رحمتِ الٰہ

لقا	دیدار
لون	رنگ
زنجبیل	سونٹھ، ادرک

⁂

در پردۂ توری

عقدہ

بھر پور اول سبھی تھالوں
بن بن کھند کھند گالوں گالوں

بین

رس پریم ہنسے بن بنا، مائی پانی میل کرے
بھیتر بھیتر اگ جو دے جالن لاگے پون بھری

تخلص

باجن تجکوں کیو رے بکھانے
تیری بکھان تو نہیں جانے

چوری چوری کہانہ کرے
ایسی کرنی کون کرے

تھالوں	تھانہ - مقامات
کھنڈ	علاقہ
مائی	مٹی
جالن لاگے	جلنے لگے
پون	باد، ہوا
بکھانے	بیان کرے
بکھان	بیان
گالوں گالوں	گاؤں گاؤں

در پردہ لوری

عقل کا

کیوں نہ لاؤں چندنا ات جاہر یالا بنا
نہ جولایا چندنا چوبا چولہ مہوکے

بوٹے جوآئی لونسہ کے میرا جیورا ہوکے
جائی، جوئی، موگرا چن چن لایا مالی

کچہ کندری کچہ کھولے نہ تیرے تائیں تہالے
مائی بہنیں مل کر دیویں اسیس یہ بنا بنی جیوری کو رلک پر لیسا

تخلص

باجن تیرے باؤلا تجہ کارن پینے دہمکے
نبی محمد مصطفے سیں نور جگمیں جھمکے

چندنا	چندن، صندل
چووا	خوشبو
مہوکے	مہکے
ہوکے	تمنا کرے
کندری	گدرے، ادھ پکے، کلی
کھولے	کھلے
اسیس	دعا
باؤلا	دیوانہ
پینے	محبت
دہمکنا	ابلنا، چمکنا، نکلنا۔

در پردۂ توری

عقدہ

ایسی سکت تجہ اہے دہنی	سیوا کریں سبہ مکٹ منی
دنہ جگ بہیتر تو نہیں جو داتا	ہوں مجکو بخشے مانگتا
سبہ بہویل تجہ ہو کنہیں	ہر چند راول پانی بھر ہیں
پہلوان حمزہ شہ مرداں علی	جیتے کیتے سبہ ولی
انبیا وی نفسی نفسی کہیں	سرد ہر تیرے بار رہیں

عقدہ

سبہ بہویل تجہ لہو کنہیں بھیم مہا بلی بہی ہر لیو

دس سر راون سیتا ہری تب رام بیچارہ رو پریو

عقدہ

مارہیکن مہیم (؟) جو کنیا لکھی ہتا سواذ ہن ہووا

بارہ برس اپاوس کیتا بہی ہنو نت

سکت	طاقت		
دہنی	مالک	بار	در
مکٹ منی	نجات یافتہ عالم	دوار	دروازہ
بہویل	طاقتور		
لہولہو	سب		
چندر راول	چاندنی		
ہری	لے جائے		
اپاوس	برت، روزہ، عبادت		

در پردۂ دھناسری

ہونتو جا سون بڑیاں (؟) تہیں ری
وا میرا ہری چہین ری
میں لو روی روی نیہ تیرا ری اکھیا
میں لو کڑوا میٹھا چاکھیا ری
میں لو یہ دکھ کس تہیں نہ اکھیا ری
انہیں لیتا جیو پرا ناری
کت بوجھے لوک اجا ناری
ہوں اس کے روپ لو بہا ناری

تخلص

شیخ عزیز اللہ پیو پیارا ری
باجن داس تمہارا ری
شیخ رحمت اللہ پیر ہمارا ری

ہری چہیں	ہری چیا ہیں		
نیہہ	محبت	لوبھانا	دلفریب
تیرا	تیر		
دکھہ	دکھ		
اکھیا	کہا		
جیو پرانا	جیو پراں		
کت	کیسے		
اجانا	انجان عیب		

در پردۂ دھنا سری

حاجت اپنی مانگ لے جیبرا اللہ پاس
بسے جو تیرے گھات منہ برودی مند کے آس

بین

نا تجہ صبر نا تجہ قناعت کیوں ہوسے درویش
ہر ہری کرتوں فقر سوں توکل کرتوں پیش

تغلقی

با جن سدہ درویشی کارن دیھیتی دلیس بدلیس
بکھیا میٹھی تجہ سوں سن رو رو تاروں ہوں دلیس

گھاٹ	گھٹ، ہستی
ہر ہری	خدا خدا
سدہ	آگہی۔ خدا آگاہ
تارنا	نجات پانا

در پردۂ سندھوا

منزل منزل جہاں اتروں تہاں لوں رکھوالا
پریم صراحی بہر کر دیئے تیرے ہات پیالا
گھر آنگن میانے تو نہیں میری باٹ کا سنگاتی
ذنک کرے تو بیٹھا اچھی الک پہرلوں ساتہی

بیت

مسجد مسجد بانگاں دیویں تجہانے تیرا شور
میخانہ بہتیر رنگ کرے ایسا تیرا شور

میانے	اندر
باٹے	راہ ۔ انتظار
سنگاتی	ہمراہ، ساتھی
ذنک کرے	حیران کرے ۔ ذنگ کرے

ـــــ

در پردۂ سندھوا

کاکل رو نہ مو کلی گا نہیں سند لیبہ دنہ آوے
سدہ اے نہ لیوے نہا کر چندری نہ کہاوے
میت لبسار کہ وہی نہ جالوں کچھ اوگن سانبھر لیو

تخلص

باجن میت گئے پردیس رے
تہوری تہوری دن دلانی ہی
ہوں اس تجھو اون ہیوی جگ کاکل لکھو بیٹھاری

در پردۂ فارودہنا سری

متوا آد گھری توں کب لگ رہیئے بدلیس

بین

کوئی رانویں جھہ جھری تھو مہر کل لائی
منجہ تونیہ امبرا دہویا لہرین رین بہائی

تخلص

باجن جیھون ساجن پاڈں پہولوں سیج بچھاڈں ری
نینہ سیتیں باٹ بہاروں پاؤں جو میا بل جاؤں ری

رانویں	لگاویں
متوا	میت
جھہ جھری	جھہ ، جو ، شجری ، بیل
مہر کل	بہار

در پردہ فاروو دھناسری

ہوں کس جیبھہ بکھانوں میری سائیں
تجھ جیسا کوئی ناہیں

بین

تین گگن راکھیا نردھارا
تیری رویوں انت نیارا
سب کرے میری نکارا

تخلص

باجن متبالاہی تیرا
سب کوئی اکھی میرا میرا
یہ جیو واریا تجھ پر ہیرا

نردھار	بغیر کسی آدھار کے
نکارا	بے کار
ہیرا	کھوج لگایا

ــــــــــــ

در پردۂ مارو

جیو جیو جیو راتجہ دہر اکھوں اور نہیں میری کوئی ری
جوں بالو تو باشم دگر نباشد تجہ مجہ جو ہوئے سو ہوئے ری

بینے

روی روی میہ نہ پیر گٹ کیجے ہنس ہنس سان نہ دیجے ری
خنداں گریاں بادل بریاں ہنس سانس نہ لیجے ری

تخلص

باجن ساجن سرجن ساہیں
پنہاں تنہا تن تن تنتا
جیہ دوجا لوگ نہ بوجھے ری

سان	بجلا۔ چمک
ساہیں	معشوق
ساجن	معشوق

درپردہ مارو

عقدہ

میرے سانئین بہر بہر موہے پریم چکہاؤ
دکہہ تیرا مجہ چاڈری سانئیں بہر بہر پریم چکہاؤ
لاکھ رہیا کمیہار جیوی میری دیہ سرائے بامہہ
کہلیا کتہا منجہ جیوری لئی تہاکرو نا تجہ نہنانہ
جیون جیون لاگوں بجہ کلی منجہ ری اکہا تیری بانہہ
توروں پنجر لنباری لنی کہیچوں ہیری بانہہ

تخلص

لاروں کہنیے لارلی سن باجن میری بات
سدہ سادہ ہونے پریم کی رے کئی ہو کوئی ساکلی رات

دکہ	دکھ
لاک رہیا	لاگ رہیا
کمیہار	بے چین
دیہ سرائے	سرھانے دے کر
تہاکرو	کرونا، عنایت
پنجر	پسلیاں
لنباری	لمبارے
لاری	لاڈلی

لاروں	لاڈ لاڑ جمع
ساکلی	تمام

در پردۂ مارو

عقدہ

میرا تردی ری سب باتوں کا رکھوار
او گھٹ گھاٹ اوتارن ہار
بکٹ ڈونگر بکھیں گھانٹیاں باگ لبیس جبس تھاؤں
سب بن گھند کا تو نہیں راجا واری تیرے جاؤں

تخاص

ایسا نہ تارم (کذا) کیتا نانک بسال رجائی
سبھ جگ کوئی انہ بھرکے ہاہی
تک تک جوندہر لاٹے

تردی را	تردیری = بہیر یا خدا کے معنے میں
او گھٹ	ناہموار
گھاٹ	پہاڑی راستہ، ندی پار کا گلی
بکٹ	دشوار، خوفناک
ڈونگر	پہاڑی
گھانٹیاں	گھاٹیاں
بن گھند	جنگل کا سارا علاقہ، ساری دنیا
جوندھر	چاروں طرف

دیگر بین

نینا بھیتر بیٹھا دیکھی ہردی میانا بسیارے
نہ نہ رک رک ساجنہ بوری کہی ہیں دیتہاری

تخلص

باجن جوگی سب جگ ہوا کتہا کہی نہ جائے
بندا منمنہ چھپہ کر رہیا انکھنا میں کچہ نہ آئی

بیاض اور خزائن رحمت ورق ۱۳۱ پر عقدہ اور بین کے بعد ذیل کا تخلص مرقوم ہے

گھر آنگن دونگر باجن میں یکسالوں
گھر باہر توں ہی رکھوالا نگہہ وان تیرا نالوں

ترو	درخت
نینا	نین، آنکھ
ہردی	دل
میانے	میں
بسیارے	بسارے، بھولنا
کتہا	کتھا، کہانی
منمنہ	من منہ، من میں
چھپہ	چھپ
انکھنا	انکھنا، آنکھیں

در پردۂ توری

ہوسوں ہوسوں ہوس جو کیتے
جھوٹیں موٹیں دیسی لیتے

بین

کیا کیرا کورنہ کھویا
ہیری کیرا میل نہ دھویا

بلین

سب جھوٹ ہمارا سانخ کرے جے
ہم جھوٹے تو نہیں ساپچا دہنے

تخلص

باجن ساپچا کس کس بہا نت تجھے بکھیانے
الوں کرتیں جو جھنہ نہ دیوے
ادگن سگلی گن کر لیوے

ہوسوں	ہوں گا
کیرا	کٹے را - کا
ہیری	دل، ہردے
سانخ	ساپخ، سچ
جو جھنہ	لڑنا

ختم

در پردۂ توری

کہئیں ایون یہی ہو وی کرا   مکھو دیکھیں کیسے ری سشہ تیرا

بین

ایون ارنی ارنی رادی   جیوں مل کر جی دیدی لادی

یکہ تنا دل عرش ہلادی

بین

جب باقی ہو وے ساقی   تب دیوے وہ تریاقی

بھر بھر پیوں مئے مشتاقی

تخلص

جب جنے اپنے ہات پلاوے   کھولے کھو نکٹ مکہ دکھلاوے

تب باجن اس پر واریا جاوے

مک	مکھ، چہرا
یکہ	یکھ، دنیا
واریا	قربان

سعید نجف

در پردۂ کلیان

پیو پیو پیو ۔ بہر ۔ بہر پیو
تجہ سنہ داتا میرا جیو

بین

سبہ جگ تجہ مکہ دیکھیں چاہے
جو دیکھے سو وہ سدہ گنوا دی
نینوں سیتی مدھ پلا دی

تخلص

باجن کا لوں آ ہی پیو
تجہ پر واریا باجن جیو

سانہ = سا، جینا
سدہ = ہوش
مدھ = شراب
واریا = قرباں کیا

درپردۂ کانہرہ

عقدہ

دیوری بہیتر جوت جولاوی
ہوا اجیالا بوجہہ نہ پاوے

بین

ہے کوئی پنڈت یہ بات سمجھاوے
ایسا اجالا کہاں ہتے آوے!!
ہور یہ اندھارا کہاں چھپ جاوے

تخلص

باجن اوجالا محمد جان!!
جب وہ ... منہ ہووے تہان

کفرانہ ... باری آہی رات
کہیا کلمہ لاگی بات

~~*~~

در پردهٔ کانہرہ

عقدہ

جس کارن ہون بیں لئیا جوگ ہی اوس جوگی وہ مجہ جوگ
کے ری سنناوی کہلا لوگ

بین

مارگ ساچا آ ہی جوگ جی لوتی لوری ہر ہر بہوگ

بین

اس رے مارگ بجانے کہوٹنا جی سدہ لوری باندہ کچہوٹا

بین

بس چہتا مکہ بہسم جولا وی جوگی ہوئی تو جوگی پاوی

تخلص

باجن چیرا شیخ رحمت اللہ کیرا بہکیا مانگے بندہ تیرا
دیس دسنتہر دیہتی ہاندی تما نا ہیں کبہی کہاندی

ہانڈنا	گھومنا
بہکیا	بھیک
چیرا	چیلا، غلام
کہاندی	کھنڈ، علاقہ
دیس دسنتہر	ملک، ملک
دیہتی	دیکھا

در پردۂ سوہنی

عشقت راہ چو کردہ بر سرتن من آگ لگاوی ری!
جلون بلون ہور بل بل جاؤں مجہ تجہ بن پل نہ سوہاوی ری

بینی

ہجر تو سوخت جان و جگر را برہا الیون ستاوی ری
بھوگ گئی نس کارن ساجن دو نہ نینن نینن لاوی ری

تخلص

نقش تو بست خیال دل من جیورا تجہ سوں لایا ری
باجن وصف تو دید نگارا نب ہنی آپ گنوایا ری

سوہادی	بھاوے، اچھا لگنا
برہا	فراق
نِس	اس
سوں	سے

درپردۂ سورٹھی

کیسا نگری من منہ جھرتا
جیو منجہ کر نگری دہرتا

بین

نت بہرو پیا روپ بہراوے
کہند کھیلے وہوت جمو کر لاوی
بھیر روپ سبہ چوون آیا
اپنے روپ آپ لو بہایا

تخلص

تیرا کوئی انت نہ پاوے اک جوت سہس مہراوی
باجن لکھہ نا لکھیا جاوی

بہرانا	واپس لانا، پھیرنا
ہوت	دولت
کہند	ٹکڑا
چوونا	نکلنا
سہس	ہزار
انت	حد

در پردۂ کیدار

عقد ۸

مصطفٰے جگ کا موہن ری

بین

کاندہی سوہی کاملی سر سوہی تاج

لٹکت آوے نبی محمد ﷺ جس کارن معراج

بین

جبریل جب آئے گری ری چومے تیرے پاؤ

انہ ری میری لاڈ گہیلے شہ راتا تیرا چاؤ

بین

دہن جننے راجی آمنہ ری شاہ عبداللہ باپ

جس کارن سب عالم سرجا نبی محمد ﷺ آپ

تخلص

با جمن تیرے پاؤ تلہیں ری یہ جیو واری دئی

مجی جگ پاؤں کھری دنہ نینہ بھر بھر کئی

سوہی	زیب دیتا ہے		
کاملی	کمبل	جیو	جان
لاڈ گہیلے	گہیلے	واردی	قربان کیا
ایمنہ	آمنہ	کارن	وجہ
سرجا	پیدا کرنا	دہن	مبارک
تلہیں	تلے		

در پردۂ کیدار

پھر بنی جائی کر مہو یا کیا سنگار
نا نہ جو ا لو جھتا حر لو سبہ ابھرن بلبل ہوئے انکار
سانبھر یو ا ئین ہیکو
دلیس کا جلیا کھول الو

بین

ایہاں تیری چودھری سورج دیونکی سات
میرا چندا الین کیں منجہ تاری بہاتے رات
بھین انجھوان شاہ رحمت اللہ ری
باجن لاگے پاڈے

ابھرن	جواہرات
ایہال	بادل
تارے کھاتی	تاروں بھری

۲۰۵

در پردۂ کیدار

بلبل دیوری تجہ بل جاؤں
لوتی رے بلی ہموں سرجن راؤں
من میرا دیورا جیوہی باتی
ہوں پیو راتے میرا دیورا لگاتے

تخلص

شیخ رحمت اللہ ساجن منجہ گھر آیا
باجن تم ہتے دیورا پایا!!

دیورا	دیولا - دیا
ہتے	سے
راؤں	لاؤں
سرجن راؤں	پروردگار

نیز در پردۂ کیدارا

سود ہن منہ دہن ہے تیری
پاؤں لاگے واری پہیری

بین

جب تیں اپنا رنگ چڑہایا
شل بنی آپ . . . . پایا
مسند پر مشاطے کرآئی
کہل کہل پاؤں شہ کے لاگی

تخلص

باجن اس منہ وی واریا جاوے
جس راتے پاؤں اچہ لاوے
جب شہ اپنے شیخ زے آوے
تب وہ اپنا رنگ چڑہاوے

واری پہیری — یکے بعد دیگرے
اچہ — آنکھ - وہی

سچائی

در پردۂ کیدارا

کھیلوں ری بھولوں ہور بل جاؤں   شہ تیری ری ناؤں

بین

جیون جیون سوروں تجکوں ری   میرے من منہ ہو یرا الہاس
ہیرا بکسے جوں کنول بہر نا نہ باؤ دہیا باس

تخلص

با جن تیرے باس لو بہانا   پرمل تیری جگ بد بانا
تو نہیں جو میری جیو کا پرانا

پھولوں	فخر کروں
بھولوں	بھول کر
سوروں	سنوروں - یاد کروں
ہو یرا	ہوئے دل
الہاس	خوشی
باؤ	طور طریقہ
بکسے	کھلے
پرمل	عطر
ہیرا	دل
پران	روح، جان

در پردۂ کیدار

آپ دکھیاں چکھا ڈ پرم — میتو تجہ لک کھو یا جرم
اوگن ہیر کریں ری دھرم — ایسا منجھو پر کریں ری کرم

بین

میری ری سائنیاں منجہ تیرا پرم سہاوے
اورن کیری ہر ہری میری چنت نہ آوے

تخلص

باجن تیرا کس نا دھری — سائیں تیری آس کری
جیہوں آہوں ہیں گنہگار — تیرو نام کریم وستار

دکھیاں	دکھیاں۔ دکھیارا
پرم	پریم
میتو	میں (نے)، تو
جرم	جسم
اوگن	نقص، خطا
ہیر کریں	پلٹ دینا
منجھو	منجہ
سائنیاں	سائیں، مالک
سہاوے	زیب دیتا ہے
آہوں	ہوں

درپردۂ رام کلی

مجھ نہ نہ رگ رگ پیو بسے

ساکنی بالنہ بول دیسے

تیری برہ یہ من چھید یا

سب بند پرم رس بھیدیا

تخلص

سب سرجن آپیں ہوئی رہیا
بہی باجن تجکوں کون کہیا

نہ نہ	انکار
نہ	محبت
پیو	پی
برہ	فراق
سرجن	خالق
پیوبسی	جذب کرلے گی
بالنہ	بال بچہ، نادان
بول	گویائی
بھیدیا	پردیا
بی	بھی

در پردهٔ مالکوس

لوتن چیلا آہے ناتھ کا   تیری کا مندرا بہانت کا
سبہ جوگیون میانے سجات کا

بیت

آڈ لیا کر سیج ہماری
تجہ بن سودہن کہری لنساری
تب ہتیں سودہن پنہ چہوئی
سمند بہری جل نینہ روئی
مجہ تو تیرا برہ ستاوی
ٹہاکر میری پر بیاوی

تخلص

باجن کوں کیت بجالی
سیج ری بیاوی میری سائی

چیلا	غلام
سجات	اعلےٰ ذات
ناتہہ	مالک
لنسار	فضول

در پردۂ مالکوس

ہوں جوگی جوگی تو سدہ کراکھی بھوگی

بین

تجہ کارن جوگ ہوں لیتا تن بالے بھسم ہوں کیتا

بین

جگ درسن بھکیا پاؤں تیری مندرا کے بل جاؤں

تخلص

سنکی نار ستکھ جو باجی یہ جوگ تمھیکوں چھاجی
شیخ رحمت اللہ راول میرا باجن آری چیرا تیرا

سدہ	ہوش
بھکیا	بھیک
اکھی	ہمیشہ
چیرہ	بندہ
چھاجی	زیب دیتا ہے
راول	رہنما، مالک
بھوگنا	Enjoy
مندرا	مندر

در پردۂ ملہار

عمدہ

ریچہ ریچہ تنہوں سر بیہا　　جنہ سر آہی اوس شہ سوں نیہا

بین

دو تر میاں تنہوں سر سہی　　جنہ کننہ جہاں جہاں بدلینہ ری

بین

عیبہ سہاوی تن کہر پاوی　　جنہ کہر کہتا بدلیو　نہ آئی

تخلص

شیخ عزیز اللہ تن منہ گہر پائی
شیخ رحمت اللہ کے لاگوں پائے

یہ روپ اہے میری سرجن کیری
باجن تیری　واری پہیری

ریچ	خواہش
نیہہ	محبت
بنہ	ارادہ
ریچا	وید سے ایک عبادت
واری پہیری	قربان جاؤں

در پردہ ملہار

ڈونگر مور جھنکار ریا   پپیہا پیو پیو بولن لاگا
میری ہیری سُرجن   اُدجہر جیو ترسن لاگا

بین

جنگل ڈونگر باگ بگیچہ
پیو بن ہیرا تل نہ گمیں
میں کیسے الکھوں ری لوگاں
پیو بن ہیر تل نہ گمیں

تخلص

شیخ عزیز اللہ تن بھوگنا باجن تیرا داس
شاہ رحمت اللہ سیتیں جدہری ہماری آسا

اُدجہر	اجڑا ہوا، ویران
ہیرا	دل
گمنا	بھانا
تن بھوگنا	تن کی ریاضت، مجاہدہ کرنے والا، مرتاض

نیز در پردۂ ملہار

باز رسید ہوا زمستان
نالے ندیاں بھر پور چلے

بین

د د.
دہرتی بہورے ساون آیا
باہر باجن اوکہڑے
مور پپیہا پیو پیو، جنگل ڈونگر ہرے بھرے

ایضاً در پردۂ ملہار

اللہ اپنا کرم کرے   جل ہور مل ہو رحمت بھرے

بین

سبہ جگ پیارا عزیز اللہ

پیارا پاران رحمت اللہ

لطیف اللہ در جہاں

یحیٰ شود بر ہما عالمان

در پردہ ملہار

راجی ہو رحمت نہیچ اپنے کرم کا کرتوں ہیچ

بین

پاکٹ ہتی سو بلائی ہوئی بانکی ہو ٹی سیدھی
ہیبی کیری ہانس آوری اسمان لاگی دیدی

بین

شیخ مشائخ رتہہ جاگنہ جوگی جھنگم جنپہ
بہمن ہر تپیے یوں سدہ گنوائی ساری تجہ ہو کنپہ

تخلص

باجن تیرا درباری آی داس کیرا داس !! !!
رالوں رانکو کچہ بجانے باندھی تجہ سوں آسں

راجی	راجے	ہر تپئے	ہر کی پرستش کرنیوالا
ہیبی	آوری	رانک	غریب
ہانس	ہنسی	رال	امیر
رتہہ	رات	رالوں رانکوں	امیر غریب
جاگنہ	جاگتے ہیں		
جنپہ	جپتے ہیں		
کنپہ	کانپتے ہیں		

نیز در پردۂ ملہار

لانا نکری جیوں جائی گھاس
سبہ جیونہ کے برآوے آس
کیتے دہری کلواریں کریں
کوروں بجائے پیٹ بھریں
دی فرمان جو برسے میہ
اس جگ میانے رہے سنیہہ

تخلص

باجن بھکیا مانگی پانی نہ آوی، میہہ ہوئی بدہائی
گھر گھر باجیں بادل نوز جنگل کھیت ہووی بھرپور

کوروں	ایک باجہ (ڈھولک)
میہ	مینہہ
میانے	بیچ
سینہہ	خوشی
بدہائی	خوشی، مبارکباد
کلکلانا	شور کرنا

در پردہ کوری

بیدن میری ری سن ری ایانی
جی سندر کے پریم کہانی

بین

نین نرا سے لوریں نہویا | نیند بیتے میں مانگ کھویا

بین

نیناں اکھو میری مائی | جنم گیا مجھ نیند نہ آئی
شہ لوری جی سب نس جاگی | پریم پہیلی ہنس مکہ لاگی

بین

نینہ تجھی تن شہ پایا | میں ری ابھاگی سوئی گنوایا

تخلص

یا جن نہوئی شہ نس لوری | اہو نینہ راسبہ سکہ چھوری
اور نہ کس بے چنت تلاوی | سودھن پیو پیاری بہاوی

ابھاگی	بد نصیب		
بیدن	پیڑن ۔ درد	اکھو	ہمیشہ
ایانی	بھولا بھالا	لور	آنسو، خواہش
نس	رات	ہنس مکہ	دل کش
لوری	خواہش		
سودھن	محبوب، معشوق		
بہاوی	پسند آوے		

★★★

در بیان فرائض نماز

در پیر دھ گوری

عقدہ

جی توں بندہ ہے تو جان

بارہ فرض نماز پچھان

چھی باہر چھی پانچو صلوٰۃ

کہوں تجہ الکھوں سبہ یہ بات

جو کہت پاکی کپڑ تھان

نیت وقت قبلہ پچھان

قیام قرأت رکوع سجود

اوّل تکبیر آخر قعود

پانچنا	پڑھنا
تہاں	تھان
توں	تو
الکھوں	تیرے لئے بیان کروں۔ الگ سے۔

(بہاؤ الدین)

انتخاب کلامِ باجن

بیٹنہ جایا باپ - باپ نے جایا بیتا
اکھے باجن پنڈت یہاں دلویہ بیتا

محمد سرور پرم کا رحمت اللہ بھریا
باجن جیبو را وار کر سر اگین دھریا

باجن انہ پہ جیبو بلہاری دی جی لنس دھیاں دھنی سوں لگا دینہ
کہرے کہرے کنہ بہرن بہر پہر کہے کہ بیٹنیٔ جاگنہ جگا دینہ

باجن تنکے ہو بلہاری جی نت دھنی کے لاگیں
کہرے کہرے اور کوک جگا دیں بہری بہری بیٹی جاگیں

راجہ کے دربار سوی رالوتن بہریں پہریں
ان بن . . . . . بنکہری کرل کرنہ

ایک آپیں جاگیں اور دن ہی جگا دیں ٭ بہرے بہرے سید سنا لویں
تنکے ہو بلہاری جی نت دھیاں دھنی کے لاگیں
کہری کہری اور کہک جگا دیں بہرے پہرے بیٹھے جاگیں

راجے کے دربار سبھے نت ساری رالوتی بہرے پہری
ان بن بیگر و کرل کریت مندر مندر دیوری پلیتہ
آپیں جاگن اورن بھی جگا دیں
پہری پہری سبد سنا دیں

النگ النگ بیٹھی ہیں جوگی ات
جاگو لوگا جاتی ہے رات
النگ النگ بیٹنہ ہیں جو پنکھے کے
ات جاگو لوگا جاتی ہے رات

باجن دعا خدا اسی کی قبولے
کھاوے حلال اور سانچ بولے
اللہ سیتے جیکو ہوی
اللہ اور سب جگ اسکا ہوی
من مراد گھر بیٹھے پاوے
تب اس مار نہ سکے کوی
میرے نہ نہ رگ رگ پیو بسے
منجہ بالنہ بول جو دی

تیرے برہے یہہ من چھیدیا
سبہ بند پرم رس بہریا

سبہ سنر حق اپنا ہوی رہا
یہی باجن تجہ کوں کن کہا

باجن حلوا پرم کا رے وہ جیہن کہایا
اس کو کچھ نہ بہاوے جیونتہ سوں لایا

یا

ستر سہس سہیلیاں تری اٹہارہ لک
سائیں کیری کارن چہوڑا شہر بلخ!
باجن جیرا تہا سو یہ دیا جوڑا توں کیا سیہہ
سونے کہر کایا ہوں ناں نہالے پہرا دیہہ

جی جیورا کہنا سائیں کارن جب بہاوہ تب دینہ
جیرا دیونہ اپناں نیہ سائیں کا سینہ
جوڑا ابے لوکنہ کارن لوکنہ کا جیو لینہ
وی جے مائے پرم کے ان کا کیوں لینہ

باجن جیرا عاشقنہ کا جانی لو نشہ سوں جانیے
جیو لو بھلنہ دی رہے جو نرا کیا لے جائے

شاہ رحمت اللہ منجہ بیبہ ملاؤ
تم باج لاگوں کیس کے پاؤ

محمدؐ سرور پرم کا رحمت اللہ بھریا
باجن کان پکڑ کر نالوں انہوں کا دھریا

باجن صفت اسمانکی سبہ انکہ منہ نہ دیکھ
کالی پیلی، اجلی ہور ---- راتی دیکھ

کہیں کہیں نیلی پونلی بہ آہے لبیکھ
نین جو دیکہیں تجہ کوں توبہی نینہ دیکھ

باجن کوئے کائے وہ کد تہا او کد ہتے پرکت ہو تہایا
او ہی جانے آپ کوں جب ہتے پرکت ہوا

باجن کوئی بجانے وہ کد تہا اوکد ہتے پرگت ہو تہایا
او ہی جانے آپ کوں جب ہتے پرگت ہووا

سید جلال خبر جیوں پائے
باٹ دہلی کے جیو سنہ لائے

اینہار ہے ہوں کیا کچھ پالیوں
جہاں مکا جائے تہاں ہوی جالیوں

شیخ نصیرالدین دئے بڑائی
سید جلال خلافت پائی

یہ جیو دلیسوں، یہ جیو دلیسوں
سبہ برہر ہمتہ بھوگ کرلیسوں

یہ جیو دلیسوں نہ جیو دلیسوں
سبھ بر ہر تمنہ کھوگ گریسوں
یہ جیو پیارا منجہ تیرے تائیں
بھینٹے تمہارے کروں گسائیں

باجن جیو تمہارے تائیں
جیو جیو آہی تو ہنیں گسائیں

راول دیول ہمی نجاٹے
پہاٹا پہنر روکھا کہاٹے
ہم درویشنہ ایہی ریت
پانی لوربں ہور مسیت

راول دیول ہم نہ پلو جنہ
لوجہ لڑائی ہم نہ لو جنہ
بیٹھے اچھے ٹھنڈی چھانہ
جسے کچھ دیوے سوی کھانہ

تیرے پنتھہ کوئی چل نسکے
جوئے چلے سو چل چل تھکے
پڑھ پنڈت پو تہیں دھویاں
سبھ جانہ سدہ بدہ کھویاں

سبھ جوگیوں جوگ بارے
یہ تیسی تب پکارے

ایک درسنی درسن بھولے
سرناگے پالو نہ کھولے
ایک سیوری ہوئے کرسیو گرنہ
ہوئے برتیسی کہا دکھہ دھرنہ

ایک درویش کو ہوئے کر آئے
ہوئے قلندر روپ بھرائے
ایک ابدال ہوئے ابدتے
ایک باندہیں ہاہا ہوتے
ایک کھیلے ہوئے دیوانی
ایک بادل بھنڈہ رانی
ایک ماتی ہوئے اراوی
بہی بے سدہ ہو ہو جاویں
ایک جنگم جٹا دہاری
ہوس ہندہ لنس اندہیاری
ایک کاپڑی ہوئے کر کنبہ
مندہ لیویں بھے جنبر

ھندوی:	اللہ رے نیہ جیکو ہوئے	اللہ اور سب جگ اس کا ہوئے
	من مراد گھر بیٹھے پاوی	تب اس مار سکے نہ کوئی
ھندی:	شاہ رحمت اللہ سبہ ملاؤ	تم باج لاگوں کس کے پاؤ
	از قبرِ مبارک ندا رسید	با جن لاگے تیرے پاؤ
ھندوی:	سید جلال خبر جیون پائے	ہاٹ دہلی کے جیو سنہ لائے
	اینہاہے ہول کیا کچہ پاؤں	جہاں مکا جائے نہاں ہو جایوں

شیخ نصیر الدین دے بڑائی
سید جلال خلافت پائی

بزبانِ ھند:	راول دیول ہم نہ پوچہنہ	لوچہ بڑائی ہم نہ لوچہنہ
	بیٹھے اچھے ٹھنڈی چھانہ	جے کچہ دیوے سوہی کھانہ

هندی: تیرے پنتھ کوئی چل نہ سکے جو چلے سو چل چل تھکے
پڑھ پنڈت پوتھیں دھویاں سب جانہ سب سدھ بدھ کھویاں
سب جوگیوں جوگ بسارے سب تپیئی تپ بے کارے
ایک درشنی درشن بھولے سر ناگے پاؤں کھولے
ایک سیوری ہوئے کر سیو کرنہ ہوئے ہر تپئی کیا دکھ ہرنہ

ھندی: ایک مندر کنکل کبیل کرنہ ایک بہونک باڈی بھبوتی دھرنہ
ایک رہی اپاسی رات نہ جاگنہ ایک ہوئے بھکھاری بچھے مانگنہ
یوں لوٹی لوٹی ہوئے کرے سب رل رل کھل کھل کھوئے کرے
دے مکت منہیں یوں دیکھے ارے باجن لو کس لیکھے

گجری

میرا تروے رے سب بالوتی کا رکھوال او گھٹ گھاٹ اوتارن ہار
بکٹ ڈونگری او کھڑیں کانٹیاں باگ بسیں جس ٹھاؤں
تس بن کھند کا تو نہیں راجا واری تیرے جاؤں
گھر آنگن جنگل اور ڈونگر باجن من ایکسان
باہر بھیتر تو تن رکھوال نا کوئی تیرا نگھوان

در زبانِ ھندی گفتہ آید:

گجری: من کا کھیا نان سنے کرنپ سے پھیلا اس کنے
بھور گھر کھارا دھارے بخ بھوجن کیا جن مارے
آرلیس کہیں سیہ لوگا یہ جوگی راول جوگا

گجری: یہ تو تن آہے بدکاراؤ اور ہنان دیکھ پسارین پاؤ
شریعت کے تو پان نچھوڑ تو تجہ جنم نہ لاکے کھوڑ
طریقت آہے نبی کا فعل نکہیں بات نہ آچھے کھیل
حقیقت اہے دریا بے کنار بہوت ڈوبے کچھ اترے پار

هندی گفتہ شدہ کہ است:

ساجن میر جیو منہ اہے	اپنا نانو وہ آپیں کہے
انکھیاں کا منجہ روشن جو آوے	کانو کوئی کیورے سنا دے
اہے جیب کیوں لیوے تیرا نانوں	جیو منہ آہے تیرا اکھالوں
کوئی نہ جانے بھیو کیا	جب منہ آوے ساجن ایسا
ابھیدا بھیدا دست اہے	باجن بھید کوئی نہ کہے
بھونرا لیوے پھول رس رسیا لیوے باس	مالی سینچے آس کر بھونرا کھڑے اداس
بھونرا پیوے پھول رس رسیا لیوے کھان	مالی دہنیں ہے وا کا بوجھ لیا سبحان

بین: ایسا سودا کرو اوکتیں خدا کی بات دیوو!!

دس ابہنا سترا اونہاں جیوں بہاوے تینوں گن گن لیوو

تخلص: اکہی باجن یہ کل کو کھونے جن ہکی کام کئی یہ مینے

کہایا کہلایا از سہو لوے

پردہ کلیان کی حکری:

بیو بیو بیو بہر بہر بیو تجہ سنہ راتا میرا جیو

سبہ جگ تجہ مکہ دیکہیں چاہے جاوے جو دیکھے وہ سدہ گنواوی

نینوں سیتی مدور پلا دی

تخلص: باجن کا لوں آہے بیو تجہ پر واریا باجن جیو

ہیا ایک سبہ روپ سروپ کئے ان ایکتن ایک

کہ کیوں ملتا ہے ایک میں ایک

باجن جیو تن واردی تجہ ایکتن ایک

لوں ہے ایک لجاتا ہے جیوں ایک میں ایک

کلام مجید کی کسی آیت کا یہ پہلا منظوم ترجمہ ہے۔ ے

نا انا جنیا نہ وہ جایا، نا انہ مائی باپ کہلایا، نا انہ کوئی گود جد بایا
باجن سبہ انہ آپ بنایا، پرکٹ ہوا پر کہنہیں نہ ہٹھار ہیا آپ لکایا

بجنہ ایک روپ ہور بہانت بہوت   دیکہ عاشق شیدا ہوئے ہوئے
باجن ایکی ایک کہ ایکہا نا ہہیں   سبہ کیپے ہوئے جو بیپے

باجن وہ کس سر کہانا ہیں ہور اوس سر کہانا ہیں کوئے
جیسا کوئی من منہ چنتوے ویسا بھی ہوئے

باجن بہکہاری کیا بکہان کرے گا   وے اپنی بہیکہ کارن کچہ کچہ کہے گا
جی کچہ قسمت ہے سوہی لہیگا   گدا کوں تبوہی! مانگیا کر یگا

باجن جے کسے کہ عیب ڈہانپے   اس سے درجن ہتر تہر کانپے
نعمتِ اعلےٰ ایسے ہتے پانے   بہچان انکہیاں چاری نکہائے

شاہ باجن کی ایک مثنوی

شاہ باجن سے منسوب ایک مثنوی "جنگ نامہ" لشو از وساڑی دچولی و تہبند وازار و پیرہن کا ایک قدیم نسخہ نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے۔

جناب کلیم اللہ انصاری (برہانپوری) حال مقیم کراچی نے لکھا ہے کہ مثنوی ایک کتاب کے صفحہ ۹۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۰۷ پر ختم ہوتی ہے۔ گویا سولہ صفحات پر محیط ہے۔

سرنامہ پر مختلف نمبرات کا اندراج ہے۔ بسم اللہ کے نیچے دو سطروں میں عنوان مرقوم ہے۔

نسخہ آب زدہ اور کرم خوردہ ہے۔ مختلف جگہوں پر انجمن ترقی اردو کراچی کی مہریں ثبت ہیں۔ تقریباً دو انچ کی خالی جگہ پر صفحہ سولہ پر اشعار

کی تعداد درج ہے۔ آخر میں ترقیمہ کی عبارت مرقوم ہے۔

تمام شد
تمت

کاتب الحروف سید عبد النبی ولد سید خواجہ علی، ساکن خطہ اندور
چوں نقل از کتاب محمد حسین صاحب نمود۔ بتاریخ بیستم شہر ربیع الثانی
سنہ ۱۱۶۱ھ بمکان محمد افضل ابو محمد عرب تحریر یافت۔

اب سطورِ ذیل میں مثنوی کا متن پیش کیا جا رہا ہے۔ متن میں چند تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ مخطوطے کی لسانی خصوصیات کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

جنگ نامہ پشواز و ساڑی و چولی و تہبند و ازار و پیرہن گفتہ است ۔

سنو جھگڑا ساڑی ہور[1] پشواز کا
عجائب ہو[2] جھگڑا بڑے راز کا

کہ پشواز و ساڑی دونو سوکنا
کہ سکی (کذا) کے سوکن بھلی نا کنا

کتک[3] روز مل مل کے دونو رہیان
کہ کڑکڑ اپسین جو سککر کیان

کہ سون[4] اپنا یک یک مڑوڑنے لگیان
یک یکسوں یک یک جھگڑنے لگیان

کہ کٹ کٹ جو دونو میں ہونے لگی
کہ اوڑا کے[5] ہریک رونے لگی

کہ سوکن سون سوکن جو جلتی آہے
ہو سوکن مینے پر جو سلتی آہے

جب سوکنان اپسیں جو لڑنے لگیان
یک کے یک جھونٹے پکڑنے لگیان

... ...
... ...

کہ پشواز ساڑی میں جھگڑا ہوا
کہ یک رات دونوں میں رگڑا ہوا

کہ پشواز کہیے سب میں، میں خوب ہوں
کہ بی بیان سبون کی[6] جو میں روپ ہوں

کہ بی بیان دکھو سب یو میرا سلوک
میری پہین نے[7] سون جو ہوتیان سلوک

---

1 ہور = اور
2 ہو = ہے
3 کتک = کئی
4 سون = سے
5 اوڑا کے = چلا کر
6 سبون کی = سبھوں کی/سب کی
7 پہن نے = پہننے

کہ اوڑنی[1] چھتر[2] منجھو دائم اہے
بڑا ناؤوں[3] میرا جو قایم اہے

بغیر از چھتر میں جو رھتی نہیں
کہ مجسو تبھی تیری کسکون کہنے نہیں

رنگا رنگ پشواز چنتی ھوں میں
ازاراں جو مشروکی ھیں بٹی ھوں میں

جب ساھیں[4] میرا مجکوں کرتا ھی پیار
تب ساڑی ھور چولی کہنے گنوار

اول جواب ساڑی دادہ

سنی بات ساڑی نے افسوس کرے
کتیے اوسکون سوکن گنوار کیون کہیے

پنواتی ھے ھروقت ھریک گھڑی
کہ ساڑیان نسون دنیا نمین میں ھوں بڑی

کہ دونو اپسمین ھمین سوکنان
بھلی ھور بری کسکون کوئی ناکتان

مرد[4] کون کتیے کسکون ست تر چڑا
کہ دونو ھمن میں ھے عکس[5] برا

اگر یک سوتی ھے سائیں[4] کے پاس
کہ اس وقت ھوتی ھے دوسری نراس

تون پشواز بی بیان کے لینی شرم
کہ ساڑی ھور چولی میں بھوت ھے دھرم

تو ان کی جون کھو لیتی ھے ھیگی دےَ؟
نہیں ھے شرم کوچ بھی تیرے کنے

---

1 اوڑنی = اوڑھنی
2 چھتر = سایہ
3 ناؤوں = نام
4 ساھین/سائین/مرد = شوھر، مالک
5 عکس = مخالفت

۵

تون ہار بسون اڑتی تجے بہار نین
شرم لیتے بی بیان کی کوچ عار نین

کہ رکھتی بی بیان کی جو میں سب شرم
کہ بشواز کو ہٹے مین نیں کوچ دھرم

چھپاتی ہوں میں عیب عریاں منے
بوچھو جاؤ ہو بات ناریان کنے

کہ بی بیان کی میں سب شرم ڈھانپتی
کہ بارا اتاتب جو میں کانپتی

کہ میرے دھنی[1] کا بڑا سنجپو بند[2]
کہ رکھتی ہوں ساڑی تلے تاہ بند[3]

کہ جھوٹے طوفان تجپو لیتی نہیں
بغیر دیکھے انکھیاں سوں کہتی نہیں

کہ بی بیان کی مجلس ہیں آتی ہے تون
کہ ڈھولکی ان کی لے کے کاتی ہے تون

کہ جب آکے مجلس میں، میں بیٹھتی
مجے دیکر کر چپ کے تون عینٹتی[4]

تون سان ئینکی[5] خاطر تیار ہوتی ہے
اول نیفے میں لکڑی کھلالیتی ہے

کہ سن بے حیائی کی میری تون بات
کہ کزتون کرالیتی درزی کے ہات

کہ سنتی نہیں تون ھمارا کیا
کہ تجسو نہیں کوئی اور بے حیا

اگر کوئی بوجھنا تجے کیتی ہاٹ[6]
تون ھیگی سون کہتے منجی سات بات

اگر کوئی سمجتا نہین تیری بات
نکاح کرتی ہندواو سے کہتی ہاٹ

---

1 دھنی := شوھر، مالک
2 بند := قید
3 تاہ بند = تہبند
4 عینٹتی = اینٹھتی
5 سان ئینکی = سائین کی
6 ہاٹ = شادی

شرم پر میرا جیو کرھون نثار
میرا نانون ساری بی بی سازدار

تیرا نانون پشواز اے شہرولا (؟)
کہ دنیا میں اتنا کرنے کلا[1]

پھڑالیتی اول تون درزی کے ہات
شرم نین ہے تجکون تیری کیا ہے بات

کہ بی بیان شرم کیان، کوئی پوچھو ہو بات
شرم کے بی بیان کونکو تیرا سات

شرم کی بی بیان کون جو میں پیاری ہون
شرم پر میرا جیو میں واری ہون

حکم حق کا منجہ پر جو فرمان ہے
شرم پر میرا جیو قربان ہے

دنیا نمیں جو ہیں جب سون پیدا ہوئی
دئیے جسکون ماباپ اوس گھر سوئی

کہ میرا تون شکوا کی کرتی سدا
کہ سب میں بھریا عیب، بے عیب خدا

کتبی میں خدا سون کہ اے کردگار
شرم پوش بی بیان کا تون پروردگار

جواب پشواز دادہ

سنی بات، پشواز دیتیے جواب
تون جل جل کے بجسون کے ہوتی کباب

تیرے باپ کا میں عیسا[2] کیا لیتی
کہ جگسمین میرے تون فضیتے[3] کیتی

فضیحت تون کرتی نہ کیتے ترس
کہ آخر کون تجسون جو میں ہون سرس[4]

---

1 کلا = شور
2 عیسا = ایسا
3 فضیتے = فضیحت
4 سرس = شیرین

کہ سوکن کون دیکھے سو دل میں جلے
اوجڑ¹ کتیے ہو سوکن منجے کان ملے

کہ مجہ میں ہور تجہ میں فرخ² ہے بڑا
تون پانی کا لیاتی ہے سر پر گھڑا

منجے بھوت خواہش لیے اہیں؟۔
بھوت³ آرزو سون جو سینے اہیں

جھلا جھل کتاریان لگاتیان منجے
میرا کی عکس⁴ دیکہ آتا توجھے

کلیان پھول مگری کیان چنتی ہون میں
تورے ہار رنگ رنگ کے پہنتی ہون میں

شکر ہور برنج⁵ روز کھاتی ہون میں
عطر ہور مشک روز لاتی ہون میں

کہ خشبوئی⁶ سینے پر جو لاتی ہون میں
تب سائیں کے پاس جاتی ہون میں

کہ سائیں مرا مجکون کرتا ہے پیار
کہ ہوتی تون دلگیر، تون روتی ہے زار

کہ ساڑی ہے تون، تجکون کوچ نوج⁷ نین
کہ تیرے کہنے سون منجے کوچ نین

ہمیشہ ٹھسک میرا دیکتی ہے تون
کہ میرا تزک دیکہ جلتی ہے تون

ہمیشہ چلن میرے ایسے اہے
مجے کوئی بوری⁸ کینو کیسے اہے

چھتر⁹ بی بی ہے ناؤون میرا سنو
کہ سوکن ہون مجکون بڑی کر گنو

---

1 اوجڑ = خراب، برباد
2 فرخ = فرق
3 بھوت = بہت
4 عکس = مخالفت
5 برنج = چاول
6 خشبوئی = خوشبو
7 نوج = شرم
8 بوری = بری
9 چھتر = چتر

بوری[1] پاس آتی ہے ساڑی کنے
کہ دن رات رہتی ہے کو بر[2] منے

انباڑے کی بھاجی جو کھاتی ہے تون
کہ چکھکے[3] اپر پٹ[4] گاتی ہے تون

اگر کوئی یک بات بوجھے توجھے[5]
تو سو بات میں یک بات ناتون بوجھے

بو سوکن پھوڑ[6] گھر میں کان آئی نے
مرد میں ہور ہم میں جدائی بھائی نے

مجھے دیکھ کر کوئی عکس مت کرو
کہ سوکن کی انکھیان میں ماٹی پڑو

جواب ساری گفت

سنی بات ساڑی نے اپسمین جل
کہی اُسکون سوکن تون قاضی کنان[7] چل

دونو مل کے قاضی کنان لڑتیان گیان
کہ رورو کے قاضی کو دوکھہ[8] سب کیان

اول مجکون کیتا پچھے کر تجے
نین دیکھ سکتی تون سوکن منجے

بالا گھاٹ کی ہون میں یا کاڑی کی میں؟
کہ سادی ملک زادی ساڑی ہون میں

بھلا ہور بورا[1] مجکون اتا نہیں
کہ نخرا تیرا مجکون بھاتا نہیں

کہ میری ہور تیری نہیں کوچ[9] لڑائی
کہ آپس سون آپین تون کرتی بڑائی

---

1 بوری / بورا = برا
2 بر = شرم گاہ
3 چکھکنے = چرخی
4 پٹ = گیت / نغمہ
5 توجھے = تجھے
6 پھوڑ = پھوڑ
7 کناں = کنے = پاس
8 دوکھہ = دوکھ
9 کوچ = کچھ

کہ جس روز دونو اپس میں لڑیاں
کہ قاضی کیاں[1] جا دونو ہات جوڑ کھڑیاں

سنو حضت[2] سوکن سوں میں ہوں بڑی
کہ حق ناحق چڑوں[3] کو دانتو لڑی

کرو تم ہمارا غریباں کا نیاؤ
موافق کتاب کے ہو جھگڑا چکاؤ

کئیے قاضی دونو تمیں آج جاؤ
عدالت کے روز دونو اپنا آؤ

شرم چھوڑ قاضی کے اگین[4] لڑیاں
دونو آکے گھر کوں جو بھوکیاں[5] پڑیاں

عدالت کے روز دونو آکر کھڑیاں
بنسیاں ہوکے قاضی کے اگیں پڑیاں

کہ دونو نیں قاضی کو دوکھ سب کیاں
ہیں کوڑ[6] اپسمیں سوسک کر[7] کیاں

... ...
... ...

کئے قاضی سمجا کے دونو کوں یوں
بنسیاں ہو زمین پر یو پڑتیاں ہیں کیوں

بنسیاں ہو زمین پر نکو تم پڑو
کھڑیاں ہوکے منجسوں دو باتاں کرو

کھڑیاں ہوکے دونو حقیقت کیاں
دنیانمیں ہمیں آکے دوکھ سوں جییاں[8]

کہ حضرت تمیں خوب انصاف کرو
موافق شریعت کے مسلے[9] پڑو

---

1 کیاں = کے ہاں = کے یہاں
2 حضت = حضرت
3 چڑ = غصہ
4 اگین = سامنے
5 بھوکیاں = بھوکی
6 کوڑ = بے وقوف
7 سوسک کر = برداشت کر کے
8 جییاں = جئیے
9 مسلے = مسئلے

بچار کر کے قاضی نے بولے یو بات
میرا کوئی کرم دیو دونو نین ہات

اول میری کھیسے[1] میں جیکی[2] بھرو
پچھیں مجھ کون بولو کہ انصاف کرو

میری بات پختی[3] ہے نین ہے کچی
جو کوئی مجکون دئیگی سو ہوبگی سچی

ہنین تو تمین دونو پشتائیاں گیان[4]
فضیحت تمین ہوکے گھر جائے گیان

دڑیان دونو جیو میں کہ اب کیا کریں
کہ قاضی کی مہمانی کوچ بھی کرین

کہ قاضی کون ساڑی نے گھر کو بلائین
کہ ٹھومرا ہور ساگ، روٹی کھلائین

کہ پشواز قاضی کون مہمان بلائی
کہ گوشت روٹی پولاؤو[5] ان کون کھلائے

کہ قاضی کے پشواز ضیافت کینے
روپے سات قاضی کون رشوت دینے

ہوئے قاضی دل بیچ خوشحال بہوت
کہ بولے کہ پشواز تون دڑ نکو

کہ اب تون کسے سون بی کچ دڑ نکو
کہ خاطر کون آپنے جمع کر رکھو

عجب یو بات قاضی کی ساڑی سونی[6]
کہ ساڑی نے سرکوں جو اپنے دھنی

چلی آئی ساڑی نے قاضی کے پاس
کہ حضرت تمہاری منجے بہوت تھی آس

---

1 کھیسے = جیب
2 جیکی = پینشن / ذریعہ معاش مراد روپیہ
3 پختی = پختہ
4 پشتائیں گیاں = پچھتائینگی
5 پولاوو = پلاؤ
6 سونی = سنی

کہ پشواز کون تمنے دلاسا دئے
کہ انصاف میرا نہیں کچ کئے

کہ ساڑی نے قاضی کون یوں کر کہے
کہ خدمت تمہاری میں بہوت دن رہے

کہ سایہ تمہاری میں ہم رہتے تھے
بھلی بات ہمکون جو تم کہتے تھے

کہ شیروں کو حضرت چڑے کی جیب[1]
کہ پشواز سوکن ہوئی میری ریب[2]

کہ قاضی کے ساڑی نے پاؤں پڑی
شرم رکھنا حضرت کہ میں ہوں بڑی

کہ قاضی کہئے ساڑی نادان توں
کہ میرا امر خوب پہچان توں

کہے قاضی پاؤں نکو توں پڑوں
کہ انصاف تیرا کیا پنھر کروں

کھلائی منجے توں و[3] تھومرا ہور ساگ
کہ جلنے لگی میری تلوؤں کون اگ

جواب دئے قاضی نپٹ توڑ کر
لیئے رشوت آشنائی دئے چھوڑ کر

کہ قاضی نے جھگڑے سون ٹالا کئے
کہ رشوت لئے موں اپنا کالا کئے

جو کوئی قاضی ہو رشوت بہوت لئیگا
خدا پاس جواب جا کے کیا دئیگا

جو قاضی ہوکر رشوت بہوت کھائیگا
کہ دوزخ میں بے شک چلتے جائیگا

جس قاضی کے پاس عدل انصاف ہے
کہ عالم میں اوسکے جو اوصاف ہے

---

1 جیب = زبان

2 ریب = مخالف

3 و = وو = وہ

پرھیزگار قاضی جو عادل اہے
خدا ہور رسول اوس سوں راضی اہے

جو کوئی قاضی قضا ہو سنتے آہیں
کہ دلگیر ہو منجیو جلنے آہیں

نہیں کوچ حرف اس میں تکرار کا
کہ میں پیرزادہ ہوں قندھار[1] کا

ہریک قاضی مجسوں جو پندار ہے
وطن میرا دکن میں قندھار ہے

ایسیاں باتاں قاضی سوں ساڑی نے ہائے
کہ دلگیر ہوکر چلی گھر کوں آئے

---

1 قندھار =

حیدرآباد سے شمال مغرب میں ۱۲۰ میل اور ناندیڑ سے تقریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر ایک قدیم تاریخی شہر ہے پانڈو کی اولاد میں سے ایک راجہ کنھر نے اس کو آباد کیا تھا اور کنھار نام رکھا تھا ـ اس پر مختلف ہندو راجہ حکومت کرتے رہے ـ

۷۲۲ھ میں سلطان غیاث الدین تغلق نے ملک فخرالدین کو ورنگل پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا ـ پہلی مرتبہ اس کو شکست ہوگئی دوسری مرتبہ ورنگل فتح ہو گیا ـ سلطان محمد تغلق نے شہاب سلطان الخاطب بہ نصرت خان کو قندھار کا حاکم مقرر کیا ـ اس نے ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا ـ قلعہ کے پچھلی دروازے کے بائیں جانب کی محراب میں سب سے پہلا اور قدیم کتبہ ملک سیف الدولہ کے دور حکومت کا ہے ـ جس پر ۷۴۴ھ کندہ ہے ـ ۷۲۵ھ سے ۷۴۸ھ تک دکن سلطان تغلق کے زیر اثر رہا ـ بعد میں قندھار پر سلاطین بہمنیہ کا قبضہ ہو گیا ـ پھر بریدیوں اور ۹۹۰ھ میں برہان نظام شاہ کا قبضہ ہوگیا ـ ۱۰۰۳ھ میں ابراہیم عادل شاہ کا قبضہ رہا ـ ملک عنبر کی یادگار تعمیرات ہیں ـ قندھار کے کئی آثار قابل دید ہیں ـ

تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے ـ

(۱) تاریخ بیجاپور (۲) انوارلقندھار (۳) بزرگان قندھار

[اکبرالدین صدیقی]

ہوی لاعلاج ساڑی سب بات سون
فکر ہو بھاری آدی[1] رات کون

میرا کچ علاج اب تو چلتا نہیں
بغیر از لڑے مجکون بنتا نہیں

کہ پشواز سوکن سون میں ہوں بڑی
کھیلے کاشتا[2] لڑنے اکر کھڑی

کہ جب ساڑی لڑنے کون آکر کھڑی
کہ پشواز تب جیو میں ڈرنے لگی

کہ ساڑی نے لڑنے کون تیار ہوئی
کہ پشواز سدھ[3] اپنی بھول کر کہنے

کہ ساڑی کہے میں ہون شکر بی بی
کہ لئون بال جھونٹے کے تیرے آبھی

کہ پٹا و بیٹے[4] دونو میرے باغ
لڑکوالی[5] میں ہون مجے نہیں دماغ

خشامدی[6] تیری جو کرتی ہوں میں
کہ اپنے شرم کون جو ڈرتی ہوں میں

کہ ساری عمر میں جو تجسون روٹھنے
تیرا ناؤون پشواز چابک چھوٹے

کہ پاکی ہور ساکی[7] سنوارتی ہون میں
کہ بی بی کی صحنک[8] جو کھاتی ہوں میں

بزرگی میری تجسون بہوت ہے بڑی
توں درزی کی اگیں[9] میں جو جاکر پڑی

---

1 آدی = آدھی
2 کھیلے کاشتا = کاشتا کھولے
3 سدھ = حواس
4 پٹا و بیٹی = شکم بند اور کمر بند
5 لڑکوالی = لڑنے والی
6 خشامدی = خشامد
7 ساکی = عنت = ساکھی
8 بی بی کی صحنک = حضرت بی بی فاطمہ کی نیاز، اس نیاز میں پاک، پاکدامن، سادات عورتیں شریک، ہوتی ہیں ۔
9 اگیں = آگے / سامنے

کہ جھگڑے میں کالیاں سوں ٹھاٹے[1] نہیں
لڑائی میں شکرہاں بانٹتے نہین

کہ لاتاں موکھیاں[2] بہوت دونو میں ہوئے
کہ اوس روز دونو میں نے[3] کنیا[4] موئے[5]

کہ ہریک نے دیکھے سو ایسا کہے
بڑا دوکہ[6] دنیا نمین سو سوکن کا ہے

کہ اس سوں بڑا دوکہ دنیا نمین نہین
بھلی بی بی گھر چھوڑ کیوں جائیگی کہین

اچھے[7] لگ نکاح کے و[8] جانے کے نئین
وو بل کے میں او کوج نہاٹتے[9] کی نئین

کہ کم‌زات عورت جو خوب کھائیگی
بوری[10] وقت کوں او چھوڑ جائیگی

کہ اشراف بی‌بیاں جو اشراف ہیں
بھلے ہور بوری وقت کیاں سات ہیں

لڑائی سوکنا کی ہے ہریک کہیں
بغیر از فضیتے نفا[11] کوچ نہین

کہ ماباپ مہر پیار مجکوں کئے
کہ سوکن ہو مجکو آپس چپ دئے

کہ سوکنا کا دوک کسکوں کیا کہوے کہوں
بڑا دوک سوکنا کا کیوں کر جیوں

جب سوکن کے پاس خاوند سوتا آہے
میرا سینا اوس وقت پھوٹتا اہے

---

1 ٹھاٹنا = بھاگنا
2 لاتاں موکھیاں = لات مکے
3 میں نے = سے
4 کنیا = کوئی
5 موئے = مر گیا
6 دوکہ = دکھ
7 اچھنا = ہونا
8 و = وو = وہ
9 نہاٹنا = بھاگنا
10 بوری = بری
11 نفا = نفع

منجے چھوڑ کر خاوند سوتا آے
کہ اُس وقت میرا جیو جلتا اے

منجی چھوڑ کر خاوند سوتا کہیں
کہ اس وقت منجے دیکھے جاتا نہیں

منجے کوئی بھلی کتیا[1] کوئی کو[2] بری
کہ جا دوڑ سوکن کوں ماروں چھوری[3]

و لیکن شرم کوں جو ڈرتی ہوں میں
کہ آپس میں کوڑ کوڑ[4] کے مرتی ہوں میں

یو کانٹا سینے سوں نکلتا نہیں
میرا یہاں علاج کوچ چلتا نہیں

منجی خویش قبیلہ یو کیا کرنا سب
مروں کی تو یو دوکہ جاویگا تب

میرے پاس خاوند سوے آئیگا
میرا دوکہ تب سب نکل جائیگا

کہ سوکن انکھیاں میں جو لگتی ہوری
کیوں آتا کہ جا دوڑ ماروں چھوری

کہ یک یکمیں عورتاں جو کرتیاں مکر
کہ بانٹیاں ہیں بیبیاں گھر بہ گھر شکر

بوریاں عورتا عکسر[5] یو کرتیاں کلام
مرد کوں دغا دے کے کرتیاں حرام

مرد ہوکے عورتوں کے کئے میں[6] چلے
کہ دوزخ میں آخر کوں بے حد جلے

عورتوں کی مکر سوں جو بس چپ ہوا
ان کیدکن عظیم[7] یو خدا نے کہا

---

1 کتیا = کہے
2 کو = کہو
3 چھوری = چھری
4 کوڑ کوڑ = کڑ کڑ
5 عکسر = اکثر
6 کئیے میں = کہنے میں
7 «تمہارا مکر بڑا ہے» آیت سورۂ یوسف

بھلیاں[1] بی بیاں عارف جو دانا آھیں
نصیحت ہے ہر ہٹ سون فارغ آھیں

جو عورت مردکون جو راضی رکھنے
اوسے بھشت ھوئے اور رھیکی سوکھی[2]

بھلیان نیک بیبیان کون ھویکا ثواب
بھشت میں چلیان جائیگیان بے حساب

جو عورتان لڑاک ھور جنجال ھیں
کہ دونو جھان میں جو بے حال ھیں

یک پر جو یک اوٹ[3] دوڑنے لگیان
انگن میں نکل کر جو لڑنے لگیان

ننگیان ھوکے دونون جو لڑتیان[4] اتھیان
پھسلتی ھور دوڑ لپٹیان اتھیان

کہ دونو اپس میں جو ھابل ھوبان
کہ لڑلڑ کے دونو جو گھائیل ھوبان

یک کون جو یک گالی دیتیان[5] اتھیان
ننگیان ھوکے دونو جو لڑتیان اتھیان

چھوڑانے کو ھمسایہ نا آسکے
کہ دونوں کے پونکڑی[6] جو ھونے لگے

کہ لڑلڑ اپسمین جو کل کل[7] کیان
کہ ساڑی ازار دونو کھل گر پڑیان

... ...
... ...

کہ دونو اپسمین جو لڑتیان اتھیان
مردکون جو دونو بھی ڈرتیان اتھیان

---

1 بھلیاں = بھلی
2 سوکھی = سکھی
3 اوٹ = اوٹھ
4 لڑتیان = لڑتی تھیں
5 دیتیان = دیتی تھیں
6 پونکڑی = پھوکڑی = پھکڑی
7 کل کل = شور و غل

یک پر جو یک اوٹ کے دوڑے اتھے
دھما چوکڑی دونوں میں ہوتے اتھے

یکایک مرد آیا او بہار[1] تھے[2]
کہ یک یک کون یک یک پچھاڑ[3] مارتے

مرد آکے بہار سون جو دیکھنے لگیا
اوپر سون مرد بھی جو ٹھونکنے لگیا

غوصا اپنے دل کا جو کارنے لگیا
پکڑ چونٹے دونو کون مارنے لگیا

کہ لڑتیاں دونو کون دیکھنے لگی
خلق دیکھ دونو کون ٹھونکنے لگی

کہ لڑلڑ ہر یک کا جو سر پھوٹیا[4]
تب دونو کون خاوند زور زور کوٹیا[5]

... ...
... ...

... ...
... ...

تب دنیے دنیے جو دونو نے کرنے لگیاں
مرد کون تب دونو نے ڈرنے لگیاں

کہ لڑلڑ کے اپنے فضیتے کیاں
بجھانے[6] میں اپنے جو ہک ہک لیاں

مرد کون کیا دونوں یکبات سنو
ایتال[7] پھر لڑینگیاں تو مارو جیون

کہ رو رو کے سوکناں نین باتاں کیاں
سلام کرکے دونوں بھی اوٹ کر گیاں

---

1 بہار = باہر
2 تھے = سے
3 پچھاڑ مارنا = گرانا
4 پھوٹیا = پھوٹا
5 کوٹیا = مارا
6 بجھانے = بچھونے
7 ایتال = اب

جواب چولی دادہ

بہت دن پچھین[1] بات چولی سنی
کہی سوکنان تمسوں میں ہوں نہنی[2]

سونے[3] بات جس روز کٹ کٹ کئے
کہ جھگڑے تمارے میں، میں کچ نہ تھی

غوصا[4] کرکے اس روز کھانا نہ کھائے
سنا[5] کھول لڑنے کون دوڑتے جو آئے

کئے بات دونو کون اے سوکنان
میرا ناؤون جھگڑے مین تم کیون لئیان

میرا ناؤن جھگڑے میں تون کیون لیتی
نہ کس کا سینے میں نہ کس کا لیسنی

کہ چولی جنہین کئیے ہے گنوار
کہ بیبیان میں ہوگی ہمیشہ وو خوار

پھر چار سون سات تمہارے میں رہے
گنوار کرکے سوکن منجی کیتون کہئے

تمارا کدھیں میں کچ کھائی نہین
کہ جھگڑے تمہارے میں آبی نہین

جو سوکن سون لڑلڑ کے مجسون رہے
کھڑی مین فضیحت کرون گی اوسے

میری تیری صحبت کون مدت ہوئی
کہ جگ سوکن مجکون گنوار کیون کہی

کہ چولی بوری[6] کرکے نا کوئی پہنے[7]
کہ تو بری ہے لنکین گے اوس کے سینے[8]

---

1 پچھین = پیچھے / بعد
2 ننہی = ننھی / چھوٹی
3 سونے = سنی
4 غوصا = غصہ
5 سنا = سینہ
6 بوری = بری
7 پہنے = پہننے
8 سینے = سنیہ مراد پستان

مینے ہند پہنناؔ[1] میرا خاص تھا
کہ دونون مین میرا جو اخلاص تھا

کہ سوکن کے ہٹ سون منجے کئے ہوری
منجے تون گنوار کہئے سون تون کون بھلی

منجے تون گنوار کہنے ہوتی کون
لڑنے والیان کون خوب کہتا ہے کون

دُونو سوکنان منجکون مانتیان[2] اتھیان
مینے ہر منجے کھینچ باندتیان اتھیان

کہ کھنچ باند چولی بناتیان[3] اتھیان
کہ جانون میں ایکون کلاتیان اتھیان

منجی کھینچ باندے[4] سون ہوتیان ہے جان
منجے کوئی ہوری کئے تو کاٹون گی کان

عارف شاہ ، جن نے یون کرکھے
کہ سب چولی عورتون کی جو بانور اہے

فجر کا اصل کھان[5] کھچڑی اہے
جسے سینا[6] نین سو وو ہجڑی اہے

جواب تہبند و ازار دادہ

کہ تہبند و ازار مل کے دونو کہے
کہ دو دن کا جینا دنیانین جو ہے

کہ دونو اہسین جو لڑتیان اتھیان
یک کا جو یک عیب کاڑتیان اتھیان[7]

اہسین اہین جو لڑتیان ہین گی
کہ اپنا جنم دوکہ[8] میں کھوتیان ہین گی

---

1 پہنا = پہننا ۔ لباس
2 مانتیان اتھیان = مانتی تھیں
3 بناتیان = بناتی تھیں
4 باندے = باندھے / باندھنے
5 کھان = کھانا / غزا
6 سینا = مراد پستان
7 کاڑتیان اتھیان = نکالتی تھیں
8 دوکہ = دوکھ

یک کا جو یک عیب کے کاڑتیان
کہ لڑتیان اپسمین جو جھک مارتیان

تمہارے یو دوکہ کوئی جانتا نہین
کہ قاضی نین جھگڑا چوکا یا نہین

سنو بات میری رکھو دل منے[1]
نہین تو دونو جاؤ پیرن[2] کنے

کہ خاطر میں دونو کے آئی یو بات
جھگڑتیان چلیان گھر سون دونو یو سات

پیرن پاس دونو یو لڑتیان گیان
کہ رو رو کے یک یک نے دوکہ سب کتیان

یو دوکہ سب ھمارا کہیں کس کے پاس
نہ ششرا[3] رھیا گھر میں نا رہے ہے ساس

کہ اس شہر میں پیرھن تون بڑا
ھمن دونو سوکنا نکا جھگڑا چھوٹا

کہ لڑلڑ ھمارا حلق سب سوکیا[4]
ھمارے سون دنیا نمین نین کوئی دوکھیا[5]

جواب پیرھن دادہ

کہ پیرن کیا[6] بات دونو کون یون
کہ آیان ھیں گھر کون میرے آج کیون

کہ آیان ھیں گھر کون تمین میرے پاس
کہ دونو تمن کی کیا تھا میں آس

تمارا پڑوسی جو رھتا ھون مین
بھلی بات تم کون جو کہتا ھون من

---

1 منے = میں
2 پیرن = پیرھن
3 ششرا = سسرا
4 سو کیا = سوکھ گیا
5 دوکھیا = دکھیا / غم گین
6 کیا = کہا

کہا س ا خاطر نہ لیا مان تمین
کہ آخر سزا اپنے پایان تمین

اہس میں تمہی لڑکے عیب کیان
فضیحت تمین ہوکے گھر گھر بھربان

اتال[1] نے[2] تمین دونو پکڑو عقل
کہ ہونیتی تماری جو گھر گھر نقل

کئہ بہانت بہانت کے پکوان گھر میں کیان
کہ دونو تین اپنا جو دوزخ بھربان

کہ عیدان براتان[3] جو گھر میں کیان
کہ ہین اتنا ٹکڑا منجے نین دئیان

کہ دونو تمین بھسون کھوٹیان ہونیان
چکولیان چونی کھا کر موٹیان ہوبان

... ...[4]

... ...

کہ پیرن کیا بات میری سنو
پکاؤو، کھاؤو، گھر میں بونگڑی[5] جیو

چپ اہسمین ...... بو روتیان ہنیگی
اپنا جنم دوکہ میں کھوتیان ہین گی

کہ سوکنان کے جھگڑے کا ٹانٹا ہوا
شرم سون مرد سک کر[6] کانٹا ہوا

تمہارا مرد بہوت کوڑتا اہے
کہ جنیوں دیکر پاتو تھور چھوڑتا اہے

مرد نے سزا اپنے پایا اہے
کہ دو عورتان کرکے پشتایا اہے

---

1 اتال = اب
2 نے = سے
3 براتان = شب برات
4 آب زدہ شعر پڑھا نہ جا سکا ......
5 بونگڑی = بھگڑی
6 سک کر = سوکھ کر

کہ لڑلڑ تمین دونو روتیان اھین
عقل میں تمین دونو کوتیان اھین

شرم اپنے کچ نہین سمجیتان اھین
کہ سب عورتان مل جو تھونکیتان اھین

کہ اپسمین اپنے کے لڑتیان تمین
فضیتے مرد کے کے کرتیان تمین

یک کون تمین یک نکو کچ کہو
کہ گھرمیں تمین دونون سک[1] سون رھو

نصیحت تمین کس کی سکنان[2] نہین
بغیر یک ہوئے جھگڑا چکتا نہین

آدھی رات لگ، تم سمجتیان نہین
بغیر کھائے لت[3] چوپ ہو سوتیان نہین

مرد کون دو عورتان کا کوچ سک نہین
بھلا ہے مرد جائے یکے کتین[4]

و گرنہ اس عورتون سون دل توڑ کر
بھلا ہے مرد جائے گھر چھوڑ کر

کہ لڑ سوکنان کی سینے سب ھیگے
سوں شاہ باجن ہو جھگڑا لکھے

کئیے شاہ باجن ہیں قصا تمام
سلام علیکم علیکم سلام

* تمام شد *
تمت

کاتب الحروف سید عبدالنبی ولد سید خواجہ علی حسن ساکن خطہ اندور،
چون نقل از کتاب محمود حسین صاحب نمودم بتاریخ بیستیم شہر ربیع الثانے
۱۱۶۱ ھجری بمکان محمد افضل ولد محمد عرب تحریر یافت ـ

---

1 سک = سکھ
2 سکنان = سیکھنا
3 لات لکڑی
4 یکے کیتین = ایک کے پاس